مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی وعلمی مجلہ

جلد نمبر ۱ | محرم الحرام - صفر المظفر ۱۴۱۸ھ | شمارہ نمبر ۱

زمزم

مدیر مسئول ومدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ - /۶۰ روپے

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور یوپی

پن کوڈ — ۲۳۳۰۰۱

فون نمبر ۸۱۱۷۵۷ — ۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

فہرست مضامین

کتابت
شمس الحسن محلہ کوٹ اودری

از غازی پوری

حمد

حمد تیری اے خدائے بیمثال ۔۔۔ تو ہے آقا تیری قدرت لازوال

سارا عالم تیرے امرِ کُن سے ہے ۔۔۔ تجھ سے رخ موڑے گا کوئی تا بکے

تو جسے چاہے اسے اونچا کرے ۔۔۔ تو جسے چاہے اسے نیچا کرے

عزت و ذلت تیری قدرت سے ہے ۔۔۔ تیرے آگے کب کسی کی چل سکے

تیری قدرت سے زمین و آسمان ۔۔۔ سب مہ و خورشید تارے کہکشاں

مالکِ جود و عطا تو ہی تو ہے ۔۔۔ خالقِ ارض و سما تو ہی تو ہے

کیا زمیں میں ہے یہ طاقت، خدا ہے؟ ۔۔۔ مینہ برسے یا کوئی بستہ ہلے!

چیختی موجیں یہ گرتے آبشار ۔۔۔ کس کی قدرت کے ہیں آخر شاہکار

باد و باراں، برق و رعد و آندھیاں ۔۔۔ اور زمیں پر لہلہاتی کھیتیاں

آسماں میں بادلوں کی جھمگھٹا ۔۔۔ ہر طرف آتا ہوا، جاتا ہوا

موجِ دریا میں یہ چلتی کشتیاں ۔۔۔ اور پانی میں اچھلتی مچھلیاں

یہ چمن میں پھول، کلیاں، تتلیاں ۔۔۔ سب تری قدرت کے ہیں یارب نشاں

ساری ہستی تیرے آگے جھک گئی

ذات تیری لائقِ سجدہ ہوئی

عرض بحضور سرورِ کائناتؐ

از غازی بدری

اے حبیبِ خدا اے شہِ دوسرا — کشتی منجدھار میں ناخدا لاپتہ
بدرِ کامل پہ کیسا گہن چھا گیا — سارا عالم بنا وائے ظلمت کدہ

اب تو نظرِ کرم اے رسولِ امم
غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم

وہ کتابِ مبیں، طاقِ نسیاں پہ ہے — گھات میں ہر جگہ بیٹھا شیطان ہے
برپا عالم میں کیسا یہ ہیجان ہے — شرک و بدعت کا مارا یہ انسان ہے

اب تو نظرِ کرم اے رسولِ امم
غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم

شمعِ ایماں کی ہے چراغِ سحر — اب بجھی تب بجھی ہم کو لگتا ہے ڈر
راہِ رشد و ہدیٰ کھو چکا ہے بشر — اف رے تیرہ شبی، اف رے کجیٔ نظر

اب تو نظرِ کرم اے رسولِ امم
غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم

اب سے پہلے ہمارا تو یہ حال تھا — بحرِ ظلمات بھی ہم سے پامال تھا
ہم ستاروں پہ بھی ڈالتے تھے کمند — کفر و باطل کا ٹوٹا ہوا جال تھا

اب تو نظرِ کرم اے رسولِ امم
غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم

پھر اسی بال و پر کے ہیں محتاج ہم — تاکہ پھر کر دیں باطل کو زیرِ قدم
بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑائیں ہم — ہم ہیں حاضر ترے در پہ با چشمِ نم

اب تو نظرِ کرم اے رسولِ امم
غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم

محمد اجمل مفتاحی

اِفتتاحیہ

عرصہ دراز سے بہت سے احباب کا اصرار تھا کہ مکتبہ اثریہ سے ایک اردو شمارہ بھی شائع کیا جائے تاکہ اردو خواں طبقہ اس سے مستفید ہو۔

مکتبہ اثریہ محدود ذرائع کا ایک مختصر سا ادارہ ہے، ہم نے احباب کے اصرار کے پیش نظر بار بار اس کا ارادہ بھی کیا مگر جب اپنے گردو پیش پر نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ یہ کام ہمارے لئے بہت مشکل ہے، ذرائع آمدنی کی محدودیت کے علاوہ مکتبہ اثریہ میں کام کرنے والے افراد کی قلت بھی اس کا بڑا سبب بن رہی تھی، پھر اپنی تصنیفی وتالیفی مصروفیات بھی کچھ اتنی ہیں کہ دوسرے کسی نئے کام کیلئے وقت نکالنا میرے لئے بہت مشکل تھا، کسی طرح "صوت الاسلام" عربی ہی کا کام ہو جاتا ہے یہی بڑی بات ہے، دینی پرچہ نکالنا اور وہ بھی ہندوستان جیسے ملک میں یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا ہمارے وہ احباب سمجھتے ہیں جنہیں اس کام سے سابقہ نہیں ہے۔

ادھر دو سال کے عرصہ میں میری عربی و اردو کئی کتابیں شائع ہو کر بڑی تیزی سے ہندوستان کے طول وعرض میں پھیل گئیں، یہ کتابیں غیر مقلدیت و سلفیت کے نام سے امت مسلمہ میں جو ایک شاذ اور بدعتی طبقہ پیدا ہو گیا ہے، اسکے رد میں ہیں، ان کتابوں نے ہندوستان و پاکستان کے علاوہ عرب دنیا میں بھی سلفیت کو بے نقاب کر دیا ہے اور اس فرقہ کا مکروہ چہرہ اور دوہرا کردار کھل کر لوگوں کے سامنے آگیا ہے۔

جب میری یہ کتابیں ہندوستان و پاکستان کے مختلف اطراف میں پہونچیں تو ایک باد

پھر لوگوں کا اصرار بڑھا کہ مکتبہ اثریہ سے ایک اردو پرچہ بھی شائع ہو، بعض احباب نے یہ کہا کہ اگر ماہنامہ نہ ہو سکے تو سہ ماہی سہی، اب کی دفعہ ان مخلصین کا اصرار کچھ اتنا شدید تھا کہ مجھے ان کے احترام میں اپنی رائے بدلنی پڑی، اور میں نے خدا سے مدد مانگ کر اور بار بار دعا کر کے اس کے سامنے ہاتھ پھیلا کر عزم و ارادہ میں پختگی کی بھیک مانگ کر یہ طے کیا کہ مکتبہ اثریہ سے اردو پرچہ ہر دو ماہ پہ شائع کیا جائے تین ماہ کا عرصہ بہت طویل ہو جاتا ہے، اور ماہنامہ شائع کرنا سر دست ممکن نہیں تھا درمیان کی راہ ہی مناسب معلوم ہوئی، یعنی دو ماہ کے وقفہ سے مکتبہ اثریہ کا اردو شمارہ مجلہ "زمزم" کے نام سے آپ کے ہاتھ میں پہونچا رہے ہے۔

مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والے اس اردو شمارہ کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ جو مضامین صوت الاسلام عربی شمارہ میں ہوں گے انھیں مضامین کا اردو ترجمہ پرچہ زمزم میں بھی ہوگا، اردو شمارہ کے عنوانات و مضامین الگ ہوں گے اور عربی صوت الاسلام جہاں پہونچتا ہے وہاں کا ماحول دوسرا ہے، اردو شمارہ میں برصغیر ہند کے رہنے والوں کے مزاج کی رعایت سے مضامین شائع ہوں گے، اس اردو شمارہ کی ایک خصوصیت یہی ہوگی کہ مضامین ہلکے پھلکے ہوں گے جن سے عوام الناس اور کم پڑھے لکھے لوگ بھی استفادہ کر سکیں گے، زبان کے سلسلے میں کوشش کی جائے گی کہ بہت آسان ہو تاکہ پڑھنے والوں کے ذہن پر بار کم پڑے اور استفادہ میں کوئی دقت نہ ہو، کوشش اس کی بھی ہوگی کہ مضامین میں تنوع رہے تاکہ قارئین کسی قسم کی اکتاہٹ محسوس نہ کریں۔

دعا فرمائیے کہ باری تعالیٰ ہمیں اپنی کوششوں میں کامیاب کرے، اور ہم نے جس عزم وہمت کے ساتھ اس کام کے لئے اپنے کو تیار کیا ہے اس میں مزید توانائی بخشے اور اپنی توفیق سے ہمیں بہرہ مند کرے۔

ہم اپنے مخلص احباب سے اس کی توقع رکھتے ہیں کہ اس پرچہ کی نشر واشاعت

میں ہمیں اپنا بھر پور تعاون دیں گے، خود بھی خریدار بنیں گے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف متوجہ کریں گے۔ انہیں احباب کی توجہ سے یہ پرچہ اپنا معیار بڑھاتا رہے گا، اور انشاء اللہ دین وملت کی خدمت انجام پاتی رہے گی۔

چونکہ ذمہ داران مکتبہ اثریہ غیر مقلدیت (یا سلفیت کہہ لیجئے) کو وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ سمجھتے ہیں اس وجہ سے اس موضوع سے متعلق چیزیں اس پرچہ میں زیادہ ہوں گی۔ اور رد وابطال تو ہر باطل فرقہ کا ہوگا اس بارے میں ہم کسی طرح کا تساہل برتنے کیلئے قطعاً تیار نہیں ہیں، اسلئے ہمیں وحدت کلمہ، اتحاد ملت، جیسے خوش کن عنوانات سے اپنے اس موقف میں لچک پیدا کرنے کیلئے مشورہ نہ دیا جائے اور نہ اس قسم کا کوئی مشورہ ہمارے لئے قابل قبول ہوگا۔

زم زم کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں پہونچ رہا ہے، ہمیں آپ کی رائے کا شدت سے انتظار ہے، اس شمارہ میں آپ نے جو کمی محسوس کی ہو ہمیں اسکے ضرور باخبر کریں۔

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مقاتی

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی مزاج اور منہاج نبوت کے اساسی اصول

(منفی پہلو)

لا اسلام الا بجماعۃ — اسلام بغیر جماعت کے نہیں

یعنی اسلام کا مزاج اجتماعیت پسندانہ ہے۔ انفرادیت پسندانہ نہیں۔

(۲) لا رھبانیۃ فی الاسلام — یعنی دین کے بارے میں اسلام کا مزاج اختراع پسندی اور جدت طرازی کا نہیں بلکہ اتباع پسندی ہے۔ نیز گوشہ گیری اور انقطاعت پسندی کا نہیں بلکہ عام مخلوق میں ملے جلے رہ کر کام انجام دینے کا ہے۔

(۳) لا اکراہ فی الدین — یعنی اسلام کا مزاج دین میں جبر و اکراہ اور تشدد کا نہیں بلکہ نرمی و محبت کے ساتھ حجت و برہان سے حق واضح کر دینے کا ہے۔ ماننا نہ ماننا کلیۃً مخاطب کا اختیاری فعل ہے۔

(۴) لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام — یعنی اسلام کا مزاج تخریبی یا ضرر رسانی کا نہیں بلکہ تعمیری اور نفع رسانی کا ہے۔

(۵) لا عدوی ولا طیرۃ — یعنی اسلام کا مزاج توہم پسندانہ نہیں کہ

فی الاسلام

شگون یا ٹونے ٹوٹکے یا کسی کی بیماری کسی کو لگ جانے کا تخیل باندھ لینا اس کے یہاں معتبر ہوں بلکہ حقیقت پسند انہ ہے کہ امور واقعیہ ہی اس کے نزدیک معتبر ہوتے ہیں۔ خواہ وہ حسی اسباب سے ظہور پذیر ہوں یا معنوی اسباب سے تخیلاتی اور توہماتی خطرات و وساوس اس کے نزدیک اسباب نہیں ہیں کہ حوادث کا ان سے تعلق ہو

(۶) لانولی امرنا هذا من طلبه

یعنی اسلام کا مزاج طالب عہدے کو عہدہ نہ دینے کا ہے گویا عادۃً عہدوں کی طلب خود غرضی کی دلیل ہوتی ہے، اور خود غرض انسان اپنی اغراض کی تکمیل میں مشغول رہ کر فرائض منصبی میں عادۃً قاصر رہتا ہے۔

(۷) لاتکلف نفسا الا وسعها

یعنی اسلام کا مزاج کسی پر اسکی طاقت کے قدر بار ڈالنے کا ہے خواہ انسان ہو یا حیوان زائد از طاقت بوجھ رکھنا اس کے نزدیک ظلم ہے۔

(۸) لیس منا من غشنا

یعنی اسلام کا مزاج گندم نمائی جو فروشی اور نمائشی خوبصورتیاں دکھلا کر دغل فصل کا نہیں بلکہ حقیقت پسندی اور حقیقت نمائی کا ہے۔

(۹) وما انا من المتکلفین

یعنی اسلام کا مزاج تصنع بناوٹ یا نمائش پسندی کا نہیں بلکہ سادگی، سچائی اور

ظاہر و باطن کی یکسانی کا ہے۔

(۱۰) لا نفرق بین احد من رسله

یعنی اسلام کا مزاج شخصیات مقدسہ کے نام پر تعصب تنگی، حد بندی اور گروہ سازی کا نہیں بلکہ انکی ہمہ گیر توقیر و تعظیم کے ساتھ بین الاقوامی طور پر اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر لانے اور عالم انسانیت کو متحد کرنے کا ہے۔

(۱۱) لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

یعنی اسلام کا مزاج دل چھوڑ کر بیٹھ رہنے اور بزدلی اور کم ہمتی دکھلانے کا نہیں بلکہ عزیمت اور قوۃ یقین کے ساتھ عالی حوصلگی اور ہمت مردانہ دکھلانے کا ہے۔

(۱۲) لا تیئسوا من روح اللہ

یعنی اسلام کا مزاج کتنی بھی مشکلات کا ہجوم سر پر آجائے مایوسی کا نہیں بلکہ امید بھروسہ اور اللہ پر اعتماد کے ساتھ ثبات و استقلال اور آگے بڑھتے رہنے کا ہے، مایوسی اسکے نزدیک کفر کا شعبہ ہے۔

(۱۳) ما جعل علیکم فی الدین من حرج

اسلام کا مزاج دین کے بارے میں ضیق اور تنگی کا نہیں بلکہ فراخی کا ہے معذور کو مجبور نہیں کیا جاتا بلکہ اسکے مناسب حال راہ نکال دی جاتی ہے۔

(۱۴) لن یشاء الدین الاغلبه۔

یعنی اسلام کا مزاج دین میں غلو مبالغہ اور تحمل بیجا کا نہیں ورنہ دین اسے ہٹا دے گا بلکہ اعتدال کے ساتھ بقدر طاقت بوجھ اٹھانے

کا ہے توسط و اقتصاد ہی اس کا بنیادی اصول ہے ۔

(۱۵) ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ ۔

یعنی اسلام کا مزاج دوست اور دشمن میں یکساں انصاف ہے جانبداری یا بے جا رعایت یا خویش نوازی اسکے یہاں خلافِ عدل اور خلافِ تقویٰ ہے ۔

(۱۶) لیس للانسان الا ما سعیٰ ۔

یعنی اسلام کا مزاج عمل پر ابھارنا ہے کہ ہر ایک کو اسی کی سعی کام دے گی دوسرے کی محنت کام نہ آئے گی تاکہ آدمی دوسروں پر تکیہ کرکے معطل نہ ہو بیٹھے، ہمت سے خود آگے بڑھے ۔

مثبت پہلو

یہی صورت اسلام کے اساسی اصول میں مثبت ضابطوں کی بھی ہے جس سے اسلام کا مزاج کھلتا ہے ۔ مثلاً :

(۱) لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحییٰ من حی عن بینۃ

یعنی اسلام کا مزاج حجت پسندی حجت طلبی اور تحقیق حال کا ہے جذبات پسندی یا محض شبہات یا قرائن بے تحقیق کسی کو انعام یا انتقام دینے کا نہیں

(۲) والصلح خیر و احضرت الانفس الشح

یعنی اسلام کا مزاج صلح جوئی اور امن پسندی کا ہے، لڑائی جھگڑے شر انگیزی اور فتنہ جوئی کا نہیں نیز اس کا مزاج احسان اور جود و کرم کا ہے، بخل، تنگی اور خود غرضی کا نہیں ۔

(۳) واصبر علیٰ ما اصابک ان ذٰلک من عزم الامور۔

یعنی اسلام کا مزاج انتقام پسندانہ نہیں بلکہ کریمانہ اور مصائب یا ایذا رسانیوں پر صبر و تحمل اور عفو و درگذر کا ہے۔ اس کو اس نے اولوالعزمی کہا ہے۔

(۴) انما المؤمنون اخوۃ

یعنی اسلام کا مزاج باہمی بھائی بندی اور ملنساری کا ہے اجنبیت پسندی اور بیگانہ روش کا نہیں۔

(۵) ان الناس کلهم اخوۃ

یعنی اسلام کا مزاج عالمی بھائی چارے کا ہے کہ تمام انسان بھائیوں کی طرح رہیں خواہ کوئی بھی قوم ہو اور کسی بھی مذہب کی ماننے والی ہو غلام سازی یا استحصال عوام یا گروہ سازیوں کے ذریعہ بھائی کو بھائی سے جدا کر دینے کا ہے

(۶) من قتل نفسا بغیر نفس فکانما قتل الناس جمیعا۔

یعنی اسلام کا مزاج پورے عالم انسانیت کے احترام و تحفظ کا ہے انسانیت کی تحقیر و تذلیل اور لاپرواہی سے اس کے ضائع ہو جانے پر قناعت کر لینے کا نہیں۔

(۷) ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک هم الکافرون حقا۔

یعنی اسلام کا مزاج خلط والتباس یا حق و باطل کو خلط ملط کر دینے یا اقوام کی رضاجوئی کی خاطر حق و باطل کو جمع کر کے بین بین راہیں نکالنے کا نہیں بلکہ حق و باطل کو نکھار متمیز کر دینے کا ہے۔

(۸) ادخلوا فی السلم کافۃ

اسلام کا مزاج دائرہ حق (اسلام) میں پورے

داخل کرانے اور یک رخی کے ساتھ دلوں کو
سکون و اطمینان بخشنے کا ہے ۔ تاتارانہ
ادھ کچرے کام سے دلوں کو ڈانوا ڈول کرنے
کا نہیں ۔

(۹) ان تؤدوا الامانات الیٰ اهلها ۔

یعنی اسلام کا مزاج امانت داری اور امانت
سپاری کا ہے بد دیانتی خیانت پسندی یا دخل
زنی کا نہیں ۔

(۱۰) ویقولون سمعنا واطعنا

اسلام کا مزاج اجتماعی امور میں استواری
نظام اور قیام امارت پر امیر کے حق میں سمع و
طاعت کا ہے اگرچہ ایک حبشی غلام ہی کا امیر
بنا دیا جائے مرکزیت یا فوضویت اور بے مرکز
جمہوریت اسلام کا مزاج نہیں کہ یہ انتشار
پسندی ہے ۔

(۱۱) کل امرءٍ بما کسب رهین ۔

اسلام کا مزاج ہر ایک کو اپنے ہی عمل پر ابھارتا
ہے تاکہ دوسروں پر تکیہ کرکے نہ بیٹھ جائے ۔

(۱۲) من یعمل سوءً یجز به ۔

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ کوئی اپنی نسبت یا
نسب یا انتساب پر بھروسہ کرکے نہ بیٹھ جائے
جس نے جو کچھ کیا ہے وہ ضرور اسکے آگے آئیگا ۔

(۱۳) ثلاثة لعنهم الله (و) منهم متبع فی الاسلام سنة جاهلية

یعنی اسلام کا مزاج یہ ہے کہ جاہلیت کی جن رسم
کو اس نے مٹا دیا ہے ان کا اعادہ یا نئی نئی
پگڈنڈیاں نکالنا اس کیلئے قابل برداشت
نہیں کہ خود اسلام کی تخریب ہے ۔

(۱۴) ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

اسلام کا مزاج رسالت کی پیروی کراتا ہے قانونِ حق میں ایجاد و اختراع کرانا نہیں۔

(۱۵) الدنیا مزرعۃ الآخرۃ

(اور)

ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرۃ۔

اسلام کا مزاج ہر عمل کو خواہ عبادۃ ہو یا خواہ عادۃ اخروی بناتا ہے دنیا پر ختم کر دینا نہیں ہے نہ دنیوی مفادات کو اصل رکھتا ہے مگر دنیا ترک کرانا بھی نہیں بلکہ اسے اختیار کر کے اس میں سے آخرت نکلواتا ہے اس لئے دنیا کو کھیتی کہا ہے، پس اگر پھل ضروری ہے تو کھیتی کرنا بھی ضروری ہے ورنہ پھل نہیں مل سکتا، پس اسلام کے مزاج میں ترک دنیا نہیں بلکہ ترک محبت دنیا ہے اسلئے کہ یہی دنیا انسان کیلئے پیدا کی گئی ہے تو وہ معطل نہیں چھوڑی جا سکتی اور انسان آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اسے محض دنیا پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔

بہرحال کتاب و سنت کے یہ چند اساسی اصول جیسے اجتماعی، انفرادی، شخصی، جماعتی مرکزیت، امارت، سمع و طاعت، تفویض، جہد و جہات کی نوعیت، عوام کا طرز تربیت، اخلاقی بلندی، عملی جوش، معاشرت کا ڈھنگ، دین کی وسعت، غلط و التباس سے اس کا بالاتر ہونا، بدعات و محدثات سے گریز، اتباع رسالت، اخوت، ہمدردی، بے لوث عدل و انصاف، خدمت خلق، دنیا کا آخرت سے ربط، اور آخرت کی مقصودیت وغیرہ وہ امور ہیں جن سے منہاج نبوت کا ذوق اور اسلامی مزاج کھل کر سامنے آتا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری مدظلہٗ

اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت

بدعت کی تعریف

بدعت اسے کہا جاتا ہے کہ جس کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت نہ ملے، حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین کے مبارک زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں:

والبدعة اصلہا ما احدث علی غیر مثال سابق وتطلق فی الشرع فی مقابل السنة فتکون مذمومة (فتح الباری ص ۲۱۹ ج ۴ کتاب صلوٰة التراویح)

بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال کے اور نمونہ کے ایجاد کی گئی ہو اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے لہٰذا وہ مذموم ہی ہوگی۔

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

واما البدع فہو جمع بدعة وھی کل شیٔ لیس لہ مثال تقدم فیشتمل لغة ما یحمد ویذم ویختص فی عرف اھل

بدعت ہر وہ چیز ہے کہ اس کے لئے سابق زمانہ میں کوئی مثال (نظیر) نہ ہو لغوی معنی کے اعتبار سے یہ لفظ قابلِ تعریف اور قابلِ مذمت دونوں چیزوں کو شامل ہے

الشرع بما يذم ـ وان وردت فی المحمود فعلی معناہ اللغوی (فتح الباری ص۲۲۵ ج ۱۳) باب ما یکرہ من التعمق و التنازع فی العلم والغلو فی الدین والبدع ـ

اور شرعی اصطلاح میں یہ لفظ خاص کر اسی موقع پر استعمال ہوتا ہے جو چیز قابلِ مذمت ہو اور اگر کسی جگہ قابلِ تعریف چیز پر بدعت کا لفظ بولا گیا ہو تو وہ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ہوگا شرعی اصطلاح کے اعتبار سے نہیں ـ

شامی میں ہے :

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبہۃ و استحسان وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما ـ (شامی ص۵۲۵ ج ۱ باب الامامۃ)

بدعت وہ امر ہے جس کو ایک قسم کے شبہ اور استحسان کے ساتھ اس حق کے خلاف ایجاد کیا جاوے جو کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے خواہ وہ از قسم علم ہو یا عمل یا حال اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم قرار دے لیا جاوے ـ

مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :
بدعت کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرونِ مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو اور اسکو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے ۔
(تفسیر فوائد عثمانی پ۲۷ رکوع ۲۰ سورہ حدید آیت ۲۷ ورہبانیۃ ن ابتدعوہا)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں ، بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور احادیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا جائے

یا چھوڑا جائے۔ (تعلیم الاسلام صفحہ ۲۱ حصہ چہارم، بدعت کا بیان)

علم الفقہ میں ہے: اصطلاح شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو امور دینیہ سے سمجھی جائے اور کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو نہ کتاب اللہ سے نہ احادیث سے نہ اجماع محدثین سے نہ قیاس شرعی سے۔

(علم الفقہ صفحہ ۲۳۔۲۲، ایصال ثواب کا بیان، مصنفہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی)

عمدۃ الفقہ میں ہے: بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو، نہ اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جائے اور شرع شریف کی ان چاروں دلیلوں یعنی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و اجماع امت (صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا اجماع) اور قیاس مجتہدین سے اس کا ثبوت نہ ملے اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے خواہ اس کا موجد کوئی بھی کیوں نہ ہو (عمدۃ الفقہ صفحہ ۱۰۷ جلد ۱ مصنفہ حضرت مولانا شاہ زوار حسین رحمہ اللہ تعالیٰ)

عقائد اسلام میں ہے: شرع میں بدعت دین میں کمی زیادتی کرنے کو کہتے ہیں کہ بغیر اذن شارع کے کی جاوے اور شارع کے قول یا فعل سے صراحۃً یا اشارۃً اس کی اجازت نہ پائی جاوے کذا فی الطریقۃ المحمدیہ، اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو چیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہو خواہ خود حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا ہو یا حضرت کے اصحاب نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو کیا ہو اور آپ نے منع نہ کیا ہو سو وہ بالاتفاق بدعت نہیں ہے بلکہ سنت ہے اور جو چیز کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں، وہ مطلقاً بدعت نہیں بلکہ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر وہ از قسم عادت ہے تو وہ بھی بالاتفاق بدعت نہیں بشرطیکہ ممنوع نہ ہو، اور اگر از قسم عبادت ہے پس وہ صحابہ کے عہد میں یا تابعین کے یا تبع تابعین کے

یا بعد اس کے، پس اگر صحابہ کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ صحابہؓ نے بعد خبر پانے کے منع نہ کیا ہو جیسا کہ قبل از نماز عیدین خطبہ پڑھنا چنانچہ مروان نے پڑھا اور ابو سعید خدریؓ نے منع کیا (تو عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا بدعت ہوگا) روایت کیا اس کو بخاریؒ وغیرہ نے۔ اور اگر تابعین یا تبع تابعین کے عہد میں پیدا ہوئے تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ ان لوگوں نے خبر پا کر اس کو منع نہ کیا ہو (اگر منع کیا تو وہ بدعت ہوگی) اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے عہد کی چیز اسلئے بدعت نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم الحدیث، رواہ الشیخان۔ کہ سب سے اچھا میرا زمانہ ہے پھر ان کا جو ان کے بعد ہوں گے پھر ان کا جو ان کے بعد ہونگے یعنی تبع تابعین، پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے کہ خود بخود گواہی دیتے پھرا کریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے، (الحدیث) پس بموجب بشارت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان تینوں زمانے کا اعتبار ہے اور ان کے عہد میں خیر ہے اور ان کے بعد پھر شر ہے اور اگر ان تینوں زمانہ کے بعد پیدا ہوئے ہیں تو اس کو ادلہ شرعیہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ، اجماع امت قیاس مجتہدین سے مطابق کیا جاوے گا پس اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانوں میں پایا جاوے گا اور وہ کسی اولہ شرعیہ سے ثابت ہوگی تو بدعت نہ ہوگی اور اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانے میں نہ پایا گیا یا وہ کسی ادلہ شرعیہ سے ثابت نہ ہوئی تو بدعت ہے گو اس کا موجد کوئی کیوں نہ ہو مولوی، درویش مکی، مدنی، شیخ، سید۔

(عقائد اسلام ص۱۳۲ مصنفہ علامہ مولانا ابو محمد عبد الحق صاحب مفسر قرآن)

بدعت بہت سخت گناہ ہے از روئے حدیث بدعت مردود ہے، گمراہی ہے شر الامور ہے، اللہ تعالی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت کا سبب ہے، بدعتی کی تعظیم کرنے والے پر لعنت ہوتی ہے، بدعتی کا روزہ

مقبول نہیں، نماز مقبول نہیں، حج مقبول نہیں، عمرہ مقبول نہیں، صدقہ مقبول نہیں، جہاد مقبول نہیں، بدعتوں سے باز نہ آوے تو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔

بدعت اس قدر سخت گناہ ہے کہ اس کی نحوست سے سنت نیست ونابود ہوجاتی ہے اور وہ قوم سنت کے نور سے محروم ہوجاتی ہے، حدیث میں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ رواہ احمد، مشکوٰۃ شریف ص۳۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی قوم نے بھی کوئی بدعت ایجاد کی تو اس کی وجہ سے اس جیسی سنت اس قوم سے اٹھالی جاتی ہے، لہذا سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

دوسری روایت میں ہے ثم لا یعیدھا الیہم الی یوم القیمۃ پھر وہ سنت جو اٹھالی جاتی ہے قیامت تک اس قوم کو نہیں دی جاتی (بالفاظ دیگر وہ قوم اس سنت سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوجاتی ہے) (مشکوٰۃ شریف ص۳۱)

مطلب یہ ہے کہ بدعت سے سنت کو عظیم نقصان پہونچتا ہے، بدعت سنت کی جگہ لے لیتی ہے اور بالآخر سنت نیست ونابود ہوجاتی ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے، گیہوں چاول باجرہ وغیرہ کے کھیت میں گھاس اُگ آتی ہے اور وہ جس قدر بڑھتی جاتی ہے فصل کو نقصان پہونچتا ہے، اس نقصان سے حفاظت کی خاطر کھیت کا مالک اس گھاس کو جڑ سے نکلوادیتا ہے تو گیہوں وغیرہ کے پودے پھلتے پھولتے ہیں اور فصل عمدہ ہوتی ہے، اگر وہ گھاس اکھاڑی نہ جائے تو کھیتی کو سخت نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی طرح بدعت سنت کو پھلنے پھولنے نہیں دیتی اسے دبائے رکھتی ہے، اگر ابتداء ہی سے بدعت کو روکا نہ جائے تو بالآخر بدعت غالب آجاتی ہے اور سنت کی جگہ لے کر نیست ونابود کردیتی ہے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

لا يقبل الله لصاحب بدعة صوماً ولا صلوٰة ولا صدقة ولا حجاً ولا عمرة ولا جهاداً ولا صرفاً ولا عدلاً يخرج من الاسلام كما تخرج الشعرة من العجين (ابن ماجہ ص۶)

اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول فرماتے ہیں نہ نماز نہ صدقہ نہ حج نہ جہاد، نہ کوئی فرض عبادت نہ نفلی عبادت، بدعتی اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔

اسی بنا پر احادیث میں بدعت کی بہت ہی مذمت کی گئی ہے۔ مسلم شریف میں ہے۔

عن جابر رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته واشتد غضبه كانه منذر جيش يقول صبحكم ومساكم ويقول بعثت انا والساعة كهاتين ويقرن بين اصبعيه السبابة والوسطى ويقول اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الامور

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ آواز اونچی ہو جاتی، غصہ سخت ہو جاتا جیسے کسی لشکر سے ڈراتے ہوئے فرما رہے ہوں کہ تم پر صبح یا شام کو ٹوٹ پڑنے والا ہے اور اپنی شہادت والی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے فرماتے میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں جیسے یہ دونوں انگلیاں (یعنی بغیر فاصلے کے) اس کے بعد آپ ارشاد فرماتے سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے عمدہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

محدثاتها وكل بدعة ضلالة
(مشکوٰۃ شریف ص۳۰ باب الاعتصام)

سب سے بری چیز بدعتیں (نو ایجاد چیزیں) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

عن العرباض بن سارية قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ثم اقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل يا رسول الله كانّ هذه موعظة مودّع فاوصنا فقال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان كان عبدًا حبشيًا فانه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافًا كثيرًا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فانّ كل محدثة بدعة وكل بدعة

حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر نہایت بلیغ اور موثر انداز میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے جس کی وجہ سے حاضرین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل لرز گئے ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو گویا رخصت کرنیوالے کی نصیحت ہے ہمیں اور بھی نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا میں تم کو تقویٰ اختیار کرنے اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ (تمہارا) امیر حبشی غلام ہو لیکن تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ تم اس طریقہ پر مضبوطی سے جمے رہو جو میرا طریقہ ہے اور میرے بعد ان خلفاء راشدین کا طریقہ ہے جو ہدایت یافتہ ہیں تم اس کو مضبوطی سے سنبھالو اور ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو اور جو نئی باتیں ایجاد ہوں

ضلالۃ، رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ (مشکوٰۃ شریف ص۲۹ ص۳۰) | ان سے پوری طرح پرہیز کرو اسلئے کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

نیز حدیث میں ہے، حضوراقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو ردٌّ جو شخص اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے (صحیح بخاری شریف ص۳۷۱ ج۱ صحیح مسلم شریف ص۷۷ ج۲ مشکوٰۃ شریف ص۲۷)

مسلم شریف میں ایک اور حدیث میں ہے: من عمل عملاً لیس علیه امرنا فھو ردٌّ۔ جو شخص ایسا کام کرے جس کیلئے ہمارا حکم نہیں ہے وہ رد اور باطل ہے۔ (مسلم شریف ج۲ ص۷۷)

ابوداؤد شریف میں ہے، من صنع امراً علی غیر امرنا فھو ردٌّ۔ جس نے ہمارے حکم کے خلاف کوئی کام کیا وہ مردود ہے (ابوداؤد شریف ج۲ ص۲۸۹)

حضوراقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

فمن احدث فیھا حدثاً او اویٰ محدثاً فعلیه لعنة اللّٰه والملائكة والناس اجمعین لایقبل منه صرفٌ ولاعدلٌ (مشکوٰۃ شریف ص۲۳۸ باب حرم المدینة حرسھا اللّٰه تعالیٰ۔) | جس نے اس (مدینہ منورہ) میں کوئی نئی بات ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی ایسے شخص پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کی فرض عبادت مقبول ہوتی ہے اور نہ نفلی عبادت۔

محمد ابوبکر غازی پوری قسط (۱)

"حقیقۃ الفقہ" کتاب پر ایک نظر
غیر مقلدین مجتہدین کی قابلیت کے کچھ نمونے

مولانا محمد یوسف جے پوری مشہور غیر مقلد عالم ہیں، اور بقول مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس "وہ ایک صاحب نظر عالم تھے" مولانا جے پوری چونکہ بقول مولانا مقتدیٰ حسن ازہری "فقہ حنفی کی ناہمواریوں سے واقف تھے" انھوں نے بقول مولانا ازہری صاحب فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کے لئے ایک کتاب حقیقۃ الفقہ کے نام سے تالیف فرمائی جو بڑی تحقیقی اور مفید ہے۔

میں بہت دنوں سے اس کتاب کا نام سنا کرتا تھا، غیر مقلدین جماعت کے اصاغر و اکابر اس کتاب کو بڑی اہمیت دیتے ہیں، بہت سی تحریرات میری نظر سے گذریں جن میں اسی کتاب کے مشتملات و مضامین سے فقہ حنفی پر بمباری کی گئی ہے، اور فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔

حقیقۃ الفقہ کتاب کی خود احناف کی نگاہ میں کیا اہمیت ہے، بقول مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ:

> "اس میں بعض وہ مسائل ہیں جن کے ائمہ مجتہدین قائل نہیں ہیں اور بعض مسائل میں اپنی طرف سے کتر بیونت کرکے اور اپنے خیال میں ان کو گھناؤنا بنا کر پیش کیا گیا ہے۔" (مجلہ آثار شمارہ ۲ جلد ۱)

اس کتاب کی اس واشگاف حقیقت کے باوجود غیر مقلدین جماعت میں اس کتاب کو

بڑی اہمیت دی گئی ہے، اسلئے کہ اس میں فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کیا گیا تھا اور اس کا مصنف ایک صاحب نظر عالم تھا۔

جیساکہ میں نے عرض کیا ابھی تک یہ کتاب میرے مطالعہ سے گزری نہیں تھی صرف اس کا نام سنا کرتا تھا، دوماہ قبل کی بات ہے کہ ایک کتب خانہ میں مجھے یہ کتاب دستیاب ہوگئی، اور میں نے فقہ حنفی کی ناہمواریوں سے واقف ہونے کیلئے اس کا مطالعہ دوران سفر ٹرین ہی میں شروع کر دیا اور از اول تا آخر اس .صاحب نظر عالم. کی یہ کتاب پڑھ ڈالی۔

جی ہاں پڑھ ڈالی، مگر ہوا کیا، مجھے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کا کہیں سراغ تو لگا نہیں البتہ میرا یہ احساس مزید بڑھا کہ جماعت غیر مقلدین میں۔ جہل" کی فراوانی بہت بزیادہ ہے ان کے صاحب نظر علماء کی علمی سطح بھی بہت پست ہوتی ہے، اور ان کے صاحب نظر عالم لوگ کسی اچھے عربی مدرسہ کے متوسط درجہ کی استعداد کے طلبہ کے برابر بھی علمی استعداد نہیں رکھتے ہیں۔

.جماعت غیر مقلدین کے علماء پر یہ میرا کوئی الزام نہیں ہے تجربات نے ہمیں اس نتیجہ تک پہونچایا ہے، جامعہ سلفیہ بنارس میں آج کل .پی ایچ ڈیوں .کا جمگھٹا ہے،، انھیں پی ایچ ڈیوں میں سے کوئی صاحب ڈاکٹر رضاءاللہ نامی ہیں، سال گزشتہ دہلی سے شائع ہونے والے مرکزی جمعیت اہلحدیث کے پرچہ ترجمان میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، عنوان تھا:

.سلفیت کا تعارف اور اس کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ [1]

اس مضمون میں یہ پی ایچ ڈی صاحب لغت میں سلفیت کا معنی بتلاتے ہوئے

---

[1] یہ مضمون جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہونے والے محدث پرچہ میں بھی چھپا ہے۔
(دیکھو محدث ستمبر ۱۹۹۰ء)

فرماتے ہیں ۔ لغوی اعتبار سے سلفی سالف کی جمع ہے

جی ہاں غیر مقلدین پی ایچ ڈیوں کے نزدیک لغوی اعتبار سے سلفی سالف کی جمع ہے اس قابلیت پر کون نہ مرجائے اے خدا ۔ اندازہ لگائیے جماعت غیر مقلدین میں جہل کی فراوانی کا ، اور پھر ان کی تعلی آمیز تحریریں دیکھئے ، ان کا ہر صاحب قلم براہ راست امام ابو حنیفہ سے پنجہ آزمائی کرتا نظر آئے گا ۔

اسی مضمون میں ڈاکٹر رضاء اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے ۔

لاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین ۔

اور اس کا یہ دلچسپ اردو پی ایچ ڈیانہ ترجمہ کیا ہے :

" میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی "

اہل علم غور فرمالیں کیا اس حدیث کا یہی ترجمہ ہے ؟ ڈاکٹر صاحب نے قطعاً غور نہیں کیا کہ جب وہ جماعت حق پر غالب رہے گی تو خود حق کیا ہوگا ؟ کیا حق مغلوب نہیں ہوگا ، اور حق کو مغلوب کر لینے کے بعد وہ جماعت قابل مدح کیسے ٹھہرے گی ۔

جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ سلفی کو سالف کی جمع بتلائیں اور ایک حدیث کا بھی صحیح ترجمہ نہ کر سکیں انکو دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم لوگ اپنے اجتہاد کے زور پر کتاب و سنت سے استفادہ کر لیں گے ، اور ان کو مسائل شرعیہ معلوم کرنے کیلئے کسی رہنما کی ضرورت نہیں ہے ۔ وفی ذالك عبرة لاولی الابصار ۔

بات چل رہی تھی مولانا یوسف جے پوری اور انکی کتاب حقیقۃ الفقہ کی ،

مولانا جے پوری کی کتاب پڑھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ کیا غیر مقلدین جماعت میں اب علم اتنا عنقا ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری جیسا فاضل بھی مولانا جے پوری کو صاحب نظر آدمی کہتے ہوئے شرم نہیں کھاتا ، اور صرف مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ہی کیا ، اس جماعت کا ہر چھوٹا بڑا اس کتاب کے بل بوتے پر اچھلتا کودتا نظر آتا ہے ۔

مولانا یوسف جے پوری کی یہ کتاب اپنے علمی مواد کے اعتبار سے کس پایہ کی اور علم وتحقیق کے کس معیار کی ہے، اس سے اجمالی واقفیت تو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کتاب کے بارے میں مختصر مگر جامع تبصرے معلوم ہو گئی۔ میں اپنے اس مضمون میں مولانا کی قابلیت کے کچھ نمونے پیش کر رہا ہوں جن سے قارئین کو مزید معلوم ہوگا کہ یہ کتاب علم وتحقیق کے اعتبار سے کس پایہ کی ہوگی اور مولانا کیسے بڑے صاحب نظر عالم تھے، اور جو لوگ اس قابلیت کے لوگوں کو بھی صاحب نظر کہتے ہوں، خود ان کی نظر کتنی بلند ہوگی اور ان کی اپنی تحقیق وبحث کا معیار کتنا بلند ہوگا۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ مولانا محمد یوسف جے پوری کی علمی سطح بہت پست ہے، قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر وغیرہ علوم کی بات تو الگ ہے، مولانا جے پوری کو نحو وصرف اور عربی زبان وادب سے بھی بس برائے نام ہی تعلق تھا، معمولی معمولی عربی عبارتوں کا بھی صحیح ترجمہ کرنے کی مولانا موصوف میں صلاحیت واستعداد نہیں تھی۔ قارئین میری یہ بات سن کر چونکیں نہیں درج ذیل نمونوں سے عبرت حاصل کریں۔

(۱) مولانا جے پوری نے اپنی اس کتاب میں اعلام الموقعین سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ انما حدثت هذه البدعة فی القرن الرابع المذمومة علی لسانه صلی الله علیه وسلم۔

اور اس کا ترجمہ کیا ہے:

یہ تقلید کی بدعت چوتھی صدی میں جاری ہوئی ہے، یہ وہ زمانہ ہے کہ جس کی مذمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکی ہے۔ ص۲۵

اہل علم غور فرمائیں کہ مولانا سے اس سادہ سی بالکل واضح عربی عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں ہو سکا ہے، اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

" یہ بدعت چوتھی صدی میں جاری ہوئی ہے ، یہ وہ بدعت ہے
جس کی مذمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ثابت ہو چکی ہے۔

یعنی مذمت کا تعلق بدعت سے ہے زمانہ سے نہیں ہے ، مذموم بدعت کو کہا جارہا ہے زمانہ کی مذمت نہیں کی جارہی ہے۔ المذمومة مؤنث ہے جو عبارت میں بدعت کی صفت ہے قرن کی نہیں۔

حقیقۃ الفقہ کا صاحب تنظر غیر مقلد عالم جو فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کیلئے مستقل ایک کتاب لکھنے کا حوصلہ رکھتا ہے ، اس کی علمی سطح یہ ہے کہ وہ نحو وصرف اور عربی زبان سے ایسا جاہل ہے کہ معمولی عربی عبارت کا صحیح ترجمہ بھی نہیں کر سکا۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ جلد دوم سے مولانا جے پوری نے یہ عبارت نقل کی ہے:

فلقد تفانوا اصحاب الحدیث وتلا شوا
وتبذل الناس بطلبہ یھزأ بہم اعداء الحدیث ۔

اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

اصحاب حدیث یکے دیگرے مرتے چلے گئے اور (جو بچے وہ)
حقیر سمجھے جاتے تھے لوگوں نے علم حدیث کی نگہداشت چھوڑ دی اللہ
کتاب وسنت کے دشمن ہو گئے ۔ صـ۲۹

میں اہل علم سے گذارش کروں گا کہ وہ خط کشیدہ عبارت میں غور کرکے بتلائیں کہ یہ ترجمہ اس عربی عبارت کے کن الفاظ کا ہے ، ناظرین اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

اصحاب حدیث ختم ہو گئے اور کمزور پڑ گئے ، لوگوں نے طلب حدیث کیلئے
باوقار طریقہ چھوڑ دیا ، دشمنان حدیث حدیث والوں کا مذاق اڑانے لگے ،

(۳) صـ۴ میں وادمن النظر فی الوجیلم کا ترجمہ کیا ہے۔
۔ اور بغور صحیحین (بخاری ومسلم) کو دیکھئے:

مشہور ہے کہ کانے کو ہر چیز دو ہی نظر آتی ہے، یہاں بھی مولانا بے پوری صحیح و سے صحیحین یعنی بخاری مسلم سمجھ رہے ہیں، یہ صرف جہالت و حماقت ہی نہیں بلکہ فریب کاری کا بھی کھیل کھیلا جا رہا ہے، کہنے والا تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ اہل علم کو صحیح حدیث کے حصول کی تگ و دو میں لگے رہنا چاہیے خواہ وہ صحیح حدیث بخاری و مسلم میں ہو یا حدیث کی کسی اور کتاب میں، مگر مولانا بے پوری اسکے برخلاف لوگوں کے ذہنوں میں اس غلط و فریب کارانہ ترجمے سے یہ بٹھلانا چاہتے ہیں کہ صحیح حدیث کا وجود بخاری و مسلم کے علاوہ اور کہیں نہیں ہے۔

(۴) قال ابن مسعود لا یقلدن احدکم دینه رجلا ان امن امن وان کفر کفر۔

کا ترجمہ کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ کوئی شخص دین کے بارے میں کسی کی تقلید نہ کرے کیونکہ اگر وہ (متبوع) مومن رہا تو اس کا مقلد بھی مومن رہے گا اور اگر وہ کافر ہوا تو اس کا مقلد بھی کافر رہے گا۔

اہل علم زیر خط عبارت کو پڑھ کر بتلائیں کہ مولانا بے پوری کا مذکورہ عربی عبارت کا ترجمہ کہاں تک صحیح ہے۔ وان امن امن وان کفر کفر کا یہی ترجمہ ہوگا۔ اور لا یقلدن احدکم دینه کا ترجمہ مولانا نے صحیح کیا ہے؟ صحیح ترجمہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

کوئی اپنے دین کو کسی کا قلادہ نہ بنائے کہ وہ مومن رہے گا تو میں بھی مومن رہوں گا اور وہ کافر ہو جائے تو میں بھی کافر ہو جاؤں گا۔

(۵) وجمہور المجتہدین لا یقلدون الا اصحاب الشرع کا ترجمہ کیا ہے:

تمام مجتہدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی تقلید[1] نہیں کرتے تھے ص۹۹

حاشیہ اگلے صفحہ پر

مولانا جے پوری جوش غیر مقلدیت میں جمہور المجتہدین کا ترجمہ "تمام مجتہدین"

کر رہے ہیں۔

(۶) اسی صفحہ میں حاشا اللہ کا ترجمہ "خدا ان سے خوش ہو" کر کے مولانا نے اپنی بے نظیر قابلیت سے ہم سب کو خوش کر دیا ہے، اصل عربی اور اس کا ترجمہ دیکھئے:

هل اباح مالك و ابو حنيفة والشافعي قط لاحد تقليدهم
حاشا الله منهم۔ ہرگز روا نہیں رکھا مالک اور ابو حنیفہ اور شافعی
نے (خدا ان سے خوش ہو) کسی کیلئے اپنی تقلید کو

کس نے بھلا کب سنا ہوگا حاشا للہ منہم کا یہ فاضلانہ ترجمہ۔

(۷) اور مولانا جے پوری نے تو درج ذیل مشہور عبارت کا جو غیر مقلدانہ ترجمہ کیا ہے وہ غیر مقلدین علماء کی قابلیت کا ایسا شاہکار ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روح جن کا وہ کلام ہے خوش ہو گئی ہو گی، امام مالک فرماتے ہیں:

مامن احد الا ماخوذ من كلامه ومردود عليه الا
رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

مولانا جے پوری نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"امام مالک نے فرمایا جو ہے کہ اپنے کلام سے ماخوذ ہوگا اور اسی پر اس کا کلام رد کر دیا جائے گا سوائے رسول اللہ کے" (ص۳۳)

یہ ترجمہ دیکھ کر اہل علم غش غش کر رہے ہوں گے اور زبان و ادب کے ماہرین غش کھا کر

---

(۱) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید شخصی کا شیوع چوتھی صدی ہجری میں ہوا، اور یہ کہ تقلید شخصی حرام ہے تو کیا اسلاف کرام جو جمہور مجتہدین تھے کیا سب چوتھی صدی کے تھے، اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ جو تقلید شخصی کر رہے تھے تو ان کا یہ عمل حرام تھا۔؟

گر رہے ہوں گے ۔ مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روح قبر میں تڑپ رہی ہوگی کہ کس جاہل کے زیر قلم میری یہ بات آگئی ہے ۔

افسوس اس سفاہت و جہالت کے باوجود غیر مقلدین کو ائمہ دین کی اتباع و پیروی سے شرم آتی ہے ، اور اجتہاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور فقہ حنفی کی ناہمواری ظاہر کرنے کی ہمت ہوتی ہے ، قابل داد ہیں وہ لوگ جو علم و قابلیت کی اس پونجی کے بل بوتے پر فقہ حنفی سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ رکھتے ہیں ، اور قابل مدح و ستائش ہیں وہ لوگ جو استعداد اور صلاحیت کے فقدان کے باوجود بھی مجتہد بننے کا خواب دیکھتے ہیں ، ناظرین اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ، امام مالک فرماتے ہیں ؛

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کی کچھ بات لی بھی جاتی اور چھوڑی بھی جاتی ہے ۔

یعنی صرف اللہ کے رسول کی ذات ہی ایسی ہے جس کی ساری باتیں قابل قبول ہیں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا یہ مقام نہیں ہے خواہ وہ علم و معرفت اور عقل و تقدس میں کتنا اونچا بھی مقام رکھتا ہو جس کی ساری باتیں قابل قبول و قابل عمل ہوں ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بہت مشہور کلام ہے ، شاید ہی کوئی ایسا عربی داں اور عالم ہو جس کی نگاہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات بار بار گزری نہ ہو ، مگر اس مشہور عبارت کا بھی مولانا یوسف جے پوری سے جو فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو جتلانے کیلئے " حقیقۃ الفقہ " جیسی شاہکار کتاب تصنیف کر رہے ہیں صحیح ترجمہ نہ ہو سکا اس جہالت کے باوجود غیر مقلدین دانشور اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والے لوگوں کی نگاہ میں مولانا جے پوری صاحب تبحر عالم ہی ہیں ۔ (فالی اللہ المشتکی)

(۸) ص۴ میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے :

ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ متخذ بیہ

مجموعہ ۱-۲ جمل مفتاحی

ثم التابعين بعد الرجل فيه مخير۔

اور اس کا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے :

" اور جو آنحضرت اور صحابہ سے پہونچے اس پر عمل کرنا پھر تابعین میں انسان مختار ہے "

اہل علم دیکھ رہے ہیں کہ یہ صاحب جو فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کیلئے " حقیقۃ الفقہ " لکھ رہے ہیں ان کا مبلغ علم کیا ہے ، عربی زبان کی کتنی شدبد ان میں ہے ، معمولی عربی عبارت کا نہ ترجمہ صحیح کر پاتے ہیں نہ مطلب صحیح سمجھ پاتے ہیں ، مگر ان کی حقیقۃ الفقہ پڑھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم و فقہ کے عرش و کرسی کے تاجدار ہیں ، ائمہ احناف ان کے سامنے طفل مکتب ہیں ، اور موصوف سے بڑا نہ کوئی فقیہ ہے اور نہ مجتہد ، عقل و رتبع کی وہ انتہا کر تو بھلی ۔

ناظرین اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

جو آنحضور اور صحابہ کرام سے پہونچے اسے لیلو پھر تابعین سے تو اسکے بعد آدمی کو اختیار ہے ۔

یہ کلام حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ، حضرت امام موصوف کا مقصد یہ ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے اس زمانہ کی خیریت و بھلائی کی شہادت خود آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اللہ کے رسول کا ارشاد ہے خير القرون قرنى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ۔ پہلا زمانہ آنحضور کا ہے دوسرا زمانہ صحابہ کرام کا تیسرا زمانہ تابعین کا اور خیر و بھلائی ان تینوں زمانہ کو شامل ہے ، اس وجہ سے امام احمد فرماتے ہیں کہ مسائل میں دیکھو کہ آنحضور کا ارشاد کیا ہے اور اس پر عمل کرو پھر دیکھو کہ صحابہ کرام کا عمل کیا تھا اس پر عمل کرو پھر تابعین کے زمانہ کو دیکھو اور ان کا قول اختیار کرو ، اس کے بعد تم کو اختیار ہے کہ تم خود بھی اجتہاد سے کام لے سکتے ہو ۔

مگر ہمارے موصوف جے پوری صاحب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو ان کے مقصد کے بالکل خلاف اس کا غلط اور محرفانہ ترجمہ اپنے قارئین کے سامنے پیش کر کے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

ہم آگے چل کر بتلائیں گے کہ غیر مقلدین کے۔ صاحب نظر عالم، قسم کے لوگ جہالت کے ساتھ ساتھ بے ایمانی کے وصف میں بھی ممتاز ہوتے ہیں، اور ان کا سینہ آتش حسد سے تپتا رہتا ہے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد تابعین کا بھی ایک خاص مقام ہے، ان کے علم و فقہ پر امت مسلمہ کو اعتماد کرنا چاہئے، چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تابعی ہیں، امام احمد کے اس کلام سے خود امام ابوحنیفہ کا بھی مقام معلوم ہوتا ہے، بس یہی بات ان غیر مقلدین کو کھٹک گئی اور ان کے کلام میں معنوی تحریف کر کے اس کا وہ جاہلانہ ترجمہ کیا گیا جس کا نظارہ قارئین کر چکے ہیں۔

(۹) آپ نے اندھے کی لاٹھی کا فلسفہ سنا ہے ؟ یعنی اندھا لاٹھی بس چلائے جاتا ہے، کہاں پڑی، کس کو لگی اس سے اندھے کو کوئی سروکار نہیں ہوتا، کبھی یہی حال غیر مقلدین کے۔ صاحب نظر عالم قسم کے لوگوں کا ہوتا ہے، مولانا جے پوری کی اس کتاب میں ہمیں اس قسم کی کبھی کئی مثالیں ملتی ہیں مثلاً مولانا نے کئی عبارتیں نقل کی ہیں جس میں ۔ نظر فی ۔ کا لفظ استعمال ہوا ہے، مگر مولانا نے اندھے کی لاٹھی کی طرح ہر جگہ اس کا ترجمہ الگ الگ کر کے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کا دلچسپ فریضہ انجام دیا ہے۔ صفحہ میں ۔ والنظر فی ذالك لنفسك ۔ کا ترجمہ کیا ہے۔ ۔ اور اس سے اپنی جان پر رحم کرتا ۔ اور صفحہ پر النظر فی ذالك لنفسك کا ترجمہ کیا ہے۔ اور ۔ اپنے واسطے حجت تلاش کرنا ۔ اور اسی صفحہ پر ۔ لینظر فیہ لدینہ ۔ کا ترجمہ کیا ہے ۔ تاکہ اس میں وہ غور کرے ۔

یعنی بالکل اندھے کی لاٹھی جیسا ترجمہ، کیا بکا کیا کہا اس سے کچھ مطلب نہیں
بس فقہ حنفی کی ناہمواری ظاہر ہونی چاہیے۔

(۱۰) صفحہ ۲۴ پر یہ عبارت ہے:

والمذھب الواحد بلاشك لا یحتوی علی کل احادیث الشریعة
الا ان قال صاحبه اذا صح الحدیث فھو مذھبی "

ناظرین اس کا دلچسپ مگر جناتی اردو والا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، مولانا ترجمہ
فرماتے ہیں:

"یقیناً کوئی مذہب بھی تمام احادیث شریعت پر حاوی نہیں ہو سکتا
چہ جائیکہ یہاں تک کہ (امام) صاحب المذہب نے کہہ دیا کہ جب بھی
حدیث صحیح مل جاوے تو وہی میرا مذہب ہے "

اس دلچسپ ترجمہ پر سر دست میں اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے مولانا جے پوری کی
بے ایمانی کے دو چار منظر سے ناظرین کو محظوظ کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) صفحہ ۲۶ فتح الباری کی یہ عبارت نقل کی ہے:

" وفی ھذا الوقت ظھرت البدع ظھورا فاشیا الی قوله
وتغیرت الاحوال تغیرا شدیدا "

اور اس کا ترجمہ کیا ہے:

" اور اسی وقت سے بدعتیں پھیلنے لگیں اور (دین میں) بہت کچھ تغیر
(تقلید سے) واقع ہوگیا "

مولانا جے پوری نے اپنی غیر مقلدانہ دیانت سے کام لیتے ہوئے اس عبارت میں
جو دین اور تقلید بریکٹ میں اضافہ کر دیا ہے یہ انکی بے ایمانی کی اور مقلدین
سے عداوت کی بدترین مثال ہے، اس عبارت کا سادہ ترجمہ یہ ہے۔

" اور اس وقت بدعتیں ظاہر ہوئیں اور حالتوں میں شدید تغیر واقع ہوا "

حافظ ابن حجر رحمہ جو خود شافعی المذہب اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں انہوں نے نہ تقلید کا ذکر کیا ہے اور نہ مقلدین کا، مگر ہمارے بیجے پوری صاحب اپنی کامل دیانت سے کام لے کر ان کے اس کلام کو مقلدین اور تقلید کے رد میں پیش کر رہے ہیں۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

ص۱۲۳ میں شیخ جیلانی نے یہ کلام نقل کیا ہے۔

"قیل للشیخ الجیلانی هل کان له ولیا علی غیر اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما کان ولا یکون۔"

اور اس کا جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے:

"حضرت پیران پیر سے پوچھا گیا کہ حنبلی مذہب والوں کے سوا اور مذہب میں کچھ ولی ہوئے ہیں یا نہیں فرمایا نہ تو ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے:"

حالانکہ سوال مذہب کے بارے میں نہیں ہے عقیدہ کے بارے میں ہے، عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

"شیخ جیلانی سے پوچھا گیا کہ امام احمد کے عقیدہ کے خلاف رہ کر کوئی ولی ہوا ہے تو آپ نے فرمایا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا:"

عقیدہ کے بابت سوال کو مذہب کے بارے کا سوال بنا کر مولانا بجے پوری نے دیانت و امانت کو منہ چڑایا ہے۔

مولانا اس بے ایمانی سے ثابت کرنا کیا چاہتے ہیں؟ شاید ناظرین کا ذہن وہاں تک نہ پہونچے، چونکہ اولیاء اللہ کی بیشتر تعداد فقہ حنفی کی پابند تھی اور مذہب حنفی پر عامل تھی، یہ ایک ایسی ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جس کا انکار ان کے لئے ممکن نہیں جن کے قلوب علم و تحقیق اور دیانت و امانت اور عدل و انصاف کے نور سے جگمگا رہے ہیں۔ غیر مقلدین کو جن کو فقہ حنفی سے حسد وجلن ہے

اللامذہب حنفی سے کڑھن ہے۔ یہی بات کھٹکتی رہتی ہے، جب ان کے خیال میں حنفی مذہب کو کتاب وسنت سے واسطہ نہیں ہے تو پھر اولیاء اللہ کی جماعت آخر اس مذہب کی گرویدہ و فریفتہ کیوں رہی ہے، اور ان کا مذہب مذہب حنفی کیوں رہا۔

نواب صاحب ٹائپ قسم کے غیر مقلد عالموں نے اس بات پر پورا زور صرف کرنا شروع کر دیا کہ امام احمد مذہب کے خلاف جس کا مذہب تھا وہ اللہ کا ولی ہو ہی نہیں سکتا اور اس کیلئے شیخ جیلانی کی ان کے مطلب کے لئے غیر مفید عبارت کو تحریف معنوی کی خراد پر چڑھا کر اپنے لئے مفید مطلب بنانے کی سعی نامشکور کی جانے لگی، اور جہالت وبے ایمانی کے پورے ہتھیار سے لیس ہو کر یہ فریضہ انجام دیا گیا۔

مگر ان حضرات نے اس پر قطعاً غور نہیں کیا کہ امام مذہب کے علاوہ صرف حنفی مذہب نہیں ہے بلکہ شافعی مالکی مذہب بھی ہیں تو کیا ان دونوں مذہبوں کے ماننے والوں میں بھی کوئی ولی اللہ نہیں گزرا؟ برا ہو فقہ حنفی اور مذہب حنفی سے عداوت وبغض کا کہ آدمی عقل سے بالکل پیدل ہی ہو جاتا ہے، اچھا اگر مذہب حنبلی کے علاوہ کہیں کوئی ولی اللہ نہیں گزرا تو اس سے ان غیر مقلد۔ جن لامذہبین کو کیا فائدہ حاصل ہوا کیا مذہب حنبلی میں ولی اللہ کے گزرنے اور پائے جانے سے ان کی کھیتی لہلہا اٹھی اور ولایت الٰہیہ کی انکی وادی غیر ذی زرع میں بہار آگئی؟ اللہ کے ولیوں کا گزرا گر صرف مذہب حنبلی میں تسلیم کر لیا جائے تو بھی تو ولیوں کا گروہ مقلدین ہی میں رہا غیر مقلدین کی کھیتی تو سوکھی کی سوکھی ہی رہی، انکو اس سے کیا نفع حاصل ہوا۔

(جاری)

محمد احمل مغاتی

از ۔ جناب عبداللہ اعجاز قریشی

حضرت عمرؓ کی رحم دلی

عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز کلاب بن امیہ بن الاسکری نے حضرت عمرؓ سے فوج میں بھرتی ہونے کی درخواست کی۔ انھوں نے اسے ایک پلٹن میں داخل کر لیا جو حضرت ابو موسیٰؓ کی سپہ سالاری میں عراق کے میدان جنگ کی طرف کوچ کر رہی تھی۔ کلاب کا باپ ایک کہن سال مرد بیمار تھا۔ آنکھوں کی بینائی زائل ہو چکی تھی۔ جب کلاب کو گئے ہوئے چند دن ہو گئے تو باپ تاب مفارقت نہ لا سکا وہ لکڑی ٹیکتا ہوا ایک آدمی کی رہنمائی میں حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اس نے ایک دردانگیز قصیدہ فی البدیہہ پڑھا جس کے بعض شعروں کا مطلب یہ تھا۔

اے ملامت گر! تو نے میری قدر پہچانے بغیر ملامت کی ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں آجکل مصیبت میں مبتلا ہوں۔

اگر تو نے ملامت کی ٹھان لی ہے تو خدا را میرے بچے کو عراق پہنچنے سے پہلے واپس کر دے۔

تجھے معلوم ہے کہ میرا بیٹا کس قدر بہادر اور شجاع ہے وہ ہر مصیبت کے وقت میرے کام آتا ہے۔ میرا اچھا خدمت گذار ہے اس کی بہادری کا یہ عالم ہے کہ میدان جنگ میں کوہ ثبات بن کر دشمن سے لڑتا ہے۔

تمہارے باپ کی قسم! تم نے میرے غم کا اندازہ نہیں کیا اور تم کو یہ معلوم ہے

کہ مجھے تم سے کس قدر محبت اور اشتیاق ہے۔

مجھ کو اپنے لخت جگر کے مفقود ہو جانے کا صدمہ اس قدر پہنچا ہے کہ اگر میرا جگر

پھٹنے پر قادر ہو سکے تو پاش پاش ہو جائے۔

میں اس خدا کے سامنے عمر فاروقؓ کا دامن پکڑوں گا جس کے گھر (بیت اللہ)

کا طواف کرنے کیلئے حاجی عرفات کے بساط نامی پہاڑ تک جاتے ہیں۔

میں خدا سے کہوں گا کہ فاروق نے میرے جگر گوشے کو میدان جنگ سے واپس

نہیں کیا اور ہمارے قبیلے کے ان دو شخصوں کے سامنے پیش نہیں کیا جن کا سر دل رزاق

ہے ——— یہ قصیدہ سوز و حرماں کی منہ بولتی تصویر تھا۔ ایک ایک حرف

سے حسرت، بیچارگی اور مہر پدری کا اظہار ہو رہا تھا، الفاظ کی نشست

خیالات کی روانی تراکیب کی چستی اور جوش، اثر، درد اور رقت کی ایسی کیفیت

اس میں پنہاں تھیں کہ اور تو اور خود حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہو گیا۔ امیہ کو دم دلاسا دلایا

اور ابو موسیٰ کو حکم بھیجا کہ کلاب کو فوراً واپس مدینے بھیجدیا جائے۔

جب کلاب مدینے پہنچکر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا۔

تم اپنے باپ کی کیا خدمت کرتے تھے؟

کلاب نے عرض کیا۔ میں انکو کسی قسم کی تکلیف پہنچنے نہیں دیتا تھا ان کو ہر وقت

راضی رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ جس اونٹنی کا دودھ ان کو پلاتا تھا پہلے اسے خوب

کھلا پلا دیتا تھا۔ پھر اس کے تھن دھوتا تھا کہ خوب ٹھنڈے ہو جائیں۔ اس کے بعد دودھ

دوہ کر ان کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ بس میری یہی خدمات تھیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا جس طرح تم اپنے والد کو دودھ پلاتے تھے اسی طرح

آج ہمارے پاس لاؤ ادھر کلاب اونٹنی کو تیار کرنے اور دودھ دوہنے میں مصروف

ہو گیا ادھر حضرت عمرؓ نے کلاب کو بلا بھیجا۔ وہ آئے تو آپ نے ان کی مزاج پرسی کی

اور کہا۔ اور کوئی ضرورت ہو تو بتلائیے۔ انھوں نے جواباً عرض کیا۔ امیر المومنین!

میرا حال کیا پوچھتے ہیں۔ اب اگر دنیا میں میری کوئی آرزو باقی ہے تو صرف اتنی کہ ایک دفعہ مرنے سے قبل اپنے لخت جگر سے بغل گیر ہو جاؤں۔ آپ نے نہایت نرم لہجے میں فرمایا۔ ابو کلاب! خدا نے چاہا تو تمہاری تمنا ضرور پوری ہوگی۔ پھر کلاب کے ہاتھ سے ٹھنڈے دودھ کا کٹورا لے کر اس کے باپ کو پیش کیا۔

امیہ نے کٹورا منہ کے پاس لے جاتے ہی کہا۔ امیر المومنین خدا جھوٹ نہ بلوائے اس برتن سے مجھے کلاب کی خوشبو آرہی ہے۔ یقیناً یہ دودھ اسی نے دوھا ہے۔

حضرت عمرؓ پر رقت طاری ہوگئی۔ انھوں نے فرمایا۔ ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ دودھ کلاب نے ہی دوہا ہے اور وہ تمہارے پاس موجود ہے۔ ہم نے اسے تمہاری خاطر واپس بلا لیا ہے۔

امیہ یہ سنتے ہی بے تاب ہو گئے۔ جلدی سے کلاب پر ٹوٹ پڑے اسے سینے سے لگا کر خوب پیار کیا۔ حاضرین اس نظارے سے بہت متاثر ہوئے انکی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کلاب! اب تم اپنے باپ کا دامن نہ چھوڑنا۔ یہی تمہارا جہاد ہے۔

پھر حضرت عمرؓ نے کلاب اور امیہ کے مصارف کیلئے بیت المال سے ایک رقم منظور کی اور جب تک امیہ زندہ رہا کلاب دل و جان سے اس کی خدمت کرتا رہا۔

محمد اجمل مشتاق

ابو محمد عبدالرحمٰن غازی پوری

انسان کی زندگی میں ذکر و دُعا کا اثر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی عبادت و انابت، ذکر و فکر توبہ و استغفار، مناجاۃ و مراقبہ، مسکنت و تواضع، دعاء و طلب، خوف و رجا پر مشتمل تھی ہر حال میں اللہ کی ذات کا استحضار آپ کی زندگی کا نمایاں وصف تھا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم معصوم تھے مگر رات دن میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگا کرتے تھے، کوئی بات پیش آتی، مصیبت کی گھڑی ہوتی تو آپ مسجد کی طرف لپکتے اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے آپ کی پیشانی مبارک زمین پر ہوتی آنکھوں سے آنسو بہتا ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری عبدیت و تواضع کے عالم میں ہو کر اپنے رب سے نصرت و استعانت کے طلبگار ہوتے اور اللہ آپ کیلئے اپنی رحمت کا دروازہ کھولدیتا، شاہ دو عالم فخر جن و انس آنسو بہا بہا کر گڑگڑا کر اپنے مالک کو پکارتا مالک کو بھی اپنے بندہ کی اس عبدیت پر پیار آ جاتا اور اس کی شان کریمی بڑھ کر اپنی رحمت کے دامن میں اس کے آنسو کے موتی جذب کر لیتی۔

اللّٰھم صلّ وسلّم علی سیّدنا ومولانا محمّد وآلہ وصحبہ اجمعین ۔

اللہ کو مطلوب ہے کہ بندہ مانگے، اس کے حضور دامن پھیلا کر آئے اور اللہ اس کی مراد کو پوری کرے، ارشاد باری ہے:

ادعونی استجب لکم۔ مجھ سے مانگو، مجھے پکارو اور میرا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہے۔ میں تمہاری پکار کو سنوں گا، تمہاری دعاؤں کو قبول کرونگا۔

اللہ فرماتا ہے، بندوں کو سمجھاتا ہے، دیکھو مجھ سے غافل ہوکر مت رہنا، صبح وشام کبھی چپکے چپکے، کبھی زور سے، کبھی زبان سے کبھی دل میں مجھے یاد کرتے رہو کہ تمہارا حاصل زندگی یہی ہے کہ تم مجھے یاد کرو۔

واذکر ربک فی نفسک تضرعًا	اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں
وخیفۃ ودون الجہر من القول	گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ
بالغدو والاٰصال۔	پکار کر بولنے سے کم ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت

مال و دولت سے نہیں، منصب و کرسی سے نہیں، گھوڑا اور گاڑی سے نہیں اونچی بلڈنگوں اور سامان عیش و تعیش سے نہیں، دل کا اطمینان اگر حاصل ہوگا تو صرف اور صرف خدا کے ذکر ہی سے، اسی کی یاد سے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب   اللہ کے ذکر سے قلب مطمئن ہوتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، عبادت کی روح دعا ہے۔

الدعاء مخ العبادۃ۔   دعا عبادت کا مغز ہے

بلکہ بعض حدیث سے معلوم ہوتا ہے، دعا ہی عبادت ہے، یعنی جس عبادت میں اللہ کو پکارا نہ جائے، اللہ سے مانگا نہ جائے، اس کے حضور ہاتھ پھیلایا نہ جائے دل سے اسکو یاد کیا نہ جائے وہ عبادت شکلاً ہوگی حقیقۃً نہیں۔

رسول خدا کا ارشاد ہے کہ شب آخر میں پروردگار عالم آسمانِ دنیا کی طرف متوجہ ہوکر پکارتے ہیں، جو مجھے پکارنے والا ہے میں اس کی پکار سنوں گا، جو مجھ سے مانگنے والا ہے میں اس کو دوں گا، جو گناہ سے مغفرت کا طالب ہے، میں اس کی گناہ معاف کروں گا۔

رات کا اخیر حصہ، اور اللہ کا آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہونا اور اس کا اپنے

بندوں کو پکارنا، چشم تصور وا کر کے دیکھو، کتنا پیارا، کتنا حسین، کتنا مقدس منظر ہے، سلام و رحمت ہوان سعید روحوں پر جو شب کے اس حصہ میں اپنے پروردگار کی پکار کو سنتی ہیں اور اللہ کی رحمت اور اللہ کی مغفرت اور اللہ کا کرم انکا مقدر بنتا ہے۔

دعا و استغفار سے صرف نفس اور روح ہی کو نہیں غذا ملتی ہے، بلکہ اس مادی دنیا میں انسان دعا و استغفار کا یہ فائدہ بھی حاصل کرتا ہے کہ اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اس کی اولاد میں برکت ہوتی ہے، آسمان سے پانی برستا ہے قحط سالی دور ہوتی ہے، اور زمین سے دانہ و غلہ اگتا ہے، نہریں اور دریا پانی سے بھر جاتے ہیں، دیکھو خدا کیا فرماتا ہے۔

استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انہارا۔	گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بیشک وہ ہے بخشنے والا چھوڑ دیگا آسمان کی تم پر دھاریں اور بڑھا دیگا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنا دے گا تمہارے واسطے باغ اور بنا دیگا تمہارے لئے نہریں۔

اللہ کی ذات سراپا رحمت و کرم ہے، بندہ سراپا خطا کار و گناہ گار، مگر اے لوگو جو گناہوں کی وجہ سے خائف رہتے ہو، دیکھو بس خائف ہی رہنا تمہارا یہ خوف یاس و قنوط کی شکل اختیار نہ کرے کہ یہ حکم خداوندی سے بغاوت اور سب سے بڑا گناہ ہوگا۔

ولا تایئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔	اور ناامید مت ہو اللہ کے فیض سے بیشک ناامید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔

خدا کے علم میں یہ بات روز اول ہی سے تھی کہ آدم کی اولاد جب کے پیچھے ابلیس کی پوری ذریت ہوگی، اور شیطان کا لشکر اپنی تمام تیاریوں کے ساتھ راہ حق سے ہٹانے

در صراط مستقیم سے اس کو بھٹکانے کیلئے دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر چہار طرف سے حملہ کرے گا اور انسان اپنے کو کمزور ناتواں پائے گا، تو اللہ نے بھی قیامت تک سب کیلئے یہ اعلان فرما کر بندوں کو مطمئن کر دیا۔

قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم۔	کہہ دے اے بندو میرے جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے۔ بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنیوالا مہربان۔

اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان کلمات عالیہ سے اپنی امت کو مزید توانائی و قوت بخشی۔

تم میں کا ہر شخص خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہے جو ندامت کے آنسو بہالے، گناہوں سے توبہ کرلے۔

پس اب گناہ گاروں کے لئے باب رحمت کھلا ہے، در اجابت وا ہے، اللہ کے دربار میں ہم پہونچیں، یاس و قنوط سے دامن چھڑائیں، اور اشک ہائے ندامت بہا کر خدا کی رحمت کا خزانہ اپنے لئے کھلوائیں، اور اس کی رضا و مغفرت کا پروانہ حاصل کرلیں۔

محمد اجمل مشتاق

محمد اجمل مفتاحی

محمد اکرام اعظمی
علی گڈھ

ماشاءاللہ۔ انشاءاللہ

اللہ کی مدد جب ہی آتی ہے جب انسان سعی و جدوجہد کرتا ہے۔ اگر کام کا آغاز اللہ کا نام لے کر کیا تو اللہ پاک غیب سے اس کا انتظام بھی فرماتا ہے۔

لابدی سعی و عمل ہے لازمی تدبیر ہے
اس سے تو غافل نہ ہو آگے تری تقدیر ہے
تیر مارے تو نشانے پر یہ تیرا کام ہے
اور جو انجام ہو تقدیر اس کا نام ہے

خلاصہ یہ کہ ہر کام کا آخری سرا اللہ پاک کے ہاتھ ہے اسی لئے انشاءاللہ کہنا گویا ایک مضبوط اور قابلِ اعتماد سہارے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو ہر مومن بندے کا امتیاز ہے۔ کافر یعنی منکر خدا کو اس کی ہوا تک نہیں لگتی اور انجام بخیر کے لئے آخر آخر تک شک و شبہ میں مبتلا رہتا ہے۔

دنیا طبیعات کے قوانین کے تابع ہے۔ کوئی کام قدرتی اسباب کے بغیر نہیں ہوتا لیکن محض قانون طبیعات پر بس نہیں ہے، یہاں قانون اخلاق اور قانونِ مکافات بھی چلتا ہے۔

اللہ پاک کسی موقعہ پر طبعی قوانین کے برعکس بھی کچھ کر دکھاتا ہے، محض اسلئے کہ مادی وسائل و ذرائع ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لیا جائے۔ یہ بڑی غلطی ہے حقیقت

یہ ہے کہ ایک عظیم اور بہت عظیم ہستی غیب کا بجز بی علم رکھنے والی عرش بریں پر دنیا کی نگرانی کر رہی ہے ۔ جب اس کی مرضی اور حکم ہوتا ہے تو آتشِ نمرود گلزار ابراہیم میں تبدیل ہو جاتی ہے ۔ بحرِ قلزم پھٹ کر صف بستہ پانی خشک شاہ راہ کی صورت میں راستہ دے دیتا ہے ۔ آنحضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو چشم زدن میں بیت المقدس کی سیر کرائی جاتی ہے بلکہ عرش بریں پر سدرۃ المنتہی سے ماوراء دوزخ و جنت کے جلوے بھی دکھلائے جاتے ہیں ۔

اگر آجکل کے زمانے پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو نظر آتا ہے کہ وہ بڑی بڑی حکومتوں کو اور زبردست طاقتوں کو مٹاتا ہے ۔ کمزوروں کو نئی طاقت و توانائی سے روشناس کراتا ہے ، یہ عمل ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے اور ہوتا ہی رہے گا ۔ یہ سب قانونِ مکافات کے تابع ہے ۔ کوتاہ بیں انسان کو نہیں بھولنا چاہیے کہ عظیم رب جو مالکِ کائنات ہے وہی ہمارا حقیقی بادشاہ ہے اور ساری کائنات اس کے حکم کے تابع ہے ۔

اس حقیقت کا علم ہی ہمارا امتیاز ہے اور کافر (اللہ کا منکر) اس سے محروم و نابلد ہے ۔

ماشاء اللہ (جو اللہ کی مرضی) انشاء اللہ (اگر اللہ چاہے) کا یہی مفہوم ہے ۔

مستقل عنوان

طٰہٰ شیرازی

پتہ نہیں بیٹا

(۱)

صحیح حدیث پر عمل سے گریز

محمد اجمل مفتاحی

بیٹا : اباجی

باپ : جی بیٹا

بیٹا : یہ شیخ ناصر الدین البانی کون ہیں ؟

باپ : یہ بہت بڑے سلفی محدث ہیں ۔

بیٹا : اباجی کیا آپ بھی ان کو بہت بڑا سلفی محدث سمجھتے ہیں ۔

باپ : میں ہی نہیں بلکہ جماعت اہل حدیث کے تمام لوگ ان کو بہت بڑا محدث سمجھتے ہیں ہماری جماعت کے بہت بڑے عالم ، مولانا اصغر علی بن امام مہدی سلفی ۔ ان کا نام یوں لیتے ہیں ۔

علامہ زماں محدث عصر امام البانی جن کی حدیث شریف میں خدمات کا لوہا دنیا مانتی ہے ۔ (محدث کا شیخ الحدیث نمبر ص۱۰۱) اور اسی نمبر میں مولانا فرماتے ہیں ۔

دنیائے اسلام کے سب سے عظیم محدث علامہ ناصر الدین البانی ۔ ص ۱۰۲

بیٹا : اباجی شیخ ناصر الدین البانی جو اتنے بڑے علامہ اور محدث دیکھئے یہ اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ۔

باپ ، کونسی حدیث بیٹا ۔؟

بیٹا ، وہی حدیث جس کو امام ترمذی نے عدم رفع یدین کے بارے میں ذکر کی ہے اور جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ۔

عن علقمة قال عبد الله بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم یرفع یدیه الا اول مرة ۔

یعنی حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں ! چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا ۔

باپ ، بیٹا اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن حزم نے اگرچہ حسن اور صحیح کہا ہے مگر یہ حدیث ہمارے علماء کے نزدیک صحیح نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ مگر علامہ زماں محدثِ دوراں ناصرالدین البانی تو فرماتے ہیں :

والحق انه حدیث صحیح واسناده صحیح علی شرط مسلم ولم نجد لمن اعله حجة یصلح التعلق بها ورد الحدیث من اجلها ۔ (مشکوٰۃ المصابیح محقق بتحقیق ناصرالدین البانی ج۱ ص۲۵۴)

یعنی حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے ، اور جن لوگوں نے اس کو معلول قرار دیا ہے ہیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس کی وجہ سے اس حدیث کو رد کر دیا جائے ۔

باپ ، بیٹا اس کتاب کی اس عبارت پر کاغذ چپکا دو اور دیکھو ہرگز ہرگز کسی حنفی مقلد کو اس کی ہوا بھی نہ لگے ۔

بیٹا ۔ اباجی جب یہ حدیث صحیح ہے تو ہم اس کو مانتے کیوں نہیں، صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینا تو بہت بڑا گناہ ہے ۔

باپ ۔ جی ہاں بیٹا بات تو ایسی ہی ہے ۔

بیٹا ۔ تو ہمارے علمائے کرام اس صحیح حدیث کو محض احناف کی ضد میں ضعیف کہتے ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

(۲)

نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا امام ترمذی کی تحقیق میں محدثین کا مذہب نہیں

بیٹا ، اباجی

باپ ، جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ امام ترمذی تو بہت بڑے محدث تھے ؟

باپ ۔ جی بیٹا ، اور ان کی کتاب جامع ترمذی حدیث کی بڑی اہم کتاب ہے

بیٹا ۔ جامع ترمذی حدیث کی بڑی اہم کتاب کیوں ہے اباجی ؟

باپ ۔ ہماری جماعت کے بہت بڑے محدث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے اس کی شرح لکھی ہے ، تحفۃ الاحوذی شرح کا نام ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی جامع ترمذی کی اہم خصوصیات یہ لوگ یہ بتلاتے ہیں کہ امام موصوف ائمہ فقہ وحدیث کے فقہی مذاہب بھی بیان کرتے ہیں ۔

باپ ۔ جی بیٹا ، امام ترمذی اپنی اس کتاب میں اس کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ تمام مشہور فقہی مذاہب کو بھی بیان کریں ۔

بیٹا ۔ ہم لوگ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں ؟

باپ - جی بیٹا، سنت طریقہ یہی ہے ہم اہلحدیث کا یہی مذہب ہے -

بیٹا - مگر اباجی امام ترمذیؒ جو تمام مشہور فقہی مذاہب بیان کرتے ہیں، سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر بالکل نہیں کیا -

باپ - نہیں بیٹا غور سے دیکھو امام ترمذی نے اس کا ذکر ضرور کیا ہوگا، نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی تو اصل سنت ہے -

بیٹا - اباجی دیکھئے ترمذی میں تو یہ لکھا ہے -

ورأی بعضهم ان یضعها فوق السرة ورأی بعضهم ان یضعها تحت السرة وکل ذلك واسع عندهم (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

یعنی کچھ محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر ہاتھ رکھے اور کچھ کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے، محدثین کے یہاں یہ دونوں شکلیں جائز ہیں - دیکھئے امام ترمذی نے تو محدثین کا صرف دو مذہب بیان کیا ہے، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا، سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر تک نہیں کیا -

امام ترمذی جیسے جلیل القدر محدث نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی بات کو نظر انداز کیوں کر دیا ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

(۳)

مولانا امرتسری کی غلط بیانی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث بخاری و مسلم میں ہے ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا، سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث بخاری و مسلم میں نہیں ہے۔

بیٹا ۔ اباجی ۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کون تھے ؟

باپ ۔ ہمارے بہت بڑے عالم، شیخ الاسلام، مناظر اسلام، جمعیت اہل حدیث کے بانی بہت سی کتابوں کے مصنف، جماعت اہل حدیث کو ان کے اوپر فخر ہے۔

بیٹا ۔ آپ کہتے ہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث بخاری و مسلم میں نہیں ہے مگر مولانا امرتسری کی تحقیق تو یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔

باپ ۔ نہیں بیٹا، ہمارے مولانا امرتسری ایسی غلط بیانی کیوں کریں گے، جھوٹ تو مقلدین بولتے ہیں کتاب و سنت پر عمل کرنے والے اہلحدیث نہیں۔

بیٹا ۔ اگر یہ غلط بیانی ہے تو مولانا امرتسری سے یہ گناہ ہو چکا ہے، دیکھئے فرماتے ہیں:
۔ سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور انکی شروح میں بکثرت ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ صہ ۲۲۳/۱)
اباجی کہیں ایسا تو نہیں کہ مولانا امرتسری مرحوم کے پاس بخاری و مسلم کا کوئی نادر نسخہ رہا ہو۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

(۴)

سنت کو واجب بتلانا دین و شریعت میں تحریف ہے

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ رفع یدین کرنا سنت ہے یا واجب یا فرض ؟

باپ ۔ بیٹا ہمارے مذہب میں رفع یدین کرنا سنت ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی اگر رفع یدین جو سنت ہے کوئی نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے؟
باپ ۔ نہیں بیٹا ، سنت کے ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے ۔
بیٹا ۔ مگر ابا جی ہمارے سلفی اور اہلحدیث علماء تو کہتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ۔
باپ ۔ کس نے کہا ہے بیٹا ؟ یہ تو بالکل نئی بات ہے ۔
بیٹا ۔ دیکھئے یہ کتاب قرۃ العینین ہے ، مولانا نور حسین گرجاکھی پاکستانی مشہور اہلحدیث عالم کی مشہور کتاب اسکے ص۳۹ پر لکھا ہے ۔
امام سبکی نے رفع یدین کے متعلق ۴۴ صحابہ سے روایات نقل کی ہیں اور تابعین و تبع تابعین وائمہ مجتہدین و محدثین کے نام لکھ کر انکے دلائل ثابت کیا ہے کہ رفع یدین کرنا سنت موکدہ بلکہ واجب ہے اور اسکے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ۔
باپ ۔ ہمارے بڑے علماء اور اکابر اہلحدیث تو رفع یدین کو سنت ہی کہتے ہیں کسی نے رفع یدین کرنے کو واجب نہیں لکھا ہے ، نہ یہ لکھا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ۔
بیٹا ۔ ابا جی کیا سنت کو واجب بتلانا دین میں تحریف نہیں ہے ؟
باپ ۔ سنت کو واجب بتلانا اور جو چیز مبطل صلوٰۃ نہیں ہے اسکو مبطل صلوٰۃ قرار دینا ایک طرح کی دین و شریعت میں تحریف ہی ہے بیٹا ۔
بیٹا ۔ ابا جی تو کیا اب ہمارے علماء ایسے بہک گئے ہیں کہ حنفیوں کی ضد میں دین و شریعت میں تحریف بھی کرنے لگے ہیں ؟
باپ ۔ بیٹا اس قسم بے راہ روی اب ہمارے یہاں بھی پائی جانے لگی ہے ۔
بیٹا ۔ ہمارے ذمہ دار علماء اس قسم کی بے راہ روی اور تحریف شریعت پر ان بے راہ روؤں کو ٹوکتے کیوں نہیں ؟
باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

مجلہ ۱۰ جمل مقتدی

محمد ابوبکر غازیپوری

غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں نقطۂ نظر

ادھر جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہونے والی دو کتابوں کے مطالعہ کا اتفاق ہوا، یہ دونوں کتابیں مولانا رئیس احمد ندوی سلفی استاذ جامعہ سلفیہ کی تالیفات ہیں(۱) مولانا موصوف کے بارے میں جامعہ سلفیہ کے ریکٹر مولانا ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری کا ارشاد ہے کہ موصوف "جامعہ سلفیہ کے استاد اور جماعت کے نامور محقق ہیں"(۲)

جن کو جماعتِ اہلحدیث کے ان نامور محقق صاحب کی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا ہوگا ان کو یہ بھی احساس ہوگا کہ موصوف کی کتابیں پڑھنا بڑے جگر گردہ کا کام ہے خود میرا اپنا حال یہ ہے کہ موصوف کی کسی تحریر کا پڑھنا میرے لئے بڑا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے، ایک تو چند جملوں کی بات وہ چند صفحات میں کہتے ہیں، پھر ایک ہی بات کی تکرار اس کثرت سے ہوتی ہے کہ طبیعت اوب جاتی ہے، پھر موصوف اسلاف امت حتی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک پر ایسے ایسے تیر و نشتر چلاتے ہیں کہ شرافت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے، صحابہ کرام کا نام بھی زیادہ تر وہ عامیانہ انداز میں لیتے ہیں

---

(۱) ایک کتاب کا نام ضمیر کا بحران ہے اور دوسری کا نام تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق ہے۔

(۲) ضمیر کا بحران (مقدمہ)

، موسوف عمر ، موصوف ابن مسعود ۔ ان کی زبان پر اس طرح ہوتا ہے کہ گویا صحابہ کرام کے گروہ مقدس اور عام افراد امت میں انکے نزدیک مقام و مرتبہ کا کوئی فرق ہی نہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو وہ شریفوں کے لب و لہجہ میں لینا گناہ عظیم سمجھتے ہیں، دیگر ائمہ کرام و محدثین عظام کی شان میں بھی ان کا لب و لہجہ بڑا عامیانہ ہوتا ہے ۔

میں یہاں ان کی کتاب ۔ تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق ۔ (۱) سے انکی انشا و ادب ، لب و لہجہ ، اور صحابہ کرام اور اسلاف امت کے بارے میں ان کے طرز نگارش اور انداز فکر کے کچھ نمونے ناظرین کی عبرت کیلئے پیش کر رہا ہوں ، مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ غیر مقلدیت و سلفیت کے عنوان سے جس مذہب و فرقہ کا وجود آج پایا جا رہا ہے ، اس کا تعلق دین اور اہل دین سے کتنا اور کیسا ہے اسلاف کا نام لے لے کر اسلاف کے تقدس کو کس طرح تار تار کیا جا رہا ہے ، کتاب و سنت کی آڑ میں کیسا خطرناک فکر و ذہن پیدا کیا جا رہا ہے ۔

پانچ سو صفحات سے زیادہ کی اس کتاب سے صرف چند ہی نمونے پیش کئے جا سکتے ہیں ورنہ یہ پوری کتاب ہی اہل فکر و نظر کی دیدہ عبرت وا کرنے کیلئے لائق مطالعہ ہے ۔

قبل اسکے کہ میں اس کتاب سے مولانا رئیس ندوی کے ان جارحانہ عبارتوں کو نقل کروں جن سے اسلاف امت کے بارے میں جماعت سلفیہ کے لوگوں کا عموماً اور مولانا موصوف کا خصوصاً نقطۂ فکر و نظر کا اندازہ ہو یہ عرض کر دوں کہ مولانا ندوی موصوف کی یہ کتاب طلاق کے موضوع پر ہے ، اور جیسا کہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ طلاق کے

---

(۱) اس کتاب پر مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس کا مقدمہ ہے اور جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہوئی ہے ۔

سلسلہ میں ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا بالاتفاق یہ فیصلہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی ہوتی ہے اور بلا دوسرے شوہر سے نکاح اور اس سے خلوت صحیحہ کئے یہ مطلقہ عورت اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تمام صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو چکا تھا۔

عام جمہور امت کے خلاف غیر مقلدوں کا شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تقلید میں یہ مذہب ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین نہیں بلکہ ایک ہی شمار ہوگی، غیر مقلدین کے محقق مولانا رئیس احمد ندوی نے اپنے اس مذہب کو اپنی اس کتاب میں پوری طاقت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی ضمن میں انھوں نے اسلاف امت اور صحابہ کرام تک کو اپنی جارحانہ نگارش کا نشانہ بنایا ہے، دیکھئے عام صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) " یہاں یہ سوال ہے کہ از روئے شریعت جو فعل حرام و معصیت ہو اور جسکے کرنے کی اجازت نہ ہو اسے کسی صحابی یا متعدد صحابہ کا لازم و واقع مان لینا دوسروں کیلئے بلا دلیل شرعی حجت کیونکر بن سکتا ہے"؟

(ص۵۳)

ناظرین غور فرمائیں کہ اس عبارت کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک پوری جماعت اس فعل کو لازم و واقع مانتی تھی جو از روئے شریعت حرام و معصیت تھا، اور ان کا یہ ماننا بلا دلیل شرعی تھا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ صحابہ کرام کے بارے میں اتنی سخت بات کسی ایسے شخص کی زبان سے نکل سکتی ہے جو صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ سے واقف ہو اور جس کے ذہن میں خدا کا یہ ارشاد جو صحابہ کرام ہی کے مقام بلند کو بتلانے کیلئے ہے تازہ ہو۔

لکن اللہ حبب الیکم الایمان
وزینه فی قلوبکم وکرہ الیکم

الکفر والفسوق و العصیان

اللہ جن صحابہ کرام کے بارے میں خدا کا یہ بھی ارشاد ہے:

والزمھم کلمۃ التقوی

ان ارشادات باری کا حاصل یہی ہے کہ صحابہ کرام فسق و معصیت اور خلاف تقوی اور خلاف شریعت کاموں سے بالکل بری تھے، معصیت والا کام کرنا انکی شرست میں تھا ہی نہیں۔

جامعہ سلفیہ بنارس کے یہ محقق صاحب فرماتے ہیں:

"ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگرچہ واقع مانتے ہیں مگر یہ سارے کے سارے صحابہ اس فعل کو حرام و معصیت اور خلاف نصوص کتاب وسنت قرار دینے پر متفق ہیں۔"

"دوسری اور تیسری طلاقیں دینے کے فعل کو جائز و درست قرار دینا نصوص کتاب وسنت پر بلا دلیل ایسا اضافہ ہے جو قابل قبول نہیں۔" ملخصہ

محقق صاحب کے اس کلام ذیشان کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام کی یہ جماعت ایک کام کو خلاف نصوص کتاب وسنت اور حرام و معصیت سمجھتے ہوئے بھی اس پر عمل پیرا تھی اور ان کا یہ عمل کتاب وسنت پر بلا دلیل ایک ایسا اضافہ تھا جو سلفی جماعت کو قبول نہیں۔

کیا صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کے اس نقطہ نظر اور ان کے اس عقیدہ و مذہب سے عام مسلمانوں کو اتفاق ہوگا!

جامعہ سلفیہ بنارس کے یہ محقق صاحب مزید ارشاد فرماتے ہیں اور اب نشانہ بطور خاص خلفائے راشدین ہیں:

"اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح و مصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے، ان احکام کے سلسلہ میں

ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا ۔ (ص۱)

اب اس کے بعد ذرا صبر و ضبط کا دامن تھام کر محقق موصوف کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں :

"ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ ونصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دیکر نصوص و احکام شرعیہ پر عمل کیا ہے" (ص۱)

صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں یہی تو شیعہ حضرات بھی کہتے ہیں جو جماعت سلفیہ کے یہ نامور محقق صاحب ان کے بارے میں فرمار ہے ہیں، شیعوں نے بھی صحابہ کرام اور خلفائے راشدین پر یہی "خلافِ نصوص"، "خلاف کتاب وسنت"، "خلافِ شریعت" کام کرنے کا الزام لگایا ہے، اور اب اسی الزام کو جماعت سلفیہ کے یہ محقق صاحب بھی دہرا رہے ہیں ۔

اب اس سلسلہ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں :

"پوری امت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کے وہ فتاوے حجت نہیں بنائے جا سکتے جو نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہوں" ص۱۵

محقق صاحب کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے خلاف بھی فتویٰ دیا کرتے تھے، صحابہ کرام کے بارے میں جس کی ذہنیت اس قسم کی ہو وہ اس کے بارے میں سوائے استغفر اللہ اور انا للہ پڑھنے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے،

اس کتاب کے یہ چند اقتباسات تو وہ تھے جو عام صحابہ کرام اور خلفائے راشدین سے متعلق تھے، اب دیکھئے بطور خاص حضرت عمر کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے، فرماتے ہیں :

"موصوف عمر کی خواہش وتمنا بھی یہی تھی کہ حکم قرآنی کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی

مصلحت کے پیشِ نظر موصوف نے باعترافِ خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کردی (صفحہ ۴۰)

حضرت عمر فاروق خلیفہ راشد ثانی کے بارے میں ، موصوف عمرؓ کہہ کر ہمارے محقق صاحب نے اپنی چھپی شیعیت کا برملا اظہار تو کر ہی دیا (وما تخفی صدورھم اکبر) مگر میں ناظرین سے گذارش کروں گا کہ وہ بطور خاص خط کشیدہ آخری جملہ پر غور فرائیں ہمارے ان نامور محقق صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتنا سنگین الزام عائد کیا ہے ، قرآنی حکم میں ترمیم کرنے کا الزام اور وہ بھی حضرت عمر فاروق پر یہ خالص شیعی ذہنیت کا مظاہرہ نہیں تو اور کیا ہے ، وہ عمر فاروق جن کی راہ سے شیطان دور بھاگتا پھرتا ہو ان پر قرآنی احکام میں ترمیم کا الزام لگانا بہرحال کسی اہل سنت والجماعت سے متصور نہیں ، شیعوں میں خوشیوں کے شادیانے بج رہے ہوں گے کہ حضرت عمر اور صحابہ کرام کے بارے میں جو بات ابتک شیعہ جماعت کہتی چلی آرہی تھی وہی بات غیر مقلدین بہت آگے بڑھ کر کہہ رہے ہیں ۔

جماعتِ سلفیہ کے یہ نامور محقق صاحب حضرت عمر پر مزید برستے ہوئے نہایت غیظ کے عالم میں فرماتے ہیں :

> ”پھر کیا وجہ ہے کہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ میں فرمانِ فاروقی کو جو تعزیری طور پر نافذ کیا گیا تھا اور نصوصِ کتاب و سنت کے خلاف بعض سیاسی مصلحت کے سبب اپنایا گیا تھا قانونِ شریعت بنالیا جائے ۔“
>
> (صفحہ ۴۹)

جن کی ذہنیت ماؤف ہو اور جن کے انکار میں شیعیت رچی بسی ہو ان کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر میرا یہ یقین ہے کہ اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد ایک لمحہ کیلئے بھی یہ باور نہیں کرسکتا کہ حضرت عمر فاروق کتاب و سنت کے خلاف مصلحۃً کوئی قانون نافذ کریں گے اور صحابہ کرام بلا نکیر اور بلا چون و چرا کئے

ہوئے اس قانون کو قبول کرلیں گے، حضرت فاروق اعظم اور صحابہ کرام پر اس قسم کے گھناؤنے الزام وہی لگا سکتا ہے جس کی ذہنیت متعفن اور جس کا فکر خشیت آلود ہو، اور جس کو قطعاً پتہ نہ ہو کہ دین میں اور اللہ اور اس کے رسول کے یہاں صحابہ کرام کا مقام کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کبھی صراحۃً اور کبھی اشارۃً و کنایۃً اس قسم کے الزامات سے یہ پوری کتاب بھری ہے اس مختصر سے مضمون میں سب کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اجلہ صحابہ اور سابقین اولین میں سے ہیں، جن کے بارے میں اللہ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مژدہ جانفزا سنایا ہے، اور انکی اتباع کا قرآن پاک میں حکم ہوا ہے، اور ان سابقین اولین کے متبعین کو فوز عظیم کی بشارت عظمیٰ سنائی گئی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چھٹے اسلام لانے والوں میں سے ہیں شب و روز آنحضور کی خدمت میں رہتے تھے، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتداء و اتباع کا اپنے صحابہ کو حکم فرمایا تھا، بڑے بڑے صحابہ کرام انکی فضیلت و بزرگی، رسوخ علمی اور کتاب و سنت پر گہری نظر کے قائل تھے اور مہمات امور میں ان سے رجوع کرتے تھے۔ ان کے ذریعہ سے اللہ نے کتاب و سنت کی اشاعت اور دینی علوم کی ترویج کا کام جتنا لیا صحابہ کرام کی جماعت میں بہت کم لوگوں کو یہ مقام حاصل ہوا، غرض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جماعت صحابہ میں امتیاز و اختصاص کا مقام حاصل تھا۔

جامعہ سلفیہ بنارس کے نامور محقق کی اس کتاب تنویر الآفاق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بار بار تذکرہ آیا ہے، اور جس انداز اور جس لب و لہجہ میں تذکرہ آیا ہے اس کی دو چار مثالیں ناظرین کے ملاحظہ کیلئے پیش خدمت ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے۔

"ابن مسعود تو صاف طور پر اس حقیقت کے معترف ہیں کہ ایک نشست میں تین یا اس سے زائد طلاقیں اللہ و رسول کے بتلائے ہوئے طریق طلاق کے خلاف محض تلبیس والا مشتبہ قسم کا عمل ہے، بدیں صورت ابن مسعود کی اپنی نظر میں اس طرح کا تلبیس والا مشکوک عمل اگر قابلِ نفاذ ہے لیکن شریعت کی نگاہ میں اس کا حکم بھی نہایت واضح اور ظاہر ہے۔" (ص ۱۹۵)

ہمارے ناظرین کو یقیناً یہ احساس ہو رہا ہوگا کہ جماعتِ سلفیہ کے نامور محقق صاحب کو ماشاء اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ احکام شریعت کا پاس و لحاظ ہے، اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کا غیر مقلدین میں جو بے پناہ جذبہ پایا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔

امت اسلامیہ کی جدید نسل کا رشتہ صحابہ کرام و اسلاف امت سے کاٹنے کی مختلف سازشیں آج کی جا رہی ہیں، کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا نام لے کر بعض گمراہ جماعتوں کی کوشش یہی ہے کہ صحابہ کرام اور اسلاف کے مقدس گروہ سے نئی نسل کو برگشتہ و بدگمان کر دیا جائے، اور اپنے دامِ فریب کا اس کو شکار بنایا جائے، مسلمانوں کو ان جماعتوں سے اپنی نسل اور ان کے دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر بہت زیادہ چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر "فتویٰ ابن مسعود پر نظر" والے عنوان کے تحت تقریباً تین صفحے کے مضمون میں ۲۷ بار آیا ہے اور صرف ایک بار ان کے نام کے ساتھ حضرت کا استعمال ہوا ہے اور رضی اللہ عنہ کا ایک بار بھی نہیں، اور جس عامیانہ انداز میں ان کا نام لیا گیا ہے اس کا تصور کر کے کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے، مثلاً ارشاد ہوتا ہے۔ "موصوف ابن مسعود دو قسم کا موقف رکھتے تھے، موصوف

ابن مسعودؓ کو اعتراف تھا ۔ مذکورہ بالا بیان کی کمزوری و غلطی کا احساس بعد میں ابن مسعودؓ کو ہو گیا تھا، اسی طرح ابن مسعودؓ وفات نبوی کے بعد ایک زمانہ تک نکاح متعہ کے جواز کے قائل رہے تو نصوص کے خلاف ابن مسعودؓ کے اس طرز عمل کو اصول فتوی بنا لینا کیا جائز ہے ۔ ابن مسعودؓ سے مروی شدہ ایک فتوی کا حاصل یہ ہے :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس عامیانہ لب و لہجہ میں نام لینا اس بات کا غماز ہے کہ ہمارے موصوف نامور محقق کے دل میں اس صحابی رسول کیطرف سے کتنا غبار بھرا ہے ۔ اور بغض " ابن مسعود " رضی اللہ عنہ سے ان کا سینہ تپتی آگ کی بھٹی بنا ہوا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں موصوف نامور محقق کا یہ لب و لہجہ اور یہ طرز نگارش کوئی اتفاقیہ حادثہ نہیں ہے بلکہ موصوف کی دوسری کتابوں میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر اسی انداز میں ہوتا ہے، مثلاً موصوف کی ایک کتاب اللمحات ہے اس کتاب میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا ذکر اسی قسم کے دلخراش لب و لہجہ میں بار بار آیا ہے

ہمارے ان نامور محقق موصوف کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور خاص یہ پرخاش کیوں ہے کہ وہ ان کا نام بھی شرافت کے انداز میں لینا گوارا نہیں کر پاتے ہیں، اہل علم اس سے واقف ہوں گے ہیں عام ناظرین کیلئے ابھی اس راز سے اس مضمون میں پردہ اٹھانا نہیں چاہتا ورنہ بات بڑی طویل ہو جائیگی ۔

البتہ میں ناظرین سے یہ گذارش ضرور کروں گا کہ وہ للہ یہ فیصلہ فرمائیں کہ کیا کسی اہلسنت والجماعت کا صحابہ کرام کے بارے میں یہی انداز گفتگو ہوتا ہے جو جماعت سلفیہ کے مولانا رئیس احمد ندوی سلفی جیسے نامور محقق اختیار کرتے ہیں ؟ کیا صحابہ کرام کے مقام کو مجروح کرنے کی سازش کا یہ ایک حصہ نہیں ہے ؟ اور غیر مقلدین کی جماعت " اہلحدیث " اور " سلفی " نام رکھ کر دوسروں کو بے وقوف بنانے کا کارنامہ

انجام نہیں دے رہی ہے ؟ ۔ آپ نے ابھی اوپر دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر عموماً اور نام لے کر خاص طور سے حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما پر جماعت سلفیہ کے ان نامور محقق صاحب نے الزام لگایا ہے کہ یہ حضرات کرام دانستہ نصوص کتاب و سنت اور احکام شرعیہ کے خلاف کارنامے انجام دیا کرتے تھے ۔ اور احکام شرعیہ کی مخالفت کرنے والوں، حدود شریعت کو پھلانگ جانے والوں اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف کارنامے انجام دینے والوں کے بارے میں ہمارے نامور موصوف محقق کا فتویٰ یہ ہے :

" اس فرمان کی خلاف ورزی مرد مومن کی شایان شان نہیں بلکہ اسکی خلاف ورزی کرنے والے اللہ کے نزدیک ظالم نیز حدود الٰہیہ سے تجاوز کے مرتکب قرار پائیں گے ۔

اس کی خلاف ورزی کرنے والے یقیناً بہت بڑے مجرم قرار پائیں گے " (ص۲)

اب ناظرین اس فیصلہ و فتویٰ کی روشنی میں ان صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر باسانی معلوم کرسکتے ہیں جن کے بارے میں ان حضرات کا یہ خیال ہے کہ انھوں نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف تین طلاق کے تین ہونے کا فیصلہ دیا ہے ۔ یعنی یہ صحابہ کرام معاذ اللہ، ظالم اور شریعت کے مجرم ہیں، حدود الٰہیہ سے تجاوز کرنے والے ہیں اور ان کا یہ عمل ایمان کی شان کے خلاف تھا ۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں غیر مقلدین کا یہی فتویٰ و فیصلہ ہے تو اہلسنت والجماعت میں ہونے کا ڈھونگ رچانے سے فائدہ کیا ہے ۔ صاف صاف شیعوں کی طرح صحابہ کرام سے تبری کا اعلان کر دو تاکہ عوام تمہارے دام ہمرنگ زمین سے نکل جائیں، نفاق کی زندگی سے بہتر ہے کہ آدمی سچائی کی زندگی اپنائے ۔ میں چاہ رہا تھا کہ اپنی بات یہیں پر ختم کردوں کہ موصوف نامور محقق کی ایک

اور تحقیق پر منکر پڑ گئی ، دل مانا نہیں کہ ناظرین کو اس تحقیق انیق سے محروم رکھا جائے
حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد
ہوتا ہے (ناظرین کلیجہ تھام کر سن لیں کیا ارشاد ہوتا ہے :

"ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور
اختیار کر لیا تھا اسلئے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی
کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے"۔ (صفحہ ۳۳)

اس کے بعد کا یہ بھی ارشاد ملاحظہ ہو :

"اس عموم و کلیہ سے صرف اس صحابی کو مستثنیٰ مانا جا سکتا ہے جس کی
بابت دلیل صریح سے نصوص شرعیہ کی خلاف ورزی کرنے کا ثبوت
موجود ہو"۔ (صفحہ ۳)

ناظرین کرام فیصلہ فرمائیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں روافض
اور غیر مقلدین کے مابین کتنا فرق باقی رہ گیا ہے ، ان دونوں فرقوں کا عقیدہ و مذہب
بالکل ایک ہی جیسا نہیں ہے !

مگر غیر مقلدین پروپیگنڈہ کے زور پر اپنے کو پکا اور خالص اہل سنت والجماعت
اسی طرح باور کرانے کی کوشش میں لگے ہوتے ہیں جیسا کہ شیعہ اپنے کو محبان اہلبیت
ہونے کا ڈھونگ رچانے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں ۔

فالی اللہ المشتکی

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونیوالی

کچھ کتابیں

(۱) وقفة مع اللامذهبية في شبه القارة الهندية (عربی)
مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کی وہ مشہور کتاب جس نے غیر مقلدیت کی حقیقت کو پوری طرح واشگاف کردیا ہے، اس کتاب کی اشاعت کے بعد ان کا سلفیت کا نعرہ ودعویٰ پھیکا پڑگیا ہے۔ قیمت ۱۵۰/ روپے

(۲) وقفة مع معارضي شيخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب والامراء السعوديين۔ (عربی)
شیخ ابن عبد الوہاب حنبلی اور امراء سعودیین کے بارے میں غیر مقلدین کے معاندانہ رویہ کو بہت تفصیل سے اس کتاب میں بتلایا گیا ہے، قیمت ۱۰۰/ روپے

(۳) مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں، طبع دوم
مولانا غازی پوری کی نہایت اہم کتاب ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ ان کا عمل کتاب وسنت پر ہے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے، پہلا اڈیشن صرف تین چار ماہ میں ختم ہوگیا۔ قیمت ۱۰۰/ روپے

(۴) غیر مقلدین کی ڈائری۔ طبع دوم
غیر مقلدین کی تاریخ اوران کے کردار وعمل پر روشنی ڈالنے والی نہایت دلچسپ واہم کتاب، صرف تین ماہ میں اس کا پہلا اڈیشن ختم ہوگیا۔ قیمت ۵۰/ روپے

(۵) غیر مقلدین کیلئے لمحۂ فکریہ۔

سوال وجواب کے انداز میں اس کتاب کو مرتب کیا گیا ہے، نہایت دلچسپ اور معلومات افزا کتاب، پڑھنے کے بعد آپ خود اس کتاب کی قدر وقیمت محسوس کریں گے۔ قیمت ۲۰/ روپے

(۶) محدثین کی قوت فقط تاریخ کی روشنی میں۔
کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے، نہایت معلوماتی کتاب قیمت ۲۰/ روپے

(۷) بریلوی مذہب پر ایک نظر، تالیف مولانا عبداللہ غازی پوری
بریلوی مذہب پر نہایت جامع و دلچسپ کتاب قیمت ۲۰/ روپے

(۸) تذکرہ طیب، حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات نمبر کی شکل میں اس کتاب کو مرتب کیا گیا تھا، قاری صاحب کے بارے میں ایک معلومات افزا کتاب.
قیمت ۵/ روپے

(۹) امام ابوحنیفہ اور قیاس۔ ختم شد

(۱۰) مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی۔
مولانا غازی پوری کی بہت اہم کتاب، مولانا مودودی کی کتاب "خلافت وملوکیت" کا یہ کتاب آپ کو تعارف کرائے گی، اس کتاب کو پڑھ کر ایک طرف آپ کو ذہن میں صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ سے صحیح واقفیت حاصل ہوگی دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوگا کہ مولانا مودودی کی یہ کتاب "خلافت وملوکیت" کتنی گمراہ کن اور صحابہ کرام کی تصویر مسخ کرنے والی ہے۔ قیمت ۶۰/ روپے۔ ختم شد

(۱۱) آئینہ غیر مقلدیت، مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کی عربی کتاب "وقفۃ مع اللامذہبیۃ" کا مولانا رضوان الرحمن قاسمی استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس کے قلم سے اردو ترجمہ آئینہ غیر مقلدیت کے نام سے زیر طبع ہے۔ قیمت ۶۰/ روپے

ان تمام کتابوں پر معقول کمیشن دیا جاتا ہے، وی پی منگانے سے بہتر ہے کہ پہلے آپ رقم بھیجدیں، آرڈر کی فوراً تعمیل کی جاتی ہے۔

درج ذیل پتوں سے بھی آپ ان کتابوں کو حاصل کرسکتے ہیں ۔

(۱) ربانی بکڈپو ، جامع مسجد ، دیوبند سہارنپور

(۲) ربانی بکڈپو ، کٹرہ شیخ چاند ، لال کنواں دہلی نمبر ۶

(۳) مکتبہ حسینیہ ، دیوبند ، سہارنپور

(۴) نعیم بکڈپو ، چوک بازار ، مئوناتھ بھنجن

(۵) عالیہ کتاب محل ، فیض عام روڈ ، مئوناتھ بھنجن

(۶) مولانا رضوان الرحمٰن قاسمی جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس ۔

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی وعلمی مجلہ
جلد نمبر ۱
ربیع الاول - ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۹ھ
شمارہ نمبر ۲
زمزم
مدیر مسئول ومدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ -/۶۰ روپے
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل، سیدواڑہ غازیپور، یوپی
پن کوڈ - ۲۳۳۰۰۱
فون نمبر ۲۲۱۷۵۷ - ۰۵۴۸

فہرست مضامین

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ اوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

زمزم کا پہلا شمارہ وقت پر شائع ہو گیا تھا، جن لوگوں کی نگاہ سے گزرا انکے تاثرات جو ہم تک پہونچے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ پرچہ قارئین کو پسند آیا، خدا کرے اس کا دائرہ وسیع ہو، زمزم کے مقاصد میں سے دو باتوں کو اولین ترجیح حاصل ہے پہلے نمبر پر کتاب وسنت کی صحیح دعوت لوگوں تک پہونچانا اور دوسرے نمبر پر ان تمام باطل فرقوں کا تعاقب کرنا اور ان کے چیلینجوں کا جواب دینا جو اسلام کی اساس کو کمزور کرنے کے درپے ہیں، خواہ یہ فرقے اندر کے ہوں یا باہر کے، باہر کے جو فرقے ہیں انکی اسلام دشمنی کھلی ہے، ہر شخص ان کا چہرہ پہچانتا ہے، ان کا ضرر اسلام کو اتنا پہونچنے والا نہیں ہے جتنا ان فرقوں سے اندیشہ ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھے اور اللہ و رسول کا نام لے کر مسلمان نسل کو بالکل ایک نئے دین کے سانچے میں ڈھال رہے ہیں۔

ہمارے نزدیک ان کا ضرر اسلئے زیادہ ہے کہ ان کو پہچاننے کیلئے بڑی دیدہ وری اور گہری نظر کی ضرورت ہے، اور یہ بات ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی ہے، اور وہ انکو اسلام کا مخلص سمجھ کر اور انکے ظاہر کو دیکھ کر دھوکہ میں پڑ جاتا ہے کہ واقعۃً یہ مخلصین کا گروہ ہے جو اسلام کی دعوت و تبلیغ میں لگا ہوا ہے۔

کتنے لوگ اسی فریب میں آکر منکرین سنت اور قادیانی ہو گئے، کتنے لوگ نیچری بن گئے، اور کتنے لوگ اسی قسم کے فریب میں آکر صحابہ کرام، اسلاف کرام،

ائمہ عظام، اہل اللہ و صلحاء کی شان میں گستاخیوں کو اپنا دین و ایمان سمجھنے لگے۔

دین وہ ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہے، جس کا نقشہ صحابہ کرام کی اجتماعی زندگی میں دیکھا گیا، اسلاف نے جس راہ پر چل کر زندگی گذاری، اگر اسلاف کے منہج فکر اور صحابہ کرام کی زندگی سے صرف نظر کر کے کوئی دین دین، اسلام اسلام کا نعرہ لگاتا ہے تو وہ فریب کا شکار ہے اور دوسروں کو بھی گمراہی کے راستہ پر ڈالنا چاہتا ہے، صحابہ کرام اور اسلاف امت کی نفی کر کے جو لوگ دین و دعوت کا کام کرنا چاہتے ہیں وہ اس امت کے بدترین لوگ ہیں، جو اللہ و رسول کا نام لیکر اللہ کے بندوں کو اللہ و رسول کے راستے سے ہٹا کر اپنی رائے اور اپنے خیالات اور اپنے مصنوعی منہج حیات کے جال میں پھانسنا چاہتے ہیں۔

اگر مسلمان ان سے آگاہ نہ رہے اور ان کے دام فریب کا شکار ہونے لگے تو وہ اس دین سے دور ہوتے چلے جائیں گے جو رسول خدا فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اور جس پر صحابہ کرام اور اسلاف امت کا قافلہ جادہ پیما ہوا تھا۔

اتحاد و اتفاق بہت اچھی بات ہے مگر اسی وقت تک جب تک کہ دین و شریعت کو آنچ نہ آئے، اگر کسی اتحاد و اتفاق سے دین و شریعت ہی مجروح ہونے لگیں اور اور اسلاف کی راہ سے آدمی کٹ کر دوسری ڈگر پر چلنے لگے تو ایسے اتحاد و اتفاق کو ہم دور ہی سے سلام کرتے ہیں۔

ایک گروہ اٹھتا ہے وہ صحابہ کرام کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، ائمہ دین کو مجروح کرتا ہے، محدثین عظام، فقہائے کرام اور دین و شریعت کے مخلص خدام کو گالیاں دیتا ہے، صوفیائے کرام کی دینی خدمات کو کالعدم بناتا ہے، تو ہماری دینی غیرت اور اسلامی حمیت کا تقاضہ ہے کہ ہم اس گروہ سے اپنا رشتہ و ناطہ توڑ لیں، ہمارے نزدیک یہ نہایت درجہ بے غیرتی کی بات ہے کہ ایسے لوگوں سے اتحاد و اتفاق کے نام پر ہاتھ ملایا جائے۔ ہمارے بزرگوں کی شاندار و روشن تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے اس قسم

کے موقعوں پر کبھی اور کسی تساہل سے کام نہیں لیا اور ہمیشہ مردِ میدان بنکر ان باطل پرستوں کا مقابلہ کیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اسلام اپنی موجودہ شکل میں باقی نہ رہتا۔

خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کچھ کچے قسم کے مسلمانوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا، کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں رہے تو ہم زکوٰۃ بھی نہیں دینگے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار تھا مگر حضرت ابوبکر نے انکے سامنے تلوار کھینچ لی اور اپنا وہ ملہمانہ جملہ زبان سے ادا کیا جو آج بھی ہماری رگوں میں خون کی گردش کو تازہ کردیتا ہے اینقص الدین وانا حی کیا میرے زندہ رہتے دین میں کمی کی جائیگی ہمارے سامنے امام مالک امام ابوحنیفہ امام احمد بن حنبل، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام غزالی مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ حضرت اسماعیل شہید حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی عارف باللہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت شیخ الہند محمود حسن اور سیدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ کی زندگی اور انکی روشن تاریخ موجود ہے ہمارے ان اکابر واسلاف نے باطل پرستوں اور گمراہوں سے کبھی اس بنا پر دوستی نہیں کی اور نہ انکے رد وابطال سے باز رہے کہ اس سے مسلمانوں کا شیرازۂ اتحاد پارہ پارہ ہوگا۔ انکی جدوجہد اور باطل کے سامنے ڈٹ جانے کا آج نتیجہ ہے کہ اسلام کے مسخ کردینے اور دین وشریعت کو محرف کردینے کی ہزار کوششوں اور تحریکوں کے باوجود آج بھی اسلام کا آفتاب اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے، اور انشاء اللہ تاقیامت چمکتا رہے گا۔

ہم آخر میں ایک بار پھر اسی بات کو دہراتے ہیں کہ دین وشریعت وہ ہے جس پر صحابہ کرام کا قافلہ چلا اور جس پر ہمارے اسلاف واکابر چلتے رہے۔ اس دین وشریعت کی حفاظت اور اس کی طرف دعوت "زمزم" کا اولین فریضہ ہے، اگر ہمارے اس رائے سے کچھ احباب کو اتفاق ہے تو آپ ہمارا ساتھ دیں اور زمزم کی اس دعوت کو دور دور تک پھیلائیں اور عنداللہ اجر کے مستحق ہوں۔

محمد ابوبکر غازی پوری

معارف مدنیہ

یعنی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے

ملفوظاتِ سامیہ

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی مجموعہ کمالات تھی اس صدی کی اسلامی تاریخ میں اس جیسی نابغہ و نادرۂ روزگار شخصیتیں بہت کم نظر آتی ہیں، اللہ نے آپ کی ذات گوناگوں کمالات سے متصف کیا تھا، آپ جید الاستعداد عالم، بے مثال محدث، اسلام کے جاں باز سپاہی، مشہور قومی لیڈر، عارف ربانی، زاہد مرتاض تقوی و اخلاص کے پیکر، مجسم تواضع، شان جلدیت کے مظہر حاتم طائی سے بڑھ کر جود و سخا میں ممتاز اور مہمان نواز ایسے کہ اسکی مثال ان کے ہم عصروں میں دیکھنے کو نہیں ملتی، حق گو و بیباک، غیور و خوددار، راہب شب بیدار عشق نبوی سے سرشار اور سنت نبویہ کے ایسے فدائی کہ خلاف سنت کوئی قدم اٹھانے کو تیار نہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کے زیر تربیت رہ کر بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے رشد و ہدایت کے چراغ سے اپنے قلوب کو منور کیا اور راہ مستقیم پر لگ گئے۔

حضرت رحمہ اللہ کے مکتوبات جو چار جلدوں میں چھپے ہیں، علم و تحقیق، معرفت اور حقائق علمیہ و دینیہ کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں، ہم ناظرین ․زمزم․ کیلئے اس میں سے کچھ موتی چن کر پیش کر رہے ہیں۔

(۱) حضرت مدنی سے پوچھا گیا کہ صبر مقدم ہے یا شکر، ارشاد ہوا، صبر مقدمہ شکر ہے، اس لیے اس کو مقدم کیا جانا ضروری ہے، صبر میں نفس کے خلاف کوشش ہوتی ہے، اسلئے اس کو بہت زیادہ مشکل سے سامنا ہوتا ہے، بدیں وجہ تاکید (صبر کی) زیادہ ہونی لازم ہے۔
بخلاف شکر کے اس میں اس قدر نفس پر مشقت نہیں ہے، ورنہ اصلی عبادت شکر ہے۔

(۲) فرمایا، کتب فقہ میں یہ جزئیہ موجود ہے کہ اگر نکاح میں زوج کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہ ہو تو زوجین کا اجتماع سفاح (زنا) کہلائے گا۔

(۳) بعض خاندانوں میں جو زیادہ مہر باندھنے کا رواج ہے اس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔
وہ خاندان جو کہ زمانہ حکومت اسلامیہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں کے مالک تھے آج بھی (یعنی جب کہ انکی سابقہ حالت باقی نہیں رہ گئی ہے) ان کے یہاں لاکھوں کی مقدار پر یا ہزاروں کی مقدار پر مہر چلے آتے ہیں اور بہت سے خاندان والے زیادہ سے زیادہ مہر کی عادت کئے ہوئے ہیں، محض تفاخر و نام آوری کیلئے شرافت اور مالی خاندانی معیار ہی نے بے وقوفوں کے یہاں مہر کا خیال تر ہونا ہو گیا ہے، ان صورتوں میں زوج کیسے ارادہ ادائے مہر کر سکتا ہے اس کے گھر میں اتنے کھپڑے نرئے بھی نہیں جتنا مہر باندھا جاتا ہے، زبان زد ہو گیا ہے کہ بیوی سے معاف کرالیں گے بلکہ بعض بیوقوف تو یہ کرتے ہیں کہ بیوی کو پہلی شب مجبور کر کے معاف کراتے ہیں ایسی صورتوں میں ارادہ مہر کہاں پایا جاتا ہے۔
(اور اگر مہر کے ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو بیوی سے ہم بستری زنا قرار پائے گی)

(۴) فرمایا، ہمیشہ اصلاح و تبلیغ میں جناب باری عز جل کا ارشاد فقولا له قولا لینا (یعنی نرم بات کہو) اور ادع الی سبیل ربك (یعنی اپنے رب کا

طرف دانشمندی اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلاؤ) کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۵) فرمایا۔ اس عالم دنیا میں محن و مصائب کے وہ لوگ زیادہ نشانے بنائے گئے ہیں جن کو تقویٰ اور دیانتداری میں یدِ طولیٰ حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا۔ اصل مقصود حضوری مسمیٰ ہے (یعنی اللہ کی ذات کا استحضار) ذکرِ اسم لسانی ہو یا قلبی ذریعہ اور آلہ ہے مقصود حاصل ہونے کے بعد آلات کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ اسلئے اصل اشتغال تو مراقبہ کے ساتھ رہنا چاہئے ذکر لسانی یا قلبی اگر اس کی اعانت کیلئے کیا جائے مناسب ہونے کی صورت میں کرتے رہئے ورنہ فقط مراقبہ و توجہ الی الذات ہی میں جس قدر وقت صرف کریں کیجئے۔

(۶) فرمایا۔ دلائل الخیرات میں مجموعہ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر اس کا ورد ہو تو بہتر ہے، مگر سب سے بہتر یہ ہے کہ مندرجہ ذیل درود شریف کا بمقدار تسبیح ایک سو یا اس سے زائد رکھیں۔

اللّٰھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک وسلم کما تحب و ترضی عدد ما تحب و ترضی۔

(۷)۔ فرمایا سلسلہ تبلیغ میں جس قدر جد و جہد ہو مستحسن ہے۔ مناسب ہے کہ یہ اسکیم جاری کی جائے کہ ہر ممبر اسکیم تبلیغ کا ذمہ دار ہو کہ کم از کم دس بے نمازیوں کو نماز سکھلائے گا اور ان کو پورا نمازی پابند نماز و جماعت کر دیگا۔

(۸)۔ فرمایا۔ دیہات میں ابتدائی مکاتب جاری کر دینا جس قدر ممکن ہو اشد ضروری ہے جن میں قرآن و دینیات اور لکھنے پڑھنے اور حساب کی ابتدائی تعلیم جاری کی جاری کی جائے جو دن میں نہ پڑھ سکیں ان کو شب میں مغرب سے عشاء تک تعلیم دی جائے مسلمان غرباء کی تعلیم از بس ضروری ہے یہ اسکیم اطراف و جوانب میں پھیلائیے۔

(۹) فرمایا (قرآن کی) تفسیر کے اندر جہاں تک ہو سکے احتیاط سے کام کیا جائے ایسا نہ ہو کہ کچھ لغزش ہو جائے، احادیث نبویہ کے مطابق تفسیر اور ترجمہ ہونا ضروری ہے

اپنا رائے کو کوئی دخل نہ ہو متقدمین مفسرین کے اقوال سے باہر قدم نہ رکھنا چاہئے۔

(۹) فرمایا۔ صدقہ دافع بلا اور وبا ہے، اسلئے مصیبت کے وقت جہاں تک ہوسکے صدقات وخیرات زیادہ کرنا چاہئے۔

(۱۰) فرمایا کہ۔ استقامت اور اتباع سنت عظیم الشان نعمت ہے قرآن مجید وہ انتہائی نعمت ہے جس کو امت خیر الامم ہی کیلئے پروردگار عالم نے محفوظ و مقرر نازل فرمایا تھا۔ اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔

(۱۱) فرمایا۔ اتباع سنت سینہ میں ہمیشہ کوشاں رہیں اور جہاں تک ممکن ہو ذکر میں کوتاہی نہ کریں جو وقت بھی خدا کے ذکر میں گزرے وہی زندگی ہے۔

(۱۲) فرمایا۔ مولانا تھانوی کے مواعظ بہت مفید ہیں ضرور ان کا مطالعہ رکھیں۔

(۱۳) پریشانیوں کے ازالہ کے لئے فرمایا۔

روزانہ تین سو مرتبہ بعد از عشاء لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھ لیا کریں اور سوتے وقت ستر و مرتبہ الم نشرح لک پڑھ کر سینہ پر دم کر لیا کریں۔

(۱۴) فرمایا۔ اسلام نے کسی صورت میں بھی غلامی پر قناعت نہیں کی بہت سی نصوص سے دلالۃً و صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا تقاضا حکومت اور سربلندی ہے۔

(۱۵) فرمایا۔ بلاشبہ اسلامی قوانین ہی دنیا کے لئے حقیقی امن و سلامتی کے ضامن ہیں۔

(۱۶) فرمایا۔ سرکاری بینکوں میں اور ان بینکوں میں جن کے مالک غیر مسلم ہوں روپیہ جمع کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ اس روپیہ سے کاروبار کرکے استفادہ حاصل کرتے ہیں اور اسی کے منافع سے اسلام اور مسلمانوں کی تخریب پر صرف کیا جاتا ہے لیکن جمع کرنے کے بعد اس کا سود نہ لینا اور اس کا بینکوں میں چھوڑ دینا بھی جائز نہیں ہے۔

اس روپیہ کو جو بینکوں کے سود کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد میں صرف کر دینا چاہئے۔

(۱۷) فرمایا۔ کہ شرعی عقلی مادی ہر حیثیت سے چھیڑنے اور ابتدا کرنے والا ہی موردِ الزام اور گنہگار قرار دیا جاتا ہے اگر کسی نے گدھے کو چونکا لگایا اور گدھے نے لات مار کر نقصان پہونچایا تو یہ نقصان چونکا لگانے والے ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے گدھا موردِ الزام نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(۱۸) فرمایا۔ ایک محمدی کو حسب اقتضائے فطرت اور عقل لازم ہونا چاہئے کہ وہ اپنے آقا کا سا رنگ ڈھنگ چال چلن، صورت سیرت، فیشن کلچر وغیرہ بنائے اور اپنے محبوب آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے، ہمیشہ عقل اور فطرت کا تقاضا یہی رہا ہے اور یہی ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے، آج یورپ سے بڑھ کر روئے زمین پر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے واقعات کو دیکھئے، اس بنا پر جو انکے خصوصی شعائر اور فیشن ہیں ہم کو اس سے انتہائی متنفر ہونا چاہئے۔ خواہ وہ لباس سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے خواہ زبان سے یا تہذیب و عادات سے ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے کہ دوست کی سب چیزیں پیاری معلوم ہوتی ہیں اور دشمن کی سب چیزیں مبغوض اور اوپری بالخصوص جو چیزیں دشمن کی خصوصی شعائر ہو جائیں، اسلئے ہماری جد و جہد اس میں ہونی چاہئے کہ ہم غلامان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے فدائی بنیں نہ کہ غلامان کرزن و ہارڈنگ و فرانس و امریکہ وغیرہ۔

(جاری)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری مدظلہ

اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت

(قسط ۲)

بدعتی کی تنظیم پر وعید | حدیث میں ہے : من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام . یعنی جس نے بدعتی کی توقیر (تعظیم) کی اس نے اسلام (کی بنیاد) ڈھانے میں مدد کی (مشکوٰۃ صفحہ ۳۱)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا ارشاد ہے

ما من نبی بعثه اللّٰه فی امته قبلی الا کان له من امته حواریون واصحاب یاخذون بسنته ویقتدون بامره ثم انها تخلف من بعدهم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون فمن جاهدهم بیده فهو مؤمن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن

یعنی : اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قبل جس نبی کو بھی اپنی امت کی طرف مبعوث فرمایا ان کی امت میں ایسے حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کی سنت پر عمل کرتے اور ان کے حکم کی اقتدا کرتے پھر ان کے بعد ناخلف پیدا ہوئے لوگوں کو ایسی باتیں کہتے جن پر خود عمل نہ کرتے اور جن باتوں کا انہیں حکم نہیں دیا گیا انکو کرتے پس جو شخص ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان سے

ومن جاھدھم بقلبه فھو مؤمن ولیس وراء ذلك من الایمان حبة خردل رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص۲۹ باب الاعتصام)

اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے (یعنی ان باتوں کو برا سمجھے) وہ مومن ہے اور جو دل سے بھی ان چیزوں کو برا نہ سمجھے اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

المحروم من حرم رضا مولاہ من لم یعمل بما أمر واشتغل بما لم یؤمر به هذا هو الحرمان بعینه والموت بعینه والطرد بعینه۔ (الفتح الربانی ص۱۸۲ مجلس ۵۱)

اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص جو اس پر تو عمل نہ کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور جس کا آقا نے حکم نہیں دیا اسمیں مشغول رہے یہی اصل محرومیت ہے یہی اصل موت ہے، یہی اصل مردودیت ہے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

انه سیخرج فی امتی اقوام تتجاری بھم تلك الاھواء کما یتجاری الکلب لصاحبه لایبقی منه عرق ولا مفصل الادخله۔ (مشکوٰۃ شریف ص۳۰ باب الاعتصام)

عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جن میں خواہشات (بدعات) اس طرح سرایت کرجائیں گی جس طرح باؤلے کتے کا زہر آدمی میں سرایت کرجاتا ہے اور (بدن کے) رگ و ریشہ میں داخل ہوجاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اور صحیح مسلم شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جاء ثلثة رهط الی ازواج
النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم
یسألون عن عبادۃ النبی صلی اللّٰہ
علیہ وسلم فلما اخبروا بہا
کأنہم تقالوہا فقالوا این
نحن من النبی صلی اللّٰہ علیہ
وسلم وقد غفر اللّٰہ ما تقدم
من ذنبہ وما تأخر فقال
احدہم اما انا فأصلی اللیل
ابدًا وقال الآخر انا اصوم
النہار ابدًا ولا افطر وقال
الآخر انا اعتزل النساء فلا
اتزوج ابدا فجاء النبی
صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال
انتم الذین قلتم کذا وکذا
اما واللّٰہ انی لاخشاکم للّٰہ
واتقاکم لہ، لکنی اصوم
وافطر واصلی وارقد واتزوج
النساء فمن رغب عن سنتی
فلیس منی ۔ متفق علیہ ۔
(مشکوٰۃ شریف ص۲۷ باب
الاعتصام)

تین صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت
کا حال معلوم کرنے کے لئے ازواج مطہرات
کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی عبادت کا حال معلوم کرکے
کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں آپ (صلی اللہ
علیہ وسلم) آپ تو وہ ہیں کہ آپ کی اگلی پچھلی
تمام خطائیں معاف کر دی گئیں، (لہذا
آپ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں،
صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے ایک نے کہا
کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا،
دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا
کبھی ترک نہ کروں گا، تیسرے نے کہا
میں کبھی شادی نہیں کروں گا (آزاد رہ کر خوب
عبادت کروں گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے اور فرمایا کہ کیا تم ایسا ایسا کہتے تھے؟
سن لو! خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے
ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں
اسکے باوجود روزے بھی رکھتا ہوں اور
نہیں بھی رکھتا، تہجد بھی پڑھتا ہوں آرام
بھی کرتا ہوں اور اسکے علاوہ نکاح بھی
کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) جس نے میرا
طریقہ چھوڑا وہ میرا نہیں ہے ۔

مذکورہ حدیث میں غور کیجئے! ایک صحابی نماز کے متعلق عہد کرتے ہیں کہ میں پوری رات نماز پڑھتا رہوں گا، اور دوسرے عہد کرتے ہیں کہ میں پوری عمر روزے رکھوں گا اور تیسرے صحابی اپنے اوپر یہ لازم کرتے ہیں کہ میں عورتوں سے الگ تھلگ رہ کر عبادت میں مشغول رہوں گا۔ بتلائیے ظاہراً ان چیزوں میں کیا کوئی خرابی یا قباحت ہے؟ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہیں فرمایا، دراصل اس میں قباحت یہی تھی کہ یہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور منشاء کے خلاف تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات صحابہ کو تنبیہ فرمائی۔

بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان ابلیس قال اھلکتھم بالذنوب فاھلکونی بالاستغفار فلما رأیت ذلک اھلکتھم بالاھواء فھم یحسبون انھم مھتدون فلا یستغفرون۔ (الترغیب والترھیب صفحہ ۱۴۰)

یعنی: ابلیس کا مقولہ ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کر کے تباہ و برباد کر دیا (جس کی وجہ سے وہ مستحق جہنم ہوگئے) لوگوں نے مجھے توبہ واستغفار سے ہلاک کر دیا (اس طرح انھوں نے میری محنت رائیگاں کر دی) جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے خواہشات نفسانی میں انکو مبتلا کر کے ہلاک و برباد کر دیا (یعنی بہت کچھ ایسے امور ایجاد کئے جو انکی خواہشات کے مطابق تھے) پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں پس توبہ واستغفار بھی نہیں کرتے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

روی عن سفیان الثوری انه کان یقول البدعة احب الی ابلیس من کل المعاصی لان المعاصی یتاب عنها والبدعة لایتاب عنها وسبب ذلک ان صاحب المعاصی یعلم بکونه مرتکب المعاصی فیرجی له التوبة والاستغفار واما صاحب البدعة فیعتقد انه فی طاعة وعبادة ولا یتوب ولا یستغفر وهذا ما حکی عن ابلیس انه قال قصمت ظهور بنی آدم بالمعاصی والاوزار وقصموا ظهری بالتوبة والاستغفار فاحدثت لهم ذنوبا لایستغفرون منها ولا یتوبون منها وهی البدعة فی صورة العبادة (مجالس الابرار ص۱۳ مجلس ۱۸)

حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ بدعت ابلیس کو تمام گناہوں سے زیادہ محبوب ہے اسلئے کہ گناہوں سے تو توبہ ہو سکتی ہے اور بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی اور اس کا سبب یہ ہے کہ گنہگار تو یہ سمجھتا ہے کہ میں طاعت و عبادت کر رہا ہوں تو وہ نہ توبہ کرے گا نہ استغفار، یہ مضمون خود ابلیس سے منقول ہے اس نے کہا میں نے بنو آدم کی کمر معاصی اور گناہوں سے توڑ دی تو انہوں نے میری کمر توبہ اور استغفار سے توڑی تو میں نے ان کے لئے ایسے گناہ نکالے ہیں کہ جن سے وہ نہ استغفار کرتے ہیں اور نہ توبہ! اور وہ بدعتیں ہیں عبادت کی صورت میں۔

....

بدعتی اور اس سے محبت کرنیوالا نور ایمان سے محروم رہتا ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عن فضیل بن عیاض یقول من احب صاحب بدعة

جو شخص کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے نیک اعمال مٹا دیتا ہے

باقی ص۳۱ پر

قسط ۲ — محمد ابوبکر غازی پوری

حقیقۃ الفقہ کتاب پر ایک نظر

غیر مقلدین مجتہدین کی قابلیت کے کچھ نمونے

گزشتہ گفتگو میں واضح کیا گیا تھا کہ مولانا محمد یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ جس کو بقول مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کیلئے مصنف نے لکھی تھی اس سے فقہ حنفی کی ہمواری کیا ظاہر ہوتی. اس کتاب سے خود مولانا محمد یوسف کی جہالت آشکارا ہوتی ہے، میں نے متعدد مثالوں سے واضح کیا تھا کہ مولانا جے پوری کو معمولی عربی بھی نہیں آتی تھی، نحو و صرف سے مولانا جاہل تھے عربی کی بہت واضح اور سادہ عبارتیں نہ مولانا سمجھ پاتے تھے اور نہ ان کا صحیح ترجمہ کر سکتے تھے، آج کی صحبت میں میں مزید کچھ مثالوں سے مولانا کی جہالت اور قابلیت واضح کروں گا۔

(۱) حجۃ اللہ البالغہ سے مولانا نے یہ عبارت نقل کی ہے۔

وقال لم یزل الناس یسئلون من اتفق من العلماء الخ

اور اس کا یہ دلچسپ ترجمہ کیا ہے۔

. کہا شیخ عزالدین عبدالسلام نے ہمیشہ سے لوگ اس پر تھے کہ علماء کے متفق فتوی دریافت کرتے. ص

یہ ہے مولانا جے پوری کی قابلیت کا ایک عظیم شاہکار اور اس قابلیت پر فقہ حنفی سے پنجہ لڑانی کا شوق ہے مولانا جے پوری کو، اور مجتہد بننے کا بھی اسی قابلیت پر شوق ہے جو شخص معمولی عربی عبارت کا بھی صحیح ترجمہ نہ کر سکے وہ غیر مقلدوں کی دنیا میں صاحب نظر عالم،

کہلاتا ہے ۔ ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ۔

کہا شیخ عزالدین عبدالسلام نے ہمیشہ سے لوگوں کا معمول یہی تھا کہ جس کسی

سے بھی ہوتا مسائل معلوم کرلیا کرتے تھے ۔

دونوں ترجموں کا ناظرین فرق ملاحظہ فرماکر مولانا بجے پوری کی قابلیت کی داد دیں ۔

(۱۲) مولانا بجے پوری نے ایضاح الحق الصریح سے یہ فارسی عبارت نقل کی ہے ۔

وارادہ و تقلید شخصے معین از مجتہدین و مشائخ در ارکان دین لازم نے الخ

اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ،

" اور مرید ہونا اور مقلد ہونا کسی شخص معین کا مجتہدوں اور مشائخوں سے

ارکان دین میں نہیں ہے " ص۱۵

" در ارکان دین لازم نے " کا مولانا کے نزدیک خط کشیدہ جملہ ترجمہ ہے ، مولانا تو

فی الواقع اس عبارت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکے ہیں ، یا قصداً انھوں نے یہ تحریفی ترجمہ

کیا ہے ۔ بات چاہے جو ہو مولانا کی شبیہ بگڑ ہی کر سامنے آتی ہے ، ناظرین کرام اس عبارت کا

یہ ترجمہ ہوگا ۔

" اور مرید ہونا اور مقلد ہونا کسی شخص معین کا مجتہدوں اور مشائخوں میں ارکان

دین میں لازم نہیں ہے ۔

ارکان دین میں کسی چیز کا نہ ہونا اور مفہوم رکھتا ہے اور ارکان دین میں کسی چیز کا لازم نہ ہونا

اور مفہوم رکھتا ہے ، اہل علم اس فرق کو خوب سمجھتے ہیں ، مگر میں عوام کے لئے یہ کہنا چاہتا ہوں

کہ ارکان دین میں سے کسی چیز کے نہ ہونے کا مطلب تو بالکل ظاہر ہے اور وہ یہ کہ اس کا دین کے

ارکان سے کوئی تعلق نہیں ، اور دین کے ارکان میں سے لازم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس

کا تعلق دین کے ارکان ہی میں سے ہے مگر یہ تعلق لزوم اور وجوب کا نہیں ہے ، صاحب ایضاح

کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے مرید ہونا اور کسی شخص معین کی تقلید کرنا اس کا تعلق بھی ارکان

دین ہی سے ہے مگر اس کا درجہ لازم اور واجب کا نہیں ہے ، بلکہ استحباب و استحسان کا ہے

کتاب کا مصنف تو یہ کہا جاتا ہے اور تقلید اور پیری و مریدی کو ارکان دین میں سے قرار دیتا ہے اگرچہ درجہ وجوب و لزوم میں نہیں بلکہ استحباب و استحسان کے درجہ میں اور مولانا بے پوری اپنی غیر مقلدانہ کی ذہنیت کے پیش نظر اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ یہ چیزیں دین کے ارکان میں سے نہیں ہیں، غیر مقلدیت اور جہالت و بے ایمانی میں کتنا قرب ہے، ناظرین اندازہ کریں۔ (۱)

(۱۳) مولانا بے پوری درج ذیل عبارت کا ترجمہ فرماتے ہیں:

وهذا كله نفي للتقليد وابطال لمن فهمه وهدى لرشده

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اس میں تقلید کی تردید اور ابطال ہے جو فہم رکھتا ہے اور ہدایت نصیب ہوتی اسے سمجھتا ہے صہ ۸۳

اہل علم غور فرمائیں کہ لمن فهمه وهدى لرشده کا یہی ترجمہ ہوگا اگر مولانا نے عبارت کو سمجھ کر ترجمہ کیا ہوتا تو اس کا ترجمہ یہ کرتے۔

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اس میں تقلید کی تردید و ابطال ہے اس کیلئے جس نے اس کو (یعنی میری تحقیق کو) سمجھا اور اسے ہدایت ملی۔

(۱۴) مولانا بل الدليل اقتضى العمل بقول المجتهد فيما احتاج اليه کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

"بلکہ دلیل کا مقتضی تو یہ ہے کہ خواہ کوئی سا مجتہد ہو، اسکے قول پر جس مسئلہ میں حاجت پڑے کیا جائے۔ صہ ۸۵

یہ کون سی اردو ہے ۔۔ اور خواہ کوئی سا مجتہد، کس کا ترجمہ ہے۔

(۱۵) ۔ واجمع الصحابة على ان من استفتى ابا بكر وعمر اميري المومنين فله ان يستفتي اباهريرة ومعاذ بن جبل وغيرهما من غير نكير کا ترجمہ مولانا فرماتے ہیں۔

" اور متفق ہو گئے صحابہ اس پر کہ جو فتویٰ پوچھے دونوں مومنوں کے سردار ابوبکر اور عمر

(۱) بیضاح الحق الصریح کی اس عبارت پر متعدد وجوہ سے کلام کیا جا سکتا ہے مگر سر دست اسکو میں چھوڑتا ہوں۔

تو اسے روا ہے کہ فتویٰ پوچھے ابوہریرہ اور معاذ بن جبل وغیرہ سے اور بلا کھٹکے ان کے قولوں پر عمل کرے۔

ناظرین کرام خط کشیدہ عبارت اس عربی عبارت کے کس حصہ کا ترجمہ ہے، کسی غیر مقلد عالم سے پوچھ کر ہمیں مطلع فرمادیں۔

اور دوسرا سوال غیر مقلدوں سے یہ بھی کرلیں کہ کیا بلا کھٹکے صحابہ کرام کے قولوں پر عمل کرنا مذہب غیر مقلدیت میں جائز ہے؟ اگر وہ کہیں کہ ہاں! تو پھر ان سے اس پر ایک تحریر لے لیں۔

(۱۶) مولانا نے پوری درج ذیل عبارت کا ترجمہ فرماتے ہیں:

"بل اوجب علم الدین بمابعث بہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم والعمل بشریعتہ"

بلکہ ان پر اس بات پر ایمان لانا واجب کیا ہے جس کیلئے ہمارے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور عمل کرنا ان کی شریعت پر۔ ص۸۶

کیا کوئی غیر مقلد عالم بتلائے گا کہ مولانا نے اس عبارت کا صحیح ترجمہ کیا ہے؟ اوجب علم الدین کا ترجمہ ایمان لانا واجب کیا ہے یہ کرنا کتنی بڑی جہالت ہے مگر غیر مقلدوں کا ہر جاہل بھی مجتہد ہی بننے کا شوق رکھتا ہے

(۱۷) فی کل مایاتی ویذر کا یہ دلچسپ ترجمہ کیا

"ہر کام خواہ وہ کرنے کا ہو یا چھوڑنے کا" ص۹۱

جس جاہل کو کل مایاتی ویذر کا مفہوم بھی معلوم نہ ہو وہ داد اجتہاد دینے کو تیار ہے اور "حقیقۃ الفقہ" لکھ کر فقہ کی ناہمواری ظاہر کرنے کا شوق پالے ہوئے ہے۔

(۱۸) "وما امرنا باتباع مذہب من المذاہب راسا فضلا عن اتباع مذہب معین" کا ترجمہ فرماتے ہیں:

۔اور نہیں حکم دیے گئے ہیں ہم کہ تابعداری کریں مذہبوں میں سے خاص کر کسی مذہب کی ۔

غیر مقلدین علماء سے گذارش ہے کہ وہ بتلائیں کہ کیا مولانا جے پوری کا یہ ترجمہ محرفانہ اور غلط نہیں ہے ، ناظرین اس عبارت کا پہلے صحیح ترجمہ لاحظہ فرمائیں۔

۔اور ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے کہ کسی بھی مذہب کی اتباع کریں کسی مذہب معین کی بات تو الگ رہی ۔

مولانا نے خط کشیدہ ترجمہ کس عبارت کا کیا ہے ؟ اور ،،خاص کر،، کیا فضلاً عن کا ترجمہ ہے ؟ اور پھر مولانا جے پوری نے جو یہ فرمایا ہے کہ مطلب یہ ہے اللہ اور اس کے رسول نے چاروں مذہبوں میں سے کسی مذہب کی اتباع کا حکم نہیں دیا ہے ۔ مولانا کا یہ مطلب اس عبارت کے کس جزء سے ثابت ہوتا ہے ۔

میں مولانا جے پوری سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ اور اس کے رسول نے مذہب غیر مقلدیت کا حکم دیا ہے ، یا مذہب سلفیت کا حکم دیا ہے ؟ غیر مقلدیت اور سلفیت کی اتباع کا حکم کتاب وسنت میں کہاں ہے ؟ اور غیر مقلدین یہ بھی بتلائیں کہ کس حنفی شافعی مالکی ، یا حنبلی نے اس کا دعویٰ کیا ہے کہ مذہب حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کی اتباع کا حکم خدا اور رسول نے دیا ہے ؟

دراسات اللبیب کی اس عبارت کا حاصل تو یہ ہے کہ اللہ ورسول نے خاص اور غیر خاص کسی بھی مذہب کی اتباع کا حکم نہیں دیا ہے ۔ مگر جے پوری صاحب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ ورسول نے عام طور پر تو کسی مذہب کی اتباع کا حکم دیا ہے مگر خاص کر کسی مذہب کی اتباع کا حکم نہیں دیا ہے ، واہ رے مولانا کی دیانت ولیاقت اور قابلیت وشرافت ۔

(۱۹) مولانا جے پوری امام داؤد ظاہری کے اس کلام کا ۔ انظروا فی امر دینکم یہ غلط ترجمہ کرتے ہیں ۔

" اور اپنے دین کے معاملہ میں حجت تلاش کرو معصوم نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی " صـ۹
یقین جانئے کہ مولانا کی اس عربی دانی پر طبیعت عش عش کر کے رہ گئی ہے
اسلئے داتی امر دیشکم کا یہ لمبا چوڑا ترجمہ غیر مقلدین کی فیکٹری میں تیار ہوتا ہے
ناظرین اس عبارت کا ترجمہ بس اتنا ہے ۔
" تم لوگ اپنے دین کے معاملہ میں غور کرو "
(۲۰) ولم یات قرن بعد ذالک الا وھو اکثر فتنۃ واوفر تقلیداً ۔
کا ترجمہ فرماتے ہیں ۔ " اور کوئی صدی ان کے بعد نہیں آئی مگر وہ ان سے
زیادہ فتنہ میں تھے اور قوی تر تقلید میں " صـ۹
یعنی " صدی " جس کو زمانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ مولانا کے نزدیک ذوی
العقول کی ایک قسم ہے ، اور بعد ذالک کا ترجمہ ان کے بعد " مولانا کے نزدیک
ہے ، ہے کچھ اس جہالت و حماقت کی انتہاء ، ناظرین صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمالیں ۔
اور اس کے بعد کوئی صدی نہیں گذری مگر اس صدی میں فتنہ زیادہ رہا
اور تقلید کی کثرت زیادہ رہی ۔
(۲۱) صـ۱۰ میں بل قد یکون کافراً کا ترجمہ " بلکہ کافر ہی ہو جاتا
ہے " کر کے اپنی قابلیت وعلمیت کو عیاں و آشکارا کر دیا ہے ۔
(۲۲) مولانا جے پوری کی قابلیت اور ان کی عربی دانی و مجتہدانہ صلاحیت کا
ایک شاہکار یہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے ، پہلے مولانا کی نقل کردہ عبارت دیکھئے ۔
" قلت فان تعلمت الفقہ قالوا تسأل وتفتی الناس وتطلب
للقضاء وان کنت شاباً "
اس کا ترجمہ جیسے کہ اہل علم جانتے ہیں یہ ہوگا ۔
میں نے کہا کہ اگر میں فقہ سیکھوں ؟ تو لوگوں نے کہا کہ تم سے مسائل پوچھے

جائیں گے اور تم لوگوں کو فتویٰ دو گے اور قضا کیلئے تمہیں بلایا جائے گا اگرچہ تم نوجوان ہی ہو (یعنی اگرچہ تمہاری عمر کم بھی ہو) اور مولانا وان کنت شابًا کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

"اگرچہ تم انسے بچنے والے ہوگے۔" ص۱۳۲

ناظرین بھی اس عربی دانی پر پھڑک گئے ہوں گے اور مولانا جے پوری کی اجتہادی صلاحیت کا انھوں نے بھر پور اندازہ کر لیا ہوگا، اور ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس کی کیا حقیقت ہے، جو شخص وان کنت شابًا کا ترجمہ "اگرچہ تم ان سے بچنے والے ہوگے" کرے اس کا شمار جماعت غیر مقلدین میں "اہل نظر عالم" میں ہوتا ہے۔

(۴۳) ص۱۳۳ میں ایک عبارت میں یہ جملہ آیا ہے۔

"فتجاذبت احادیث الشریعۃ بعضہا بعضاً"

مولانا جے پوری نے اس کا ترجمہ کیا ہے "بعض حدیثیں بعض کے خلاف ہوئیں" اہل علم خود فرمائیں کہ جے پوری صاحب کی علمی و عربی استعداد کتنی پختہ ہے، اس عبارت کا صحیح ترجمہ کچھ یوں ہوگا۔

"پس شریعت کی احادیث بعض بعض سے متفق ہوئیں"

(۴۴) ص۱۳۱ میں حجۃ اللہ البالغہ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں جملہ وارد ہوا ہے۔

"وانما الحق ان اکثرہا اصول مخرجۃ علی قولہم"

اور اس کا یہ غیر مقلدانہ ترجمہ کیا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ اکثر ان اصول و قواعد سے ایسے ہیں کہ من گھڑت ہیں اور ان پر تھوپے گئے ہیں۔

اس ترجمے سے نہ صرف یہ کہ غیر مقلدین کی علمیت و قابلیت، آشکارا ہوتی ہے

بلکہ ان کی بددیانتی و بے ایمانی کا بھی اظہار ہوتا ہے، اور محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے تحریف وغلط بیانی کی کسی یہودی درسگاہ میں تمرین حاصل کی ہے۔

(۲۵) ومذھب کل مجتھد ما قال ولم یرجع عنہ کا ترجمہ کیا ہے۔

"ہر وہ مسئلہ جس کو کسی شخص نے امام کے قول سے مستنبط کیا ہے اس کا مذہب ہو سکتا ہے"

ناظرین غور فرمائیں کہ اس عبارت کے اس ترجمہ کی داد کن الفاظ میں دی جائے اس کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

"ہر مجتہد کا مذہب وہ قول ہوتا ہے جس سے اس نے رجوع نہ کیا ہو"

کہاں اس عبارت کا یہ ترجمہ اور کہاں مولانا والا وہ غیر مقلدانہ و مجتہدانہ ترجمہ، ناظرین دونوں کا فرق ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۶) ص۱۶۵ میں الشریعۃ ما لا تدرک لولا خطاب الشارع کا ترجمہ کیا ہے۔

"شریعت خطاب شارع ہی کا ہے اور بس"

جبکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

"شریعت وہ چیز ہے کہ اگر شارع کا خطاب نہ ہوتا تو اسے جانا نہیں جا سکتا تھا"

(۳۰) ص۱۷۵ پر میزان شعرانی سے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

وکان الشافعی یقول الحدیث علی ظاهره ولكن اذا احتمل عدة معان فاولاها ما وافق الظاهر۔

اور اس کا یہ فاضلانہ ترجمہ کیا ہے۔

"امام شافعی فرماتے تھے کہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے لیکن جب اس میں

دوسرے معانی کا احتمال پیدا کردیا جائے تو لائق عمل وہی معنی ہے جو ظاہر ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا یہ ترجمہ بھی اندھے کی لاٹھی والا ہے
اور مولانا جے پوری کی جہالت کا آئینہ دار، ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح ترجمہ
ملاحظہ فرمائیں اور اس صاحب نظر غیر مقلد عالم کی جہالت عقل و خرد اور دیانت
کی داد دیں، امام شافعی کے اس کلام کا صحیح ترجمہ یہ ہے ۔

"امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کو ظاہر پر رکھا جائے گا لیکن اگر
حدیث میں متعدد معنی کا احتمال ہو تو اولیٰ معنی وہ قرار پائے گا جو ظاہر
حدیث کے موافق ہوگا"

حضرت امام شافعی کہنا کیا چاہتے ہیں اور جے پوری صاحب اپنے اس غلط
اور تحریفی ترجمے سے بتلانا کیا چاہتے ہیں : ناظرین دونوں ترجمے میں غور فرما کر خود فیصلہ
کرلیں ۔

(۳۱) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت کے اس ٹکڑے کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

"وغرور ھولاء اشد کثیرا واقبح من غرور من قبلھم"

صاحب نظر جے پوری صاحب اس کا ترجمہ فرماتے ہیں

"ان لوگوں نے پہلے لوگوں سے جن کا ذکر ہو چکا سخت دھوکا کھایا ہے
اور بُرے پھنسے ہیں" ص۳۳

اہل علم داد دیں اس فاضلانہ ترجمہ کی، مولانا جے پوری کے اس عالمانہ و فاضلانہ ترجمہ
سے دنیائے غیر مقلدیت یقیناً پھڑک اٹھی ہوگی، ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح
ترجمہ یہ ہے ۔

"ان لوگوں کا دھوکا پہلے لوگوں سے زیادہ شدید اور زیادہ قبیح ہے"

مولانا جے پوری کی یہ کتاب "حقیقۃ الفقہ" جس کا دنیائے غیر مقلدیت میں بڑا نام ہے
اس کی پوری حقیقت یہی ہے جس کا مشاہدہ ناظرین کرتے چلے آرہے ہیں، لفظ لفظ

سے مولانا جے پوری کی جہالت آشکارا ہے، اور لطف یہ ہے کہ کتاب کا یہ نسخہ جس سے میں حوالہ پیش کر رہا ہوں، تصحیح و نظر ثانی کے بعد چھاپا گیا ہے، المکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ نے اس کو شائع کیا ہے اور باعث تعجب بات تو یہ ہے کہ اس نسخہ کی تصحیح اور اس پر نظر ثانی غیر مقلدوں کے مشہور عالم مولانا داؤد صاحب راز نے کی ہے اسی سے اندازہ لگتا ہے کہ غیر مقلدوں میں علم کی فراوانی کا کیا حال ہے۔

اور باوجود عقل و خرد اور علم و فہم کی اس کم مائیگی کے غیر مقلدوں کی جماعت کے وہ لوگ بھی جو سلفی کو سامنے جمع ستاتے ہیں میدان اجتہاد میں خم ٹھونک کر اترتے ہیں، اور امام احمد سے اعلیٰ اور افضل اپنے کو سمجھتے ہیں اور ہم تقلید نہیں کریں گے۔ کا نعرہ بڑے زور سے بلند کرتے ہیں۔ جہالت و سفاہت کی اس فراوانی کے باوجود مولانا محمد یوسف جے پوری کو ہمت و جرأت ہوئی کہ وہ فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کے لئے "حقیقۃ الفقہ" لکھیں۔ اللّٰھم انی اعوذبک من شرور النفس و من سیئات الاعمال، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

منچلے کے پاپا

کہہ رہے تھے میاں نام تھا منچلے
رات ہی میرے پاپا تو سلفی ہوئے
رات گزری نہ تھی مجتہد بن گئے
اور فتویٰ بھی لوگوں کو دینے لگے

محمد اجمل مفتاحی

مولانا محمد عبد الرحمٰن
استاذ حدیث و تفسیر
مقیم جدہ

جنّت کی نعمتیں

چند سوالات

اَلسُّوال:۔ ام المومنین سیدہ اُم سلمہ رضؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حُورٌ عِینٌ سے کیا مراد ہے؟ الواقعہ آیت ۲۲

الجواب:۔ فَقَالَ حُوْرٌ بِیْضٌ، عِیْنٌ ضِخَامُ الْعُیُوْنِ، شَعْرُ الْحَوْرَاءِ بِمَنْزِلَةِ جَنَاحِ النَّسْرِ

ارشاد فرمایا حورٌ سے مراد نہایت گوری خوبصورت عورت اور عینٌ سے مراد بڑی بڑی کشادہ آنکھوں والی (جس کے آنکھ کی سفیدی بیحد سفید اور سیاہی بے انتہا سیاہ ہو ایسی آنکھ حسن و جمال میں بے نظیر شمار کی جاتی ہے) حور کے بال دراز جیسے باز یا سکرے کے بازو ہوا کرتے ہیں۔

اَلسُّوَال:۔ پھر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ (الواقعہ آیت ۲۳) کا کیا مطلب ہے؟

اَلْجَوَابُ:۔ فَقَالَ صَفَاؤُهُنَّ صَفَاءُ الدُّرِّ الَّذِیْ فِی الْاَصْدَافِ الَّذِیْ لَمْ تَمَسَّهُ الْاَیْدِیْ۔

ارشاد فرمایا حوروں کے جسم کی صفائی و پاکیزگی اس عمدہ و خوبصورت موتی کی طرح ہوگی جو صدف (سیپ) میں محفوظ ہو جس کو کسی کا ہاتھ نہ لگا ہو اور نہایت

آبدار وچمکدار، جنت کی یہ عورتیں اپنی دلکشی ورعنائی میں پوشیدہ موتیوں کی طرح فریفتہ نظر ہوں گی)

اَلسُّوَالُ :۔ پھر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فِیْهِنَّ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ (الرحمٰن آیت ۷۰) کا کیا مطلب ہے ؟

الجواب :۔ فَقَالَ خَیْرَاتُ الْاَخْلَاقِ حِسَانُ الْوُجُوْہِ۔

ارشاد فرمایا خیرات سے مراد عمدہ واعلیٰ اخلاق وعادات والیاں۔ اور حسان سے مراد خوبصورت چہرے والیاں (یعنی جنت کی یہ حوریں حسین وجمیل ہیں ان کے عادات واطوار بھی بے مثال وبے نظیر ہوں گے)

اَلسُّوَالُ :۔ پھر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ (الصافات آیت ۴۹) سے کیا مراد ہے ؟

اَلْجَوَابُ :۔ فَقَالَ رِقَّتُهُنَّ کَرِقَّةِ الْجِلْدِ الَّذِیْ رَاَیْتَ دَاخِلَ الْبَیْضَةِ مِمَّا یَلِی الْقِشْرَۃَ ۔

ارشاد فرمایا ان عورتوں کے گداز جسم انڈے کی اس سفید جھلی کی طرح نرم ونازک ہوں گے جو چھلکے سے متصل ہوا کرتی ہے ۔

اَلسُّوَالُ :۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عُرُبًا اَتْرَابًا (الواقعہ آیت ۳۷) کا کیا مطلب ہے ؟

اَلْجَوَابُ :۔ فَقَالَ هُنَّ اللَّوَاتِیْ قُبِضْنَ فِیْ دَارِ الدُّنْیَا عَجَائِزَ رُمْصًا شُمْطًا خَلَقَهُنَّ اللّٰهُ بَعْدَ الْکِبَرِ فَجَعَلَهُنَّ اللّٰهُ عَذَارٰی، عُرُبًا، مُتَعَشِّقَاتٍ مُتَحَبِّبَاتٍ، اَتْرَابًا عَلٰی مِیْلَادٍ وَّاحِدٍ ۔

ارشاد فرمایا یہ وہ نیک عورتیں ہیں جو دنیا کی زندگی میں وفات پائی تھیں بڑھاپا انتہا درجے کا تھا، آنکھیں چندھیائی ہوئی، چہرہ کی کھال سوکھی ہوئی بیکار اس بڑھاپے کے بعد اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں پھر سے بھرپور شباب کے ساتھ

کنواری حالت میں بیدار کریں گے (جنت میں ایسی عورتیں عُرُبًا اَتْرَابًا کی صفت پر ہوں گی۔)

عُرُبًا، عُرُوْبَہ کی جمع ہے عُرُوْبَہ ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جس میں نسوانیت کی ہر ہر خوبی ہو (شباب، رعنائی، دل ربائی، جاذبیت، خمار آلود کشادہ آنکھیں، خوش اطوار، خوش گفتار، نسوانی جذبات سے بھرپور، اپنے شوہر کو دل وجان سے چاہنے والی، حسین وجمیل، من پسند محبوبہ)

اَتْرَابًا، تِرْبٌ کی جمع ہے، ترب ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جو اپنے شوہر کے ہم عمر ہو اور ہمیشہ اسی عمر پہ باقی رہے۔ ادھیڑ یا بوڑھی نہ ہو۔

حدیث شریف میں اس طرح کی تعریف کی گئی ہے کہ ان سب کی عمریں (۳۳) سال ہونگی۔ (مسند احمد، ترمذی)

اَلسُّوَالُ :۔ پھر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، دنیا کی عورتیں افضل ہونگی یا جنت کی حورتیں؟

اَلْجَوَابُ :۔ فَقَالَ بَلْ نِسَآءُ الدُّنْیَا اَفْضَلُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ کَفَضْلِ الظِّهَارَةِ عَلَے الْبِطَانَةِ۔

ارشاد فرمایا دنیا کی جنتی عورتیں حوروں سے افضل ہوں گی جیسا کہ پوشاک کا اوپری کپڑا نیچے والے کپڑے (استر) سے بہتر ہوا کرتا ہے۔

اَلسُّوَالُ :۔ میں نے عرض کیا اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ حوران جنت سے افضل وبہتر ہونگی۔؟

اَلْجَوَابُ :۔ فَقَالَ بِصَلَاتِهِنَّ وَصِیَامِهِنَّ وَعِبَادَتِهِنَّ اللہَ تَعَالٰی . اَلْبَسَ اللہُ وُجُوْهَهُنَّ النُّوْرَ وَاَجْسَادَهُنَّ الْحَرِیْرَ بِیْضُ الْاَلْوَانِ خُضْرُ الثِّیَابِ، صُفْرُ الْحُلِیِّ، مَجَامِرُهُنَّ الدُّرُّ وَاَمْشَاطُهُنَّ الذَّهَبُ، یَقُلْنَ۔

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ، وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ أَبَدًا۔ وَنَحْنُ الْمُقِيْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ أَبَدًا، وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ أَبَدًا طُوْبٰى لِمَنْ كُنَّا لَهٗ وَكَانَ لَنَا۔

ارشاد فرمایا نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور اپنے رب کی عبادت کرنے کی وجہ سے وہ جنت کی حوروں سے افضل ہوگئیں، اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر نور کی پوشاک پہنائے گا اور ان کے جسموں پر ریشم کا لباس ہوگا، رنگ خوبصورت، لباس سبز رنگ کے، سونے چاندی کے زیور سے آراستہ، خوشبو اور عود جلانے کے برتن موتیوں کے، ان کی کنگھیاں سونے کی (وہ اپنے جنتی شوہروں کو خوش کرنے کیلئے پُرکشش و دل آویز آوازوں میں یہ نغمے پڑھ رہی ہوں گی۔)

ترجمہ، ہم ہمیشہ زندہ رہنے والی خواتین ہیں ہمیں موت نہ آئیگی
ہم نرم و گداز جسم والیاں ہیں کبھی خشک و سخت جسم نہ ہوں گے
ہم تمہارے محلات ہی میں مقیم رہیں گے کبھی سفر یا کوچ نہ کرینگے
ہم تمہارے ساتھ خوش و خرم رہیں گے کبھی ناراض و خفا نہ ہوں گے
وہ مبارک و خوش نصیب ہیں جن کیلئے ہم ہیں اور وہ ہمارے لئے ہیں

اَلسُّوَالُ:۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی عورت کے یکے بعد دیگرے دو تین یا چار شوہر ہوں اور پھر جنت میں سب داخل ہوجائیں تو جنت میں اس عورت کا شوہر کون ہوگا؟

اَلْجَوَابُ:۔ فَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ إِنَّهَا تُخَيَّرُ فَتَخْتَارُ أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا فَتَقُوْلُ يَا رَبِّ إِنَّ هٰذَا كَانَ أَحْسَنَهُمْ مَعِيَ خُلُقًا فِي الدَّارِ الدُّنْيَا فَزَوِّجْنِيْهِ؟
يَا أُمَّ سَلَمَةَ ذَهَبَ حُسْنُ الْخُلُقِ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(معجم الطبرانی)

ارشاد فرمایا اے ام سلمہؓ اس عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اپنے جس شوہر کو چاہے پسند کرلے، پھر وہ اسی شوہر کو پسند کرلے گی جو دنیا کی زندگی میں سب سے اچھے اخلاق والا تھا، اور اپنے رب سے درخواست کرے گی اے پروردگار میرا یہ شوہر دنیا کی زندگی میں میرے ساتھ نہایت عمدہ اخلاق سے پیش آیا کرتا تھا میرا نکاح اسی سے کردیجئے (پھر اس کا نکاح اسی پسندیدہ شوہر سے جنت کے سارے لوازمات کے ساتھ کردیا جائے گا۔)

اس کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلمہؓ اچھا اخلاق دنیا وآخرت کی ہر بھلائی سے آگے ہوگئے۔

تشریح:۔ سیدہ ام سلمہؓ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اس قسم کے سوالات بکثرت کیا کرتی تھیں، غالباً اس وجہ سے کہ اکثر خواتین ان سے پوچھا کرتی تھیں کیونکہ عرب کے قدیم دستور کے مطابق اکثر عورتوں کے یکے بعد دیگرے دو دو، چار چار شوہر ہوا کرتے تھے، مسلمان ہونے کے بعد ایسی خواتین کو فطرۃً یہ سوال پیدا ہوا کرتا تھا، ویسے بھی بعض مسلمان عورتوں کے ایک کے بعد دو تین شوہر رہے ہیں، علاوہ ازیں خود سیدہ ام سلمہؓ کے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے دو شوہر وفات پاچکے تھے۔ اس لئے بھی طبعی طور پر ایسے سوالات کی ضرورت پیش آئی ہے۔

بہرحال نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب عالی کا یہ منشا تھا کہ نیک و جنتی عورتوں کو وہی سب کچھ ملے گا جو ان کی اپنی مرضی ہوگی وہ اپنے جنتی شوہر کے انتخاب میں خود مختار رہیں گی۔

قرآن حکیم میں جنت کے مرد اور عورتوں کو اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (سورہ بقرہ آیت ۲۵) (پاکیزہ جوڑے) کہا گیا ہے، زوج کا لفظ شوہر اور بیوی دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی جنت میں میاں بیوی کا یہ رشتہ پاکیزہ صفت

کے ساتھ رہے گا، اگر دنیا میں کوئی نیک مرد تھا اور اس کی بیوی نیک نہ تھی تو آخرت
میں بیوی کا رشتہ کٹ جائے گا اور اس نیک مرد کو دوسری نیک بیوی دیدی
جائیگی اسی طرح اگر دنیا کی زندگی میں کوئی نیک عورت تھی اور اس کا شوہر بدکار
تھا تو آخرت میں ایسے بدمرد کو اس نیک بیوی سے دور کردیا جائے گا اور پھر کسی نیک
مرد سے اس نیک عورت کا رشتہ کردیا جائے گا۔

اور اگر دنیا کی زندگی میں شوہر اور بیوی دونوں نیک تھے تو جنت میں انکا
یہی دنیاوی رشتہ دائمی وابدی ہو جائے گا۔ دنیا کی یہ نیک بیوی جنت میں اپنے
حسن وجمال کی وجہ سے جنت کی حوروں میں ممتاز اور عالی شان حیثیت کی مالک ہو گی
اس کی شان وعزت پر جنت کی حوریں بھی رشک کرتی رہیں گی۔
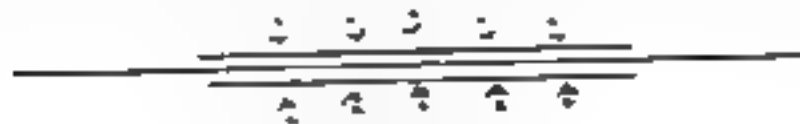
ص۱ کا بقیہ

احبط اللہ عملہ و اخرج	اور اسلام کا نور اس کے دل
نور الاسلام من قلبہ ۔	سے نکال دیتا ہے۔

فائدہ

اس مقام سے خیال کرو کہ خود بدعتی کا کیا حال ہوگا (تلبیس ابلیس ص۱۵)

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

قرآن حکیم جو ایک روشنی ہے

ہمارے عقیدے میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو ایک کفر صریح ہے، اور پالیٹکس بھی اسی میں داخل ہے، افسوس کہ آپ حضرات نے اسلام کو کبھی بھی اس کی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا، ماقدروا اللہ حق قدرہٖ ورنہ اپنی پولیٹیکل پالیسی کے لئے نہ تو گورنمنٹ کے دروازہ پر جھکنا پڑتا، اور نہ ہندوں کے اقتدار کرنے کی ضرورت پیش آتی، اسی سے سب کچھ سیکھتے، جسکی بدولت تمام دنیا کو آپ نے سب کچھ سکھایا تھا۔

اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور اکمل قانون لے کر آیا، اور انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کیلئے وہ حکم نہ ہو، وہ اپنی توحید تعلیم میں نہایت غیور ہے اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے کے سائل بنیں، مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیاوی، حاکمانہ ہو یا محکومانہ، وہ زندگی کے لئے اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہو سکتا، وہ خدا کی آواز اور اس کی تعلیم گاہ خدا کا حلقہ درس ہے، جس نے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین، حق الیقین، نور و کتاب مبین، تبیانا لکل شیٔ، بصائر للناس، ہادی و ہادی الی السبیل،

جامع اطراب و اشال، بلاغ للناس ہادی بحر و بر اور اسی طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے، اکثر موقعوں پر کہا کہ وہ ایک روشنی ہے اور روشنی جب نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہو جاتی ہے، خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہو یا سیاسی۔

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمٰت الی النور ویھدیھم الیٰ صراط المستقیم۔

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور ہر بات کو بیان کرنیوالی کتاب آئی ہے، اللہ اسکے ذریعہ سلامتی کے رستوں پر ہدایت کرتا ہے اسکی جو اسکی رضا چاہتا ہے اور اسکو ہر طرح کی گمراہی کی تاریکی سے نکالکر ہدایت کی روشنی میں لاتا اور صراط المستقیم پر چلاتا ہے۔

- - - - - - - -

دنیا میں کون سی کتاب ہے جس نے خود اپنی زبان سے اپنی نسبت ایسے عظیم الشان دعوے کئے ہوں، اس آیت میں صاف صاف بتلا دیا ہے کہ قرآن مجید روشنی ہے تو تمام انسانی اعمال کی تاریکیاں صرف اسی سے دور ہو سکتی ہیں پھر کہا کہ وہ ہر بات کو کھلے کھلے طور پر بیان کر دینے والی ہے اور انسانی اعمال کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس کے لئے اس کے اندر کوئی فیصلہ نہ ہو۔

ابو عبدالرحمٰن غازی سعیدی

دوسری قسط

انسان کی زندگی میں ذکر و دُعا کا اثر

خدا سے رشتہ قوی تر کرنے کا بندوں کیلئے ذکر و دعا سے بہتر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے، بندہ خدا کو جتنا یاد کرے گا، جتنا مانگے گا اللہ کی رحمت اسی قدر بندہ پر متوجہ ہوگی، اور مصیبت و بلا کے بادل چھٹیں گے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی اہم بات پیش آتی آپ سجدہ کا رخ کرتے اور اپنی پیشانی اللہ کے سامنے ٹیک دیتے اور خدا سے دعا کرتے اس سے مدد مانگتے۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بندہ جب نوافل کی کثرت کرتا ہے اسکو اللہ کا قرب حاصل ہوتا رہتا ہے، اور نوافل کی پابندی اور کثرت کی وجہ سے ایک وقت آتا ہے کہ بندہ کی مرضی اللہ کی مرضی بن جاتی ہے یعنی جو بندہ چاہتا ہے اللہ اسکو پورا کرتا ہے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام میں رہتے اور جوں ہی کان میں اذان کی آواز پہونچتی بلاتوقف کام چھوڑ چھاڑ نماز کی تیاری میں لگ جاتے۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز زندگی سے امت کو سبق دیا کہ بندہ اپنے مولا و آقا سے کبھی اور کسی بھی حالت میں بے نیاز نہیں ہے اور اگر کوئی بے نیاز بننا چاہے بھی تو وہ بے نیاز نہیں ہو سکتا، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ کبھی کبھی رات کی رات آپ نوافل میں گذار دیتے، طول قیام کی وجہ سے پاؤں مبارک ورم کر آتا، صحابہ کرام عرض کرتے آپ اسقدر مشقت کیوں اٹھاتے

کرتے ہیں، آپ تو معصوم و مغفور ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ہوتا، جب اللہ نے میرے اوپر کرم کی یہ بارش فرمائی ہے تو کیا میں اسکی شکرگزاری نہ کروں۔

حقیقت یہ ہے کہ ذکر و دعا مومن کا زبردست ہتھیار ہے۔ ایسا ہتھیار کہ وہ معنوی اور روحانی طور پر اتنا طاقتور ہو جاتا ہے کہ گرداب بلا کی ہر موج اسکے سامنے پانی کے بلبلے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی اور زمانہ کی الٹ پھیر اسکے ایمان و یقین میں کوئی تزلزل پیدا نہیں کر پاتی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر ہر موقع کی دعا بتلائی اور خدا کو یاد کرنے کے طریقے سے آگاہ کیا تاکہ ہماری روح کو طاقتور غذا ملتی رہے اور ہمارے قلوب میں پہاڑوں سے بھی ٹکرانے کی سکت رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کیلئے تشریف لے جاتے تو اپنے پروردگار کو ان میٹھے بولوں سے یاد کرتے خدا کی قہاریت و جباریت کو سامنے رکھتے اور اسکے سامنے اپنی درماندگی و عجز و نارسائی کا اظہار یوں کرتے۔

۔ اے اللہ میں نے اپنی جان کو تیرے سپرد کر دیا ہے، اپنا سارا معاملہ
آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے، میں نے تجھی کو اپنا سہارا بنا لیا ہے
اللہ ڈر تیرا ہی ہے اور ہر قسم کی خواہش تو ہی پوری کرنے والا ہے
تیرے سوا کوئی پناہ نہیں، تو نے جو کتاب نازل کی میں نے دل سے
اسے قبول کیا اور جس نبی کو تو نے بھیجے میں نے اسکو نبی مانا۔

ذرا ان کلمات میں غور کرو، کتنے بابرکت ہیں یہ کلمات، اللہ کے رسول اپنے مولیٰ کے سامنے اپنے کو کس انداز میں پیش کر رہا ہے، سراپا عجز و نیاز بن کر، سراپا فقر و احتیاج بن کر عبدیت کاملہ کا نمونہ بن کر، خدا کو تمام قدرتوں کا سرچشمہ جان کر، اور تمام طاقتوں کا مرکز مان کر وہ سوتے وقت خدا کو اپنی جان سپرد کرتا ہے۔

بندہ عالم نوم میں ہوش و حواس گم کئے رہتا ہے، دماغ کام نہیں کرتا۔

عقل کام نہیں کرتی، اعضا معطل رہتے ہیں، گویا اس پر ایک موت سی طاری رہتی ہے، نیند کی حالت میں بندہ عاجز محض ہوتا ہے، اگر اس کی حفاظت نگرانی نہ ہو تو کیا سے کیا ہو سکتا ہے، اس کا اس حال میں خدا کے سوا کون نگران و حافظ ہے، پس اس نگران اور محافظ کو بندہ سوتے وقت یاد کر لے اور تمام قدرتوں کا اسے سرچشمہ مان کر اپنی جان اس کے سپرد کردے۔

جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوتے تو آپ کی زبان مبارک اللہ کی حمد و ثنا یوں کرتی۔

تمام شکر گزاری اس اللہ کا ہے جس نے ہم پر موت طاری کر کے
پھر ہمیں جلا دیا، اور جانا اللہ کی طرف ہے۔

شکر بھی ہے اور فکر آخرت بھی، ابھی تو نیند سے ہی اٹھے اسلئے کہ نیند اگرچہ ایک طرح کی موت ہی تھی مگر یہ وہ موت نہیں تھی جسکے بعد ہی اٹھنا نہیں ہوتا مگر اس دن کی فکر سے آدمی غافل نہ رہے جب وہ موت آئے گی جسکے بعد اس دنیا میں ہی اٹھنا نہیں ہوگا، اور جب اٹھنا ہوگا تو پھر خدا ہی کے سامنے اٹھ کر کے جانا ہوگا۔ " والیه النشور " سے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم بندوں کو اس دن کی یاد دلا رہے ہیں، جس دن حساب و کتاب کا ہوگا، بندہ کے جنت میں یا جہنم میں جانے کا دن ہوگا۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ وہ شب میں اٹھتے وضو کرتے اور پھر اپنے رب کے سامنے جا کھڑے ہوتے اور گیارہ رکعت یا اس سے کم و بیش نماز تہجد ادا کرتے اور اپنے رب سے سرگوشی میں لگ جاتے، ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کرتے۔

۔ اے اللہ سب حمد و ثنا بس تیری ہی کیلئے ہے، آسمان و زمین تجھی سے
منور ہیں پروردگار عالم تو ہی ہر تعریف کا سزاوار ہے، تو ہی

آسمان و زمین کا تھامنے والا ہے، الٰہ العالمین ہر طرح کی تعریف کا تو ہی مستحق ہے، تو حق ہے تیرا وعدہ سچ ہے، جو انبیاء تھے وہ حق تھے، اور تیرا یہ بندہ محمد بھی حق پر ہے"

۔ الٰہ العالمین میری تابعداری بس تیرے لئے ہے، میرا بھروسہ تیرے ہی اوپر ہے میرا ایمان تیرے ہی اوپر ہے، اور تو ہی ہے کہ جس کی طرف میں جھکا ہوں، تجھی سے مخالفین پر طاقت چاہتا ہوں اور تجھی کو اپنا حاکم و حکم بناتا ہوں۔

پروردگار عالم تو میری مغفرت فرمادے، اگلے پچھلے تمام گناہوں سے درگذر کر، چھپی کھلی تمام کوتاہیاں معاف فرما، تو ہی جس کو چاہے آگے کرے تو ہی جسے چاہے پیچھے کرے، تیرے سوا معبود اور مستحق عبادت کوئی نہیں۔

مسلمانو! غور کرو ان کلمات مبارکہ میں، ایک ایک لفظ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کا اظہار ہو رہا ہے، اللہ کے سامنے آپ سراپا عجز بنے نظر آرہے ہیں، اور یہ بھی دیکھو کہ ہمارے آقا اور مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے پالنے والے پر کیسا اعتماد کیسا یقین اور کیسا بھروسہ ہے۔ انابت و مسکنت تواضع انکساری کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ تھے، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم رات کی تنہائیوں میں اپنے رب کے سامنے اپنی عبدیت کاملہ کا اظہار اسی عجز و انکسار سے فرماتے تھے۔

پوری زندگی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اسی طرح گذری، لمحہ بھر کیلئے بھی یاد خداوندی سے غافل نہ ہوتے، استغفار و سوال، تکبیر و تہلیل، تحمید و تقدیس کا مشاہدہ آپکی زندگی میں کرنے والے ہر وقت کرتے، حتیٰ کہ جب قضائے حاجت کیلئے بھی جاتے تو جاتے جاتے یہ کلمات آپکی زبان پر ہوتے۔

۔ اے اللہ میں گندگیوں اور شیطانوں سے پناہ چاہتا ہوں۔

اور جب فارغ ہو جاتے تو یوں لب کشا ہوتے۔

"اے اللہ اگر تیری یاد سے غفلت ہوئی تو معاف فرما۔"

نماز کے بعد آپ اللہ کے حضور یوں سراپا عرض و طلب بن جاتے۔

معبود برحق تنہا اللہ ہی ہے، بادشاہت اور تعریف سب اسی کیلئے

ہے وہی تمام چیزوں پر قادر ہے۔

اور یہ کہتے کہتے "ذات خداوندی گویا آپ کے سامنے" متجلی ہو جاتی اور غائب حاضر

بن جاتا اور پھر بے اختیار ہو کر آپ یوں مخاطب ہوتے۔

اے اللہ اگر تو دینے پر آئے تو پھر کوئی روکنے والا نہیں اور اگر تو نہ دینے

کا فیصلہ کرے تو پھر کوئی دینے والا نہیں ہے، اگر تو نہ چاہے تو قسمت والوں کی

قسمت نہ کھل سکے۔

اور نماز کے بعد دعا و استغفار کا ایک انداز یہ بھی ہوتا۔

"بار الٰہا میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، بہت ظلم کیا، تیرے سوا کون ہے جو

جو گناہوں کو معاف کرے، پس تو معاف کر دے اور رحم فرمادے کہ

عفو و رحم کرنا، درگذر اور کرم کرنا تیرے سوا کسی اور کا کام نہیں۔

پریشانی اور رنج و غم کی حالت میں اپنے مولا سے یوں دستگیری کے طالب ہوتے۔

کوئی معبود نہیں مگر اللہ ہی جو عرش عظیم کا مالک ہے، کوئی معبود

نہیں مگر اللہ ہی جو آسمان و زمین کا رب اور بزرگ و برتر عرش

کا مالک ہے۔

ذرا ان پاکیزہ و مبارک اور با ادب اسلوب دعا پر غور کرو، کہیں مصیبت کا تذکرہ

نہیں کسی رنج و غم کا ذکر نہیں، زبان پر صرف اور صرف اللہ کی بڑائی اور اسکی

ربوبیت کا ذکر ہے مگر اللہ کی اس بڑائی کے ذکر میں اپنے رنج و غم اور کرب

والم کی ساری داستان سمو دی گئی ہے، شرم و حیا دامنگیر ہے کہ اللہ کے سامنے

زبان شکوہ کھولی جائے ، اور نام لے کر اپنی مصیبت و پریشانی کے گنوانے کی ضرورت بھی کیا ہے کہ جاننے والے پر بندوں کے سارے احوال عیاں ہیں وہ ہمارے احوال کا اتنا واقف کار ہے جتنی واقفیت ہمیں بھی اپنے احوال کی نہیں ہے پس اس کے سامنے صرف اس کی بڑائی بیان کرو، اس کی عظمت و جلال کا اعتراف کرو وہ تمہارے دکھ درد کو جان رہا ہے، اور وہ اس کا مداوا کرے گا، آقا و مالک کے عظمت و جلال بڑائی و کبریائی کا ورد سارے غموں کا علاج ہے، ہر دکھ کا چین ہے، ہر مرض کی دوا ہے۔

نور الدین نور اللہ الاعظمی

قرأت خلف الامام کے بارے میں غیر مقلدوں کے استدلالات پر ایک نظر

سال گذشتہ مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری نے المآثر میں ایک ایک مضمون قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں لکھا تھا(۱) بیس صفحہ کا وہ مضمون حافظ ابن تیمیہ اور بعض دوسرے سلفی علماء خاص طور پر شیخ البانی کی تحقیق کی روشنی میں لکھا گیا تھا، اور ان علماء کی تحقیق کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ غیر مقلدین حضرات کا قرأت فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ میں جو مذہب ہے وہ شاذ اور جمہور کے خلاف مذہب ہے اور دکھلایا گیا تھا کہ بعض وہ احادیث جن کو غیر مقلدین علماء اسلئے صحیح نہیں سمجھتے ہیں کہ ان سے مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دینے کا جو عام غیر مقلدوں کا مذہب ہے اور ابطال ہوتا ہے، ان احادیث کو ابن تیمیہ اور شیخ البانی وغیرہ صحیح سمجھتے ہیں۔

مولانا غازی پوری کا وہ مضمون اتنا طاقتور اور دلائل اور اپنے شگفتہ انداز بیان کے اعتبار سے اتنا قاہر تھا کہ دنیائے غیر مقلدیت میں اتھل پتھل مچ گئی۔ جامعہ سلفیہ کے ایک صاحب مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مولانا غازی پوری کے اس بیس صفحہ والے مضمون کا بڑے ولولے سے جواب لکھنے کیلئے قلم اٹھایا اور تقریباً سوا سو صفحات سے زیادہ لکھا اور دس قسطوں میں ان کا مضمون شائع ہوا، مگر ساتویں قسط آنے کے بعد ہی اہل علم کو احساس ہو گیا تھا کہ اب مولانا سے لکھا نہیں جا رہا ہے محض شرم مٹانے کیلئے زبردستی

(۱) مولانا غازی پوری کی مشہور اور اپنے موضوع پر بے انتہا کامیاب کتاب مسائل غیر مقلدین [illegible] اب جدید ایڈیشن کے آخر میں یہ مضمون بھی شائع کر دیا گیا ہے۔

محدود ہیں اور ان کے قلم کی جان اب نکلنے ہی والی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا ابھی
مضمون پورا ابھی نہیں ہوا تھا کہ ان کے قلم کو حالت احتضار (یعنی جانکنی کی حالت) پیش
آگئی اور اس نے دو تین قسطوں کے بعد جان توڑ دیا۔ مضمون ادھورا رہ گیا۔ فیا حسرتا۔
اس کے بعد محمد عبد السلام سلفی نامی کوئی صاحب اسی جامعہ کے فارغ و استاذ
نے مولانا ابن امام مہدی کے ادھورے کام کی تکمیل کیلئے قلم اٹھایا مگر دو قسط کے بعد
غالباً خود ذمہ داران جامعہ نے ان کو روک دیا کہ صاحبزادے ابھی تم اس میدان
کے آدمی نہیں ہو کہ مولانا غازی پوری جیسے کہنہ مشق سے اپنا سر ٹکراؤ۔ جاؤ اپنے
فارسی کلاس میں اور بچوں کو ماضی مطلق آمد، ماضی قریب آمدہ است والی گردانیں
یاد کراؤ کئی روز سے انکو یہ دونوں گردانیں یاد نہیں ہو رہی ہیں، غرض صاحبزادہ عبد السلام
سلمہ کا بھی مضمون ناتمام ہی رہا۔

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

مولانا اصغر ابن امام مہدی کے ناتمام و ناقص مضمون کے بارے میں رسالے کے قارئین
نے خود فیصلہ کیا ہوگا کہ جتنا بھی مولانا ابن امام مہدی نے لکھا نہ وہ مدلل ہے اور نہ اس
سے فاتحہ خلف کے بارے میں ان کے مذہب و عقیدہ کو کوئی تقویت ملی بلکہ نقصان ہی ہوا
اور آج میں اپنے اس مضمون میں بھی زمزم کے ناظرین کو بھی بتلانے جا رہا ہوں کہ
مولانا ابن امام نے یہ مضمون لکھ کر اپنے مذہب و عقیدہ کو زبردست نقصان پہونچایا ہے
اور غالباً ذمہ داران جامعہ سلفیہ بنارس اور خود مولانا ابن امام کو بھی اس کا احساس ہو گیا
تھا جبھی آخری دو تین قسطوں میں ان کے قلم کی روانی رک چکی تھی اور جامعہ والوں نے
بھی مناسب یہی جانا کہ مولانا موصوف کو مزید کچھ لکھنے سے روک دیا جائے۔
جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس مضمون سے میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ زمزم کے
قارئین کو یہ بتلاؤں کہ مولانا ابن امام مہدی کا وہ مضمون خود ان کے مذہب و عقیدہ کو
نقصان پہونچانے والا ثابت ہوا ہے، قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں مولانا

غازی پوری کا الاعتصام میں شائع شدہ مضمون قوت استدلال اور زور بیان کے لحاظ سے ایک منفرد مضمون ہے اس کے بعد اس موضوع پر سردست مجھے لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے ۔

پہلے آپ یہ معلوم کرلیں کہ غیر مقلدین کے مشاہیر علماء نیز ان کے عوام کی اکثریت کا قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں مذہب یہ ہے کہ، مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا جہری اور سری نمازوں میں فرض ہے ۔[1] اس کے چھوڑنے سے مقتدی کی نماز باطل ہوجاتی ہے، جامعہ سلفیہ کے استاذ مولانا اصغر علی امام مہدی کا بھی یہی مذہب ہے ۔

دوسری بات غیر مقلدین کے عقیدہ کے سلسلہ کی یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک صحابہ کا قول وعمل قابل حجت ودلائق استدلال نہیں ۔[2]

ان دونوں باتوں کو ذہن میں ناظرین رکھیں تاکہ میری آئندہ کی گفتگو سمجھنے میں کسی طرح کی کوئی دقت یا الجھن نہ پیش آئے ۔

میں یہاں اپنے مضمون کو مختصر کرنے کیلئے مولانا نے قرأت فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ کی جو بہت سی احادیث پیش کی ہیں ان میں سے ان احادیث کو لیتا ہوں جن کے بارے میں میرا احساس یہ ہے کہ مولانا نے ان احادیث کو بلا سمجھے بوجھے نقل کیا ہے اور ان کو نقل کرنے سے مذہب غیر مقلدین کو قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں فائدہ کم نقصان زیادہ پہونچا ہے ۔

(۱) مولانا ابن امام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے

---

(۱) دیکھئے تحفۃ الاحوذی مولانا مبارکپوری میں اس کی پوری بحث ۔

(۲) نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم فرماتے ہیں ۔ وقول الصحابی لا تقوم بہ حجۃ، (الروضۃ الندیہ صفحہ ۱۲۰) یعنی صحابی کا قول قابل حجت نہیں ہوسکتا ہے ۔

۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایسی نماز پڑھے کہ اس میں
سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی وہ نماز ناقص ہے۔ پوری نہیں ہے پس
راوی نے کہا کہ کبھی میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں تو ابو ہریرہ نے فرمایا کہ
اپنے جی میں پڑھ لیا کرو۔

ناظرین! یہ خود مولانا کا ترجمہ ہے، آپ اس حدیث میں غور کریں گے تو پہلی بات یہ معلوم ہوگی کہ صحابہ کرام میں عام طور پر مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھنے کا رواج نہیں تھا نہ اس کو کوئی فرض یا واجب جانتا تھا، اسلئے کہ جب حضرت ابوہریرہ نے یہ حدیث بیان کی تو ان سے اس حدیث کے سننے والے حضرت ابوالسائب فرماتے ہیں کہ میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں ... یعنی امام کے پیچھے مقتدیوں میں تو سورہ فاتحہ پڑھنے کا معمول نہیں ہے اس وقت میں کیا کروں، اس پر حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ تم سورہ فاتحہ اپنے جی میں پڑھ لیا کرو۔

جس کو ذرا بھی عقل ہوگی تو اس سوال وجواب سے خود اندازہ کرلے گا کہ تابعین جو صحابہ کرام کے مقتدی ہوتے تھے ان میں مقتدی کو سورہ فاتحہ یا اور کچھ پڑھنے کا رواج نہیں تھا ورنہ اس سوال وجواب کی نوبت ہی نہ آتی، اور ظاہر بات ہے کہ تابعین کا غالب معمول وہی ہوا کرتا تھا جو صحابہ کرام کا عمل تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں بھی مقتدی کا کچھ پڑھنا عام طور پر شائع وذائع نہیں تھا۔

دوسری بات جو غور کرنے کی ہے وہ یہ کہ آنحضور کا صرف اتنا ارشاد تھا۔ من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج یعنی جس نے کوئی نماز ایسی پڑھی جس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھا اس کی نماز ناقص ہے، اس میں مقتدی کا بطور خاص کوئی حکم مذکور نہیں ہے اگر اس میں مقتدی بھی شامل ہوتا تو حضرت ابوالسائب جیسے جلیل القدر تابعی کو آنحضور کا یہ ارشاد سن کر مقتدی کا الگ سے مسئلہ معلوم کرنیکی ضرورت نہ پڑتی، مقتدی کا مسئلہ تو حضرت ابوہریرہ بیان فرمارہے ہیں اور غیر مقلدین

کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کے قول و فعل سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی ہے، اسلئے ان کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرنا خود ان کے عقیدہ کے خلاف بات ہے، ہاں اگر غیر مقلدین شیعوں والے اپنے اس عقیدہ سے توبہ کرلیں تو کچھ بات بن سکتی ہے۔

پھر آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تو اس نماز کو ناقص فرما رہے ہیں جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے اور غیر مقلدین اس نماز کو باطل قرار دیتے ہیں، حالانکہ ناقص اور باطل دونوں کے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق ہے ناقص چیز کا باطل ہونا ضروری نہیں ہے، نماز میں خشوع خضوع کا حکم قرآن سے ثابت ہے وقوموا للہ قانتین مگر سب کا اتفاق ہے کہ بلا خشوع والی نماز اگرچہ ناقص ہوگی مگر باطل نہیں ہوگی۔ بہر حال اس حدیث سے امام ہی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی ہے مقتدی کی بات تو بہت دور کی ہے۔

پھر مولانا خود ہی حضرت ابو ہریرہ کے ان الفاظ کا "اقرأ بہا فی نفسک" کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کو اپنے جی میں پڑھ لیا کرو۔ کیا جی میں پڑھنا اور سرا پڑھنا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ میں نے زید کو آہستہ سے پکارا میں نے زید کو اپنے جی میں پکارا، میں نے آہستہ سے دعا کی میں نے اپنے جی میں دعا کی کیا ان سب باتوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ آخر غیر مقلدین حضرات نے حضرت ابو ہریرہ کے اس کلام سے اپنے "قرأت فاتحہ خلف الامام سرا" مذہب پر استدلال کس تک سے کیا ہے۔

اس حدیث کے سلسلہ کی یہ چند باتیں ہیں، سردست انھیں کو ناظرین کے غور کیلئے پیش کیا جاتا ہے، ان پر غور کرنے والوں کو معلوم ہوگا کہ قطع نظر اس روایت کی سند پر کلام کے یہ حدیث غیر مقلدین کے مذہب عقیدہ کیلئے مفید نہیں بلکہ بہت ہی مضر ہے مگر ابن الملم مہدی صاحب اس حدیث سے اپنا مذہب قرأت فاتحہ خلف الامام ثابت کر رہے ہیں۔

تو نے تو یہ چاہا تھا کہ یہ جائے اس کا گھر
لے آپڑی بجلی یہ ہے، اے چشم اشکبار

(۲) موصوف ابن امام مہدی نے دوسری روایت حضرت ابوہریرہؓ کی جو پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی ان لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں میں پکار پکار کر یہ اعلان کردوں کہ بلا سورہ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔

یہ ترجمہ مولانا موصوف کا ہے، اس روایت سے بھی ابن امام مہدی صاحب کے مذہب کو کچھ تقویت نہیں ملتی نہ یہ روایت غیر مقلدین کے مذہب کے عین مطابق ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں مقتدی کا ذکر ہی نہیں، احناف کہتے ہیں کہ امام کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے اور امام سورہ فاتحہ پڑھ لے تو اب مقتدی کو الگ سے فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اسلئے کہ امام اور مقتدی کی نماز الگ نہیں ہے ایک ہی نماز ہے، اور یہ وہ نماز ہے کہ اس میں سورہ فاتحہ پڑھ لی گئی ہے، اس بنا پر یہ حدیث احناف کے مذہب کی تو صریح دلیل ہے مگر غیر مقلدین کا مذہب اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرۃؓ کی مذکورہ حدیث بھی سامنے رکھئے اور انکی یہ حدیث بھی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ)

یعنی حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ امام کو اسلئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت شروع کرے تو تم خاموش رہو

اس ارشاد رسولؐ اور فرمان نبوی کی روشنی میں اوپر والی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں مقتدی کا حکم نہیں بیان کیا جارہا ہے، بلکہ صرف

اما اور منفرد کا حکم اس میں بیان کیا گیا ہے، ورنہ دونوں حدیثوں میں جنکے راوی حضرت ابو ہریرہ ہی ہیں ٹکراؤ اور تضاد ہوگا۔ نیز دوسری حدیث چونکہ کتاب اللہ کے حکم واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے عین مطابق ہے اس وجہ سے اس دوسری حدیث ہی کی روشنی میں پہلی حدیث کے مفہوم کا بھی تعین ضروری ہے تاکہ قرآن کا اور ان دونوں حدیثوں کا حکم یکساں رہے، اور ان میں تخالف وتضاد واقع نہ ہو۔

ابن امام مہدی صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ جو حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کیسے کی جائیگی جہرا یا سرا، یعنی اس میں مطلق قرأت کا ذکر ہے، پس اس حدیث کی روشنی میں اگر مقتدی زور سے تلاوت فاتحہ کرے تو اس حدیث رسول کی اتباع سے وہ باہر نہیں ہوگا، مگر غیر مقلدین کے مذہب سے باہر ہو جائے گا اسلئے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی کو سرًا ہی سورہ فاتحہ کی تلاوت کرنی چاہئے، یعنی ابن امام مہدی صاحب اپنے مذہب کی حمایت میں وہ حدیث پیش کر رہے ہیں کہ اگر اسکے ظاہر پر کوئی عمل کرے تو اس کو وہ عامل بالحدیث نہیں کہیں گے اور اپنے مذہب سے نکال دیں گے، اور وہ اس کو مجبور کریں گے کہ جیسا ہم لوگوں نے مذہب بنایا ہے ویسے عمل کرو ورنہ گیٹ آؤٹ ہو جاؤ، غرض یہ حدیث بھی غیر مقلدین کے مذہب کیلئے مضر ہی ہے، مفید نہیں، مولانا موصوف نے بلا سمجھے بوجھے اس حدیث کو اپنے مذہب کی دلیل سمجھ لیا ہے۔

(۳) تیسری حدیث مولانا موصوف نے جو ذکر کی ہے وہ بھی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اور اس کا مفہوم اور جو حضرت ابو ہریرہ کی پہلی حدیث ہے اس کا مفہوم تقریبا یکساں ہے، اسلئے اس تیسری حدیث کے سلسلہ میں ہماری وہی گذارشات ہیں جو پہلی حدیث کے سلسلہ میں ہم نے تحریر کی ہیں، ناظرین اس پر ایک نظر کرلیں۔

(۴) چوتھی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ پیش کی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ نماز پڑھی پس جب نماز سے

فارغ ہوئے تو صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم لوگ اپنی نمازوں میں پڑھتے ہو جبکہ
امام پڑھتا ہے ؟ صحابہ چپ رہے آپ نے اس بات کو تین مرتبہ فرمایا تو ایک شخص نے
یا کئی حضرات نے کہا کہ بیشک ہم لوگ پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو اور سورۂ فاتحہ
کو آہستہ پڑھو۔

مولانا ابن امام صمدی صاحب نے حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے وہی نقل کیا گیا ہے۔
اس سلسلہ میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ جس کا موقف مضبوط ہوتا ہے وہ حدیث کے
الفاظ کا ترجمہ وہ کرتا ہے جس سے اس کی فقاہت و امانت پر کوئی حرف نہ آئے، اگر کسی
نے حدیث کے مراد و مفہوم کے خلاف غلط ترجمہ کر کے کوئی بات ثابت کرنے کی کوشش کی
تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنے موقف کی کمزوری کا احساس ہے، مجھے افسوس
کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غیر مقلدین کے علماء احادیث کے سلسلہ میں بڑے جری واقع ہوئے
ہیں اور عوام کی ناواقفیت سے خوب فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، عربی عبارتوں
کو اپنے من کے مطابق ڈھالنے میں خاص انکو مہارت حاصل ہے، مولانا ابن صمدی
موصوف نے بھی یہی کارنامہ اس حدیث کے ترجمہ میں انجام دیا ہے، اس حدیث کا آخری
ٹکڑا ہے۔

فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ

موصوف نے اس کا ترجمہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو اور سورہ فاتحہ کو آہستہ
پڑھو، حالانکہ شوافع میں اسی قرأ فی النفس کا ترجمہ کیا ہے۔ ۔ جی میں پڑھو،
اس جی میں پڑھنے کو انھوں نے میاں آہستہ پڑھنا بنا دیا ہے، حدیث کے سلسلہ میں
اس قسم کی دھاندلی کے بعد بھی یہ حضرات اہلحدیث ہونے کا جب دعوی کرتے ہیں تو ہمیں
بڑی ہنسی آتی ہے۔

دوسری خیانت موصوف کی اسی ٹکڑے کے ترجمہ کی یہ ہے کہ انھوں نے ولیقرأ
احدکم بفاتحۃ الکتاب کا ترجمہ کیا ہے، سورہ فاتحہ آہستہ پڑھو، یعنی غائب

کے صیغہ کا ترجمہ حاضر کے صیغہ سے کیا ہے۔ حدیث میں جب صیغہ غائب استعمال ہوا ہے تو ترجمہ میں حاضر کا صیغہ استعمال کرنا بددیانتی نہیں ہے تو کیا ہے، مولانا موصوف اگر یہ کارستانی نہ کرتے اور بددیانتی کی نوبت نہ بجا لاتے تو موصوف کیلئے بہت مشکل تھا کہ وہ اس حدیث سے اپنے کمزور شاذ موقف پر استدلال کرتے،

اس حدیث کے ٹکڑے کا صحیح ترجمہ ہے آپ نے فرمایا کہ

تم میں کا کوئی اپنے جی میں فاتحہ پڑھ لے۔

کیا حدیث کے اس صحیح ترجمہ کے بعد غیر مقلدین کے بس کی بات ہے کہ وہ اس سے اپنے کمزور موقف پر استدلال کریں، اس حدیث کی مراد اور اس کا مفہوم تو بالکل غیر مقلدین کے مذہب سے الگ ہے، اسکی تفصیل قدرے کئے دیتا ہوں۔

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے آنحضورؐ کے پیچھے قرآن پڑھا تھا، کیا پڑھا تھا سورہ فاتحہ یا اور کچھ بہرحال آپ کو ان کا یہ پڑھنا پسند نہ آیا، اور ان کا یہ پڑھنا آنحضورؐ کے حکم سے نہیں تھا۔

(۲) آپ نے انکو عام قرآن کی قرأت سے منع کردیا۔

(۳) سورہ فاتحہ کی صرف اجازت مرحمت فرمائی اس کو واجب یا فرض نہیں قرار دیا، کسی بات کو عمومی طور پر منع کرنے بعد اسکے کسی خاص فرد کو کسی کے لئے ثابت کرنے کا مفہوم یہی ہوتا ہے۔ یا یوں کہو کہ نفی کے بعد اثبات کا مطلب ہوتا ہے کہ ثابت امر کا حکم واجب اور فرض کا نہیں صرف جواز و اباحت کا ہوتا ہے، جب یہ کہا جاتا ہے کہ

کسی کو کچھ نہیں کھانا ہے ہاں کوئی انگور کھالے۔

تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ انگور کھانا مباح ہے اس پر پابندی نہیں ہے اس طرح کے جملوں سے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ انگور کھانا واجب اور فرض ہوگیا ہے۔ آنحضورؐ کے ارشاد کا حاصل بھی یہی ہے کہ تم لوگوں کو قرأت امام کے پیچھے نہیں کرنی چاہئے سورۂ فاتحہ

اگر کوئی ایک پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر بات ہے کہ آنحضورؐ کے اس

ارشاد میں اور غیر مقلدین کے مذہب جو تمام مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کو ضروری قرار

دیتا ہے ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد

سے زیادہ سے زیادہ فاتحہ کا مقتدی کیلئے جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس جواز کو فرض

اور واجب قرار دے دینا یہ غیر مقلدین ہی کا کام ہے، بہر حال یہ حدیث بھی کسی طرح

غیر مقلدین کیلئے مفید مطلب نہیں ہے۔

(۴) چوتھی بات اس حدیث میں یہ قابل غور ہے کہ غیر مقلدین کا مذہب تو یہ ہے

کہ تمام مقتدی کو سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، اور اس حدیث سے صرف اتنا معلوم

ہوتا ہے کہ مقتدیوں میں سے کسی ایک کو فاتحہ کا پڑھ لینا جائز ہے۔ آنحضورؐ کا

ارشاد یہ ہے۔

فليقرأ احدكم بفاتحة الكتاب في نفسه۔

یعنی تم مقتدیوں میں سے کوئی ایک سورہ فاتحہ اپنے جی میں پڑھ لے، کوئی ایک کا مطلب

سب نہیں ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے فليؤمّ احدكم تم میں کا کوئی ایک

امامت کرے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سارے مخاطب کو امام بن جانے کا امر فرمایا

جارہا ہے۔ جب استاذ شاگردوں سے کہتا ہے کہ تم میں کا کوئی ایک کھڑا ہو، تو اسکا

یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ استاد تمام شاگردوں سے کھڑے ہونے کو کہہ رہا ہے اس

قسم کا جملہ تو ہماری عام بول چال میں استعمال ہوا کرتا ہے۔ اسلئے آنحضورؐ کے اس ارشاد

کا زیادہ سے زیادہ حاصل یہ ہے کہ اگر مقتدیوں سے کوئی ایک سورہ فاتحہ اپنے جی میں

پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے البتہ بوقت واحد ایک امام کے پیچھے سب کا پڑھنا یہ ممنوع

اور ناگواری کا باعث ضرور ہوگا۔ جیسا کہ استاد کے اس کہنے پر کہ تم میں کا کوئی ایک کھڑا

ہو سب شاگرد کھڑے ہو جائیں تو استاد کو شاگردوں کی یہ حرکت ناگوار ہوگی۔

جب حدیث کا مطلب و مفہوم حدیث کے الفاظ و کلمات کی روشنی میں یہ ہے تو

غیر مقلدین کا بلا سمجھے بوجھے اس کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا جبکہ اس حدیث سے انکے مذہب کا رد و ابطال ہوتا ہے کیا قابل مضحکہ بات نہیں ہے؟ غیر مقلدین اہل علم کے عقل و علم کا افلاس ایسے ہی موقعوں پر... قابل دید نی ہوتا ہے، اب تک کی اس حدیث پر میری گفتگو صرف الفاظ حدیث کے پیش نظر تھی اور میں نے سند کی بحث سے قطع نظر کیا ہے۔ ورنہ سند کے لحاظ سے بھی یہ حدیث صحیح نہیں ہے مگر سر دست اس حدیث کے بارے میں اس سے زیادہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

(۵) مولانا ابن امام مہدی موصوف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر بھی نقل فرمایا ہے۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کو امام کے پیچھے قرأت کرنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر عوام بن حمزہ کے سند میں آجانے کی وجہ سے ضعیف ہے اور ضعیف حدیث سے غیر مقلدین حضرات استدلال کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں مگر سند کی اس بحث کو سر دست ہم چھوڑ کر نفس اثر پر جب نگاہ کرتے ہیں تو حضرت انس کا یہ اثر بھی غیر مقلدین حضرات کیلئے مضر ہی معلوم ہوتا ہے۔

پہلی بات تو یہی ہے کہ غیر مقلدین کے مذہب و عقیدہ میں صحابہ کا قول و فعل قابل حجت نہیں، اسلئے غیر مقلدین پہلے اپنے اس شیعی عقیدہ سے توبہ کریں پھر حضرت انس کے اس اثر سے استدلال کریں ورنہ حضرت انس کا یہ اثر انکو کیا فائدہ دے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس اثر میں امام کے پیچھے صرف پڑھنے کا ذکر ہے، کیا پڑھا جائے اس کا ذکر نہیں ہے تو اس سے سورہ فاتحہ کے پڑھنے پر استدلال کیسے درست ہوگا تیسرے یہ کہ اس میں نہ سراً کا ذکر ہے اور نہ جہراً کا، بہر حال اگر کوئی اس اثر کی روشنی میں امام کے پیچھے جہراً قرآن کی کوئی سورہ پڑھے تو اس اثر کے خلاف نہیں ہوگا ہاں غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہوگا، تو اس کو غیر مقلدین حضرات کا اپنی دلیل قرار دینا

بلکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

چوتھی بات جو ان تمام باتوں سے اہم ہے وہ اس اثر کے نقل کرنے میں ابن امام مہدی موصوف کی بددیانتی ہے، انھوں نے پورا اثر نقل نہیں کیا، ناظرین حضرت ثابت کی سند سے پورا اثر یہ ہے، حضرت ثابت فرماتے ہیں،

حضرت انس ہمیں امام کے پیچھے قرأت کرنے کا حکم دیا کرتے اور میں حضرت انس کے پہلو میں کھڑا ہوتا تھا اور وہ سورہ فاتحہ اور مفصل میں سے کوئی سورت بھی ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

اس پوری بات سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت انس جب مقتدی ہوتے تھے تو صرف سورہ فاتحہ نہیں بلکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورۃ اور وہ بھی مفصلات میں پڑھا کرتے تھے۔ اور اسطرح سے پڑھا کرتے تھے کہ بغل والا سن بھی لیا کرتا تھا، جبکہ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا اور سنا پڑھے گا۔ چونکہ اخیر کی یہ بات غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف تھی اسلئے ابن امام مہدی موصوف نے اس کو از راہ دیانت حذف کردینا ہی مناسب سمجھا، احادیث اور آثار کے ساتھ جن کا یہ سلوک ہو وہ اپنے کو اہلحدیث کہے اور کہلوانے کا شوق رکھے جائے شرم اور ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

بہرحال اس اثر سے غیر مقلدین کے مذہب کا رد و ابطال ہوتا ہے نہ کہ اثبات مگر ابن امام مہدی موصوف کو یہی غلط فہمی ہے کہ اس اثر سے ان کا شاذ مذہب ثابت ہوتا ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

(۷) ابن امام مہدی موصوف نے چھٹی روایت یہ پیش کی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم لوگ میرے پیچھے پڑھتے ہو لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم لوگ

جلدی جلدی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ ۔

اس حدیث سے بھی غیر مقلدین کا قرأت فاتحہ کے بارے میں جو فرض و وجوب کا مذہب ہے نہیں ثابت ہوتا ہے، بتلایا جا چکا ہے کہ نفی کے بعد اثبات سے صرف اباحت ثابت ہوتی ہے کسی چیز کی فرضیت اور اس کا واجب ہونا نہیں ثابت ہوتا ہے۔

نیز اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو سورہ فاتحہ جلدی جلدی پڑھنے کا حکم فرمایا ہے (۱) حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ ورتل القرآن ترتیلاً۔ یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہئے، اور جو حدیث قرآن کے خلاف حکم بیان کرے محدثین کے نزدیک وہ قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے والوں نے زور سے پڑھا تھا اور ان کی یہ آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں پڑی آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو یعنی زور سے اور جلدی جلدی تمہاری قرأت صرف سورہ فاتحہ کی ہونی چاہیے، حالانکہ غیر مقلدین فاتحہ زور سے پڑھنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں اسلئے یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہے بہرحال یہ حدیث سورہ فاتحہ سرًا پڑھنے کی دلیل نہیں ہو سکتی البتہ اگر کوئی چاہے تو جہرًا سورہ فاتحہ پڑھنے پر اس سے استدلال کر سکتا ہے۔

یہ حدیث امام بخاری نے جزء القراۃ میں ذکر کی ہے، اس کتاب میں امام بخاری نے ضعیف روایتوں کو بھی ذکر کیا ہے۔ غالبًا ان کا مذہب بھی امام ابوحنیفہ

---

(۱) اہل علم کیلئے یہ بات واضح ہے اسلئے کہ صحابہ کرام کا یہ فرمانا کہ ہم جلدی جلدی قرآن پڑھتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلدی جلدی پڑھنے سے منع نہ کرنا بلکہ یہ کہنا کہ سورہ فاتحہ پڑھو، تو گویا صحابہ کرام نے جس کیفیت کے ساتھ پڑھنے کا تذکرہ کیا تھا اس کیفیت کے ساتھ سب چیزوں کو منع کر کے صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم آپ نے فرمایا۔

کی منابعت میں یہ ہے کہ ضعیف احادیث سے بھی احکام شرعیہ کا استنباط ہو سکتا ہے، جب کہ غیر مقلدین کے مذہب میں ضعیف احادیث سے استدلال کرنا اور انکو حجت بنانا جائز نہیں ہے، امام بخاری کی یہ حدیث بھی سنداً ضعیف ہے، اسلئے غیر مقلدین کو اس حدیث سے استدلال کرنا گناہ کا کام ہوگا، ان کو تو صرف صحیح حدیث سے حجت پکڑنی چاہئے۔

(بقیہ آئندہ)

قرآن فہمی کی اولین شرط

یہاں پہلی شرط اتقاء اور تزکیۂ قلب ہے۔ جو دل زاد تقویٰ سے محروم اور ہوائے نفسانی و آلائش دنیا پرستی میں گرفتار ہے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی قرآن کے حقائق و معارف کا تجلی گاہ نہیں بن سکتا، علم و عقل اس کے لئے بالکل بیکار ہے اور ذہن و دماغ کو یہاں کوئی نہیں پوچھتا

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

از منطق و حکمت نکشاید در محبوب

اینہا ہمہ آرائش افسانۂ عشق است

ابوالکلام آزادؒ

طٰہٰ شیرازی

قسط (۲)

خمارِ سلفیت[1]

غیر مقلدین کا زبردست فراڈ

بیٹا ، ابا جی

باپ ، جی بیٹا

بیٹا ، دھوکا دینا تو گناہ ہے ابا جی ؟

باپ ۔ جی بیٹا بہت بڑا گناہ ہے، قطعاً حرام ہے، یہ منافق لوگوں کا کام ہے،

بیٹا ۔ تو ابا جی ، ہمارے علماء دھوکا کیوں دیتے ہیں ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا ، ایسا تو نہیں ہے ، ہماری سلفی جماعت تو اہل تقویٰ اور پارسا لوگوں کی جماعت ہے وہ منافقوں والا کام نہیں کرتی ہے ۔

بیٹا ۔ منافقوں والا کام اب ہماری جماعت کرنے لگی ہے ابا جی ۔ دیکھئے یہ کتاب قرۃ العینین ہے، جو ہمارے سلفی عالم مولانا نور حسین گرجاکھی کی ہے، اس میں بہت بڑا دھوکا بلکہ بہت بڑا فراڈ مولانا نے کیا ہے ۔

اس کتاب میں مولانا فرماتے ہیں ۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا وفات تک رفع یدین کرنا اور اس کے ثبوت میں یہ حدیث ذکر کرتے ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع فما زالت تلک صلوٰتہ حتی لقی اللہ ۔

---

[1] یہ سلسلہ مضمون "یہ نہیں بیٹا" کے عنوان سے شروع کیا گیا تھا، اب اس کا عنوان بدل دیا گیا ہے ۔

باپ ۔ اس میں دھوکا کیا بات ہے بیٹا، ہم لوگوں کا تو یہی کہنا ہے، یہ حدیث ہمارے مذہب کی صریح دلیل ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جان اسکے بعد مولانا لکھتے ہیں ۔

سبحان اللہ یہ کیسی پیاری اور عمدہ حدیث ہے جس کو چھیالیس ائمہ نے نقل کیا ہے اور اس کا اسناد کتنا عمدہ ہے ، امام مالک تو تمام عالموں اور محدثوں کے پیشوا ہیں ، اور وہ اس کو ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں جو اہلحدیث کے بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہری سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم حضرت عبداللہ بن عمر جو بڑے قدیم الاسلام متبع سنت اور عالم بڑے درجہ والے جو کان پر قسم سے حدیث نقل کر رہے ہیں ، ھ

باپ ۔ بیٹا مجھے ابھی تک تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی ، آخر اس میں دھوکا کیا ہے؟

بیٹا ۔ ابا جی اس حدیث کی جو سند ہمارے سلفی مولانا صاحب ذکر کرکے ایک ایک راوی کی بڑی تعریف کر رہے ہیں، اس حدیث کی یہ سند ہی نہیں ہے ، بخاری ومسلم والی یہ سند ہمارے مولانا صاحب اس جعلی اور من گھڑت حدیث میں فٹ کرکے اس حدیث کو صحیح بنانا چاہتے ہیں اور بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں ہے ، جبکہ ان کتابوں میں اس حدیث کا ذکر ہی نہیں ۔

باپ ۔ تو کیا اس حدیث کی یہ سند نہیں ہے ؟

بیٹا ۔ بالکل نہیں ابا جی ، اس حدیث کی سند تو یہ ہے ۔

عن ابی عبد اللہ الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبد الرحمن بن قریش بن خزیمۃ الھروی عن عبد اللہ بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبد اللہ بن حمدان الرقی ثنا عصمۃ بن محمد الانصاری ثنا موسی

بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الخ (نصب الرایہ ص۴۱۰ ج۱)

دیکھئے اس سند میں نہ امام مالک کا ذکر ہے، نہ امام زہری کا نہ سالم بن عبداللہؓ کا، اس کی اصل سند یہی ہے جو میں نے نصب الرایہ سے ذکر کی ہے، مگر ہمارے سلفی مولانا صاحب نے اس حدیث میں بخاری ومسلم والی سند فٹ کر دی ہے، یہ کتنا بڑا فراڈ اور دھوکا ہے، ابا جی، کیا حدیث رسول کے ساتھ اس طرح کا فراڈ بے ایمانی اور بے دینی نہیں ہے؟

باپ۔ بیٹا ہمارے مولانا صاحب نے اگرچہ بہت برا کام کیا ہے مگر بہر حال ایک صحیح حدیث تو رفع یدین کی ذکر کر دی، یہ ہمارے خوش ہونے کیلئے کیا کم ہے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک رفع یدین کرتے تھے، یہ تو بہت اونچی تحقیق ہے۔

بیٹا۔ مگر ابا جی یہ حدیث تو بالکل جعلی اور من گھڑت ہے، اس کی اصل سند کے دو راوی وضاع اور کذاب ہیں، ایک کا نام عبدالرحمٰن بن قریش ہے اور دوسرا راوی عصمہ بن محمد الانصاری ہے، یہ دونوں جھوٹے اور غیر معتبر ہیں، عبدالرحمٰن بن قریش کے بارے میں علامہ حافظ ذہبی میزان الاعتدال ص۱۲۲ ج۲ میں اور حافظ ابن حجر لسان المیزان ص۴۲۵ ج۲ میں لکھتے ہیں۔

اتھمہ السلیمانی بوضع الحدیث   یعنی محدث سلیمانی نے اس کو متہم کیا ہے کہ وہ حدیث گھڑتا تھا۔

اور عصمہ بن محمد الانصاری کے بارے میں حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال ص۱۹۲ ج۲ اور حافظ ابن حجر لسان المیزان ص۱۶۸ ج۴ میں فرماتے ہیں۔

۔ ابوحاتم نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہے، اور یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹا ہے حدیثیں گھڑا کرتا تھا، عقیلی بیان کرتے ہیں کہ ثقہ راویوں کی طرف

یہ سفید جھوٹ بول رہے ہیں کہ شرح وقایہ میں یہ لکھا ہے کہ امام یوسف کا قول ہے کہ انی وجہت والی دعا نماز میں پڑھنا مسنون ہے۔

کیا اہل حدیث علماء اخلاق و کردار کی اس سطح پر اتر آئے ہیں کہ صریح دروغ گوئی میں بھی ان کو شرم نہیں آتی۔

مولانا جے پوری نے اس مسئلہ کیلئے منیۃ المصلی کا بھی حوالہ دیا ہے، مگر انکی خیانت یہ ہے کہ منیۃ المصلی میں جو اصل مسئلہ ہے اس کا اخفاء کیا ہے، اور جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکور ہے صرف اس کو ظاہر کیا ہے دوسری خیانت یہ کی ہے کہ اس کی نسبت امام ابو یوسف کی طرف اس طرح کی ہے کہ گویا منیۃ میں یہ تصریح ہے کہ امام ابو یوسف نے انی وجہت وجہی کہنے کو مسنون قرار دیا ہے۔

منیۃ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے:

ثم یقول سبحانک اللھم الخ

پھر نماز پڑھنے والا سبحانک اللھم (آخر تک) پڑھے گا۔

و یقول انی وجھت وجھی الخ عند ابی یوسف

اور انی وجہت وجہی والی دعا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

یعنی حنفیہ کے نزدیک جو اصل مسئلہ ہے وہ سبحانک اللھم پڑھنے کا ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ انی وجہت والی دعا کو بہتر اور افضل قرار دیتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سبحانک اللھم پڑھنا ان کے نزدیک مسنون نہیں ہے اور انی وجہت والی دعا پڑھنا مسنون ہے، بلکہ مسنون دونوں ہی دعائیں ہیں اسلئے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہی دعائیں منقول ہیں البتہ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک سبحانک اللھم پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے اور امام ابو یوسف کے یہاں انی وجہت والی دعا پڑھنا افضل ہے

(۶) مولانا جے پوری ہدایہ شرح وقایہ اور منیہ سے یہ مسئلہ نقل کرتے ہیں۔

صبح کی فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے (ص ۲۵۳)

حالانکہ یہ بھی مولانا کا سفید جھوٹ ہے، اس طرح کا کوئی مسئلہ ان تینوں کتابوں میں سے کسی میں بھی منقول نہیں ہے، بلکہ ہدایہ میں تو صاف صاف لکھا ہے۔

واذا فاتته رکعتا الفجر لا یقضیهما قبل طلوع الشمس لانه یبقی نفلا مطلقا وهو مکروہ بعد الصبح۔

یعنی اگر معلی سے فجر کی سنت چھوٹ جائے تو طلوع آفتاب سے پہلے اس کی قضا نہیں کرے گا اسلئے کہ اب یہ دو رکعت محض نفل ہیں اور نفل پڑھنا صبح کی نماز کے بعد مکروہ ہے۔

اس صراحت کے باوجود جے پوری صاحب ہدایہ کی طرف یہ بات منسوب کر رہے ہیں کہ صبح کی فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے، آخر جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے۔

اور شرح وقایہ میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے

وان فاتت سنة الفجر فان فاتت بدون الفرض لا یقضی قبل طلوع الشمس ولکن بعد الطلوع۔

یعنی اگر فجر کی سنت فوت ہو جائے تو اگر یہ سنت بلا فرض کے فوت ہوئی ہے (یعنی فرض تو پڑھ لیا ہے مگر فجر کی سنت چھوٹ گئی ہے) تو نہ اس سنت کی آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے قضا کرے گا، طلوع ہونے کے بعد۔

شرح وقایہ میں تو صاف صاف یہ لکھا ہے مگر جے پوری صاحب وہ بات کہہ رہے ہیں جو میں نے ابھی ان کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

شرح وقایہ اور ہدایہ کے بارے میں مولانا جے پوری کی اس غلط بیانی کے بعد یہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ منیہ کے بارے میں بھی مولانا نے جھوٹ بولا ہوگا بلکہ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ منیہ کا حوالہ بھی مولانا نے غلط دیا ہے، منیۃ المصلی میں اس مسئلہ کا وجود ہی نہیں ہے، اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو منیہ سے یہ حوالہ عربی عبارت کے ساتھ نقل کر کے دکھلا دے۔

(۷) مولانا یوسف صاحب لکھتے ہیں :

درمیانی قعدہ سے ہاتھ ٹیک کر اٹھنے میں مضائقہ نہیں (ہدایہ)

یہ بھی مولانا یوسف جے پوری کے جھوٹ کا اعلیٰ شاہکار ہے کوئی بھی غیر مقلد مولانا کی اس بات کو ہدایہ کی اصل عربی عبارت نقل کر کے ثابت نہیں کر سکتا، اگر کسی غیر مقلدین ہمت ہے تو آگے بڑھے اور یہ کارنامہ انجام دے۔

ہدایہ میں مصلی کے رکعت پوری کرنے کے بعد کھڑے ہونے کی کیفیت کے بیان میں یہ صراحۃً مذکور ہے۔

ولا یعتمد بیدیہ علی الارض

یعنی زمین پر ٹیک لگا کر نہ کھڑا ہو۔

اور قعدہ اولیٰ کے بعد مصلی کیا کرے تو صرف اتنا لکھا ہے :

فاذا کان وسط الصلوٰۃ نھض اذا فرغ من التشھد۔

یعنی وسط صلوٰۃ میں تشہد پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کی فیکٹری میں جھوٹ کس طرح تیار کیا جاتا ہے۔

(۸) مولانا جے پوری ہدایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

انگلی سے حرکت دینا بھی جائز ہے (ہدایہ جلد ۱ ص ۱۱۲)

یہ بھی مولانا یوسف جے پوری کی سراسر غلط بیانی ہے، ہدایہ میں پورے تشہد کا بیان آپ پڑھ جائیے اس مسئلہ کا کہیں نام و نشان آپ کو نہیں ملے گا۔

(۹) مولانا جے پوری شرح وقایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

تین میل تک کی مسافت میں قصر جائز ہے (حقیقۃ الفقہ ص ۲۵۵)

مولانا یوسف جے پوری کا یہ بھی دروغ بے فروغ ہے، شرح وقایہ کا ایک ایک صفحہ آپ پڑھ ڈالئے آپ کو کہیں ایسی عبارت نظر نہیں آئے گی جس کا یہ ترجمہ یا مطلب

شرح وقایہ میں وضاحت کے ساتھ سفر شرعی کی مقدار جس میں قصر جائز ہے تین شب وروز کی اوسط چال کی مسافت بتلائی گئی ہے۔

(۱۰) مولانا جے پوری نے ہدایہ، شرح وقایہ اور غنیۃ المعلی کے حوالہ سے لکھا ہے "وتر ایک رکعت بھی ہے۔" (ص۱۲۰)

مولانا جے پوری سے خدا سمجھے جھوٹ پر جھوٹ بولتے ہوئے انھیں شرم نہیں آتی وتر کے سلسلہ میں جو بات مولانا نے نقل کی ہے، ان تینوں کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی اس کا نام ونشان نہیں، کاش مولانا جے پوری میں ذرا بھی خدا کا خوف ہوتا تو ایک سانس میں تین تین جھوٹ نہ بولتے، قارئین کرام ہدایہ میں وتر کے بارے میں جو بات مذکور ہے وہ یہ ہے۔

الوتر ثلث رکعات لایفصل بینھن بسلام لما روت عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ السلام کان یوتر بثلاث وحکی الحسن اجماع المسلمین علی الثلاث۔

یعنی وتر تین رکعت ہے سلام سے فصل نہیں کیا جائے گا، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے، اور حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ تین رکعت وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

ہدایہ میں یہ لکھا ہے اور مولانا کی گل افشانی وہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا، اور شرح وقایہ میں بھی صاف لکھا ہے۔

الوتر ثلث رکعات وتر تین رکعت ہے۔

اور غنیۃ المعلی میں بھی یہی لکھا ہے منیہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

الوتر ثلاث رکعات یقرأ الفاتحۃ والسورۃ فی جمیع رکعاتھا ویقنت فی الثالثۃ قبل الرکوع (ص۱۴۳)

یعنی وتر تین رکعت ہے، تمام رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت

پڑھی جائے گی اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھے گا۔

ہم حیران ہیں کہ کتاب و سنت کا نام جپنے والے اور اپنے کو اہلحدیث کہلوانے کا شوق رکھنے والے لوگ بھی کذب و دروغ گوئی میں اس قدر جرأت کا ثبوت دیں گے اور وہ بھی ان کتابوں کا نام لے کر جو عام طور پر متداول ہیں اور کوئی شخص بھی انکے صدق و کذب کو معلوم کرنے کیلئے بہت آسانی سے ان کتابوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

یہ تو ہم نے ایک مضمون کے پیش نظر صرف دس مثالیں پیش کی ہیں ورنہ اس کتاب میں اس طرح کی کذب بیانیاں بہت ہیں، اور کتاب کی اس قدر وقیمت کے باوجود اہلحدیث حلقوں میں اس کی پذیرائی کا عالم یہ ہے کہ اس کے ایڈیشن پر ایڈیشن شائع ہو رہے ہیں اور فقہ حنفی کی ناہمواری ظاہر کرنے کے لیے اس کتاب کو اہلحدیث دنیا کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ ناظرین اندازہ فرمائیں کہ غیر مقلدوں اور اہلحدیث کہلانے والوں میں علم کے تقدان کا حال کیا ہے کہ ان کا اعتماد اب مولانا جے پوری جیسے کم علم اور غیر فقیہ عالم کی کتاب "حقیقۃ الفقہ" پر باقی رہ گیا ہے۔ و فی ذلک عبرۃ لاولی الابصار۔

ناظرین کرام اگر آپ نے اس مضمون کو سنجیدگی سے پڑھا ہے تو آپ کو یقین ہوگیا ہوگا کہ مولانا جے پوری نے ان دس مسئلوں میں کس طرح دیانت و امانت کا گلا گھونٹ کر رکھدیا ہے اور جن کتابوں کی طرف ان دس مسئلوں کی نسبت کی ہے وہ سراسر غلط اور جھوٹ ہے مگر آج بھی غیر مقلدوں کی شرم و حیا، اور عناد و تعصب کا عالم یہ ہے کہ اس حقیقت کے واشگاف ہو جانے کے باوجود بھی کہ مولانا جے پوری نہایت غیر ثقہ عالم تھے، جھوٹ بولنے میں ان کو ذرا بھی باک نہیں تھا علم کی پونجی سے وہ محروم تھے، تقویٰ و ورع سے کوسوں دور تھے ان تمام حقائق کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی ایک غیر مقلد ڈاکٹر صاحب انکی اور انکی اس کتاب "حقیقۃ الفقہ" کی تعریف میں یوں لب کشا ہیں:

"مولانا جے پوری رحمہ اللہ ایک صاحب نظر عالم اور فقہ حنفی کی ناہمواریوں سے واقف تھے انھوں نے ان مآخذ کی ایمانداری کے ساتھ ملیح وسائل طباعت کی نشاندہی فرمائی جہاں سے مقلد اور دونوں حصوں کے مسائل اخذ کیے گئے تھے۔" (مقدمہ ضمیر کا بحران)

اگر ایمانداری اسی کا نام ہے جس کا نمونہ مولانا جے پوری نے اپنی اس کتاب میں پیش کیا ہے تو ایمانداری کا لفظ لغت سے ختم کر دینا چاہیے، اور اگر صاحب نظر عالم مولانا جے پوری ہی جیسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ؏ (۱)، عام فہم عبارتوں کا صحیح ترجمہ بھی نہ کر سکیں تو مبارک ہے وہ جماعت جس میں ایسے صاحب نظر عالم پیدا ہوتے ہیں ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ص ۴۲ کا بقیہ:

بیٹا ۔ اتنی معمولی بات ہمارے پی ایچ ڈی رضاء اللہ مبارکپوری صاحب کو سمجھ میں نہیں آئی ۔

باپ ۔ بیٹا انھوں نے اصول الشاشی دیکھا ہی نہیں ہوگا، ادھر ادھر کی سنی سنائی بات پر حنفیوں کے خلاف زہر اگلا ہے ۔

بیٹا ۔ کہیں انھوں نے مولانا اسمٰعیل سلفی پاکستانی کی بات تو نہیں چرالی ہے انھوں نے حرکۃ الانطلاق الفکری میں ایسا ہی کچھ لکھا ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

محمد اجمل مفتاحی

مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب
مدینہ منورہ

اخلاصِ نیت

صرف اللہ کی رضا کے لئے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں جو بھی نیک کام کرو اسی نیت سے کرو کہ اس کے متعلق جو مجھے اللہ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر کے محض اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے۔ دنیا کا نفع اور شہرت اور نام و نمود مقصود نہیں ہے آخرت سنور جانے کے لئے کرنا ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے جب نیک عمل کا ثواب مل جانے کا پورا یقین ہو اور ثواب کو کام کی چیز سمجھا جاوے۔

اخلاص کی ضرورت

اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیت یہ نہ ہو کہ میرا یہ عمل خالص خدا کے لئے ہے اس وقت عمل مقبول نہیں۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا، جیسے روزہ رکھنے سے یہ بھی مقصود ہو کر کھانا پکانا نہ پڑے گا اور بیماری میں پرہیز بھی رہے گا تاکہ تندرستی میں فرق نہ آئے، یا حج کرنے سے یہ مقصود ہو کہ وہ عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی نیت ہو کر سیر و تفریح ہو گی یا دشمنوں کی ایذاؤں سے نجات ہو گی یا اعتکاف میں یہ نیت ہو کہ وہ عبادت بھی ہے اور اتنے دن مکان کا کرایہ بھی نہ دینا پڑے گا، یا فقیر کو اسلئے دیا کہ اس میں اجر بھی ہے اور اس کا شور و غل بھی بند ہو جائے گا تو یہ سب خیالات خلافِ اخلاص

سے خارج ہیں، اخلاص خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل ہونا بڑا مشکل
ہوتا ہے کیونکہ شیطان کا ریاکاری پر زور ہوتا ہے اور نفس کا فریب اس نعمت کو حاصل
ہونے نہیں دیتا ۔

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے اس حال
میں جدا ہو کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کیلئے صاحب اخلاص تھا اور نماز پڑھتا اور
زکوٰۃ دیتا تھا تو وہ اس حال میں جدا ہوا کہ خدا اس سے راضی ہے ۔
(ترغیب عن الحاکم علی شرط الشیخین)

حضرت ابو فراس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا اخلاص ۔ (الترغیب)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ کو
کچھ نصیحت فرما دیجئے ۔ آپ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تم کو تھوڑا عمل بھی
کافی ہوگا ۔ (ترغیب عن الحاکم)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو بعض صحابہ
سے بڑا سمجھا جو مجھ سے کم تھے، اس میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا
اس امت کی مدد اس امت کے ضعیفوں کی دعا اور ان کی نماز اور ان کے اخلاص
کی وجہ سے کرتا ہے ۔ (ترغیب)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت میں ایک صاحب نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرمائیے، ایک شخص جہاد کرتا ہے اور ثواب اور شہرت دونوں چاہتا ہے
اس کیلئے کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا کچھ نہیں ۔ ان صاحب نے تین بار یہی سوال کیا اور
آپ نے یہی جواب دیا پھر آپ نے فرمایا کہ بیشک خدا صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو خالص

اسی کے لئے ہو اور جس سے خدا کی رضا مطلوب ہو۔ (ترغیب)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے، اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اس چیز کے جس سے خدا کی ذات مقصود ہو (ترغیب)

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دنیا حاضر کی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہے خدا کے لئے ہوگا اس کو الگ کر لیا جائیگا اور باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (ترغیب)

حضرت ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ شخص بڑا نیک بخت ہے جس نے اپنی تمام عمر میں ایک قدم بھی اخلاص کے ساتھ اٹھایا ہو۔

بہرحال اخلاص سب چیزوں سے اہم، اخلاص والوں پر شیطان کا داؤ ہی نہیں چلتا اور وہ تھوڑے عمل سے بہت سی نیکیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ شیطان نے مردود ہو کر جب یہ قسم کھائی کہ اے خدا میں تمام انسانوں کو بہکاؤں گا تو اس کو یہ بھی کہنا پڑا مگر تیرے مخلص بندوں کو میں نہ بہکا سکوں گا۔

(سورہ حجر وغیرہ)

جس کو اپنے عمل کا ثواب زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہو اس کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اخلاص کی کوشش کرے۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نفس کو مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ یا نفس اخلصی تخلصی۔ اے نفس! اخلاص کا خیال رکھو تاکہ دوزخ سے تیری خلاصی ہو۔

دکھاوے کی مذمت

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عمل سے اگر ذات خداوندی مقصود نہ ہوگی تو دنیا کا کوئی نفع ضرور مقصود ہوگا جو بندوں سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسے شہرت، جاہ، مال وغیرہ اور بندوں سے تعلق ہونے کی وجہ سے بندوں کے سامنے عمل کیا جاتا ہے تاکہ وہ دیکھیں جس سے

شہرت ہو۔ اللہ کے دلوں میں عزت و وقعت قائم ہو۔ بزرگ جان کر ہدیہ دیں۔ اچھے اچھے القاب سے یاد کریں۔ وغیرذالک۔

چونکہ یہ چیزیں نقد حاصل ہوتی ہیں اور آخرت کا معاملہ ادھار ہے۔ اسلئے اگر کوئی شخص صرف رضائے خداوندی کو مقصود بنائے تو نفس آڑے آجاتا ہے اور طرح طرح کے مکر و فریب پھیلاتا ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے لکھا ہے کہ ریا سب رذائل کے بعد جاتا ہے اور اس کے نجات پانے کے لئے بڑی جدو جہد اور بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔

متعدد احادیث میں ریا کو شرک فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم پر میں سب سے زیادہ شرکِ اصغر (چھوٹے شرک) کا خوف کرتا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا۔ دکھاوا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھانے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ (رواہ احمد)

ایک بار شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے عرض کیا گیا آپ کس وجہ سے روتے ہیں؟ فرمایا ایک بات مجھے یاد آگئی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اس نے مجھے رُلا دیا۔ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میں اپنی امت پر سب سے زیادہ شرک اور چھپی ہوئی شہوت کا خوف کرتا ہوں۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرنے لگے گی؟ فرمایا ہاں پھر فرمایا! خبردار وہ سورج اور چاند کو نہ پوجیں گے اور نہ کسی پتھر اور بت کی عبادت کریں گے لیکن اپنے اعمال کا دکھاوا کریں گے۔ اور چھپی شہوت یہ ہوگی کہ ان میں سے ایک شخص روزہ

رکھے گا پھر اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش پیش آجائے گی تو وہ اپنے روزہ کو چھوڑ دے گا۔ (احمد و بیہقی)

دنیا میں ذلت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے عمل کو مشہور کرے خدا اس کو اپنی مخلوق کی مجلسوں میں برائی سے مشہور کر دے گا اور اس کو ذلیل و حقیر کر دے گا۔ (ترغیب)

آخرت میں رسوائی حضرت ابوہند داریؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جو شخص دکھاوے اور شہرت کی جگہ کھڑا ہو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا (کہ ریاکار ہے) اور مشہور کر دے گا کہ یہ شہرت کے لیے عمل کیا کرتا تھا۔ (ترغیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی عمل ایسا کیا جس میں میرے کسی غیر کو شریک کر لیا تو اس کو مع اسکے عمل کے چھوڑ دوں گا (یعنی اس عمل کا کوئی اجر نہ دوں گا) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا۔ میں اس سے بری ہوں۔ اور وہ عمل اسی کے لئے اس نے کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن المسلم)

دنیا کی شہرت اور نیک نامی کے خیال سے نماز، روزہ اور خیر خیرات مت کرو۔ اس طرح چھپکے سے صدقہ کرو کہ جو کچھ سیدھے ہاتھ سے دیا ہے اسکی خبر خود تمہارے بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو۔ جن کاموں کو لوگ خالص دنیا کا کام سمجھتے ہیں تلاش کرکے ان میں بھی خدا کی رضامندی کا پہلو نکال لیا جائے تو ان میں بھی ثواب ملے گا۔ اگر کھانا کھانے میں یہ نیت کرے کہ اس سے جو طاقت آئیگی وہ آخرت کے کام میں لگے گی اور پیٹ میں بھوک کا احساس نہ ہوگا تو نماز بھی ٹھیک ہوگی تو ایسی نیت کرنے سے کھانے میں بھی ثواب مل جائے گا خوب سمجھ لو۔

فائدہ:۔ گناہ کسی بھی نیت سے جائز نہیں ہو سکتا اور نہ نیکی بن سکتا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

مولانا محمد عبدالرحمٰن مقیم جدہ

قسم کے بارے میں نبوی ہدایات

(۱) جھوٹی قسم کا انجام

السؤال :- ایک موقع پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کا حق جھوٹی قسم کھاکر حاصل کرلیا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردیں گے اور اس کیلئے جہنم کا فیصلہ ہوگا۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ حق معمولی قسم کا ہو تب بھی یہی انجام ہوگا ؟

الجواب :- قَالَ وَإِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ أَرَاكٍ - (مسلم)

فرمایا اگرچہ یہ حق مسواک کی لکڑی ہی کیوں نہ ہو

تشریح :- معمولی اور بے قیمت چیزوں کا بغیر اجازت لین دین اسلامی معاشرت کا طور طریقہ ہے اس پر شریعت کی کوئی گرفت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان اس کو منع کرتا ہے۔

لیکن یہی حقیر و معمولی چیز اگر جھوٹی قسم کے ساتھ حاصل کی جائے کہ یہ میرا حق ہے حالانکہ اس کا حق نہ تھا تو پھر بات بہت دور تک چلی گئی اور جھوٹا آدمی اس انجام تک پہنچ گیا جس کا تذکرہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے جواب عالی میں کیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

ایسے عمل کو استعمال باسماء اللہ کہا جاتا ہے (اللہ کے پاک ناموں کی

توہین کرنا) جو کفر کی ایک قسم ہے۔

(۲) قسم کا کفارہ

السّوال :- ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات دیر تک رہا پھر اپنے گھر آیا تو بچوں کو سوتا پایا گھر والوں نے کھانا پیش کیا، بچوں کو بھوکا سوتے دیکھ کر قسم کھالیا کہ میں کھانا نہ کھاؤں گا، پھر کچھ دیر بعد ارادہ کر لیا اور کھانا کھا لیا، دوسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کیا اور قسم کا مسئلہ دریافت کیا؟

الجواب :- فَقَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَأٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا فَلْیَاْتِھَا وَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِہٖ (مسلم)

فرمایا جو شخص کسی بات پر قسم کھالے اور پھر اس کے خلاف کو بہتر سمجھے تو اپنی قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔

تشریح :- ہر معاملہ میں قسم کھانا اچھا عمل نہیں، زیادہ قسم کھانے والے کا اعتبار ختم ہوجاتا ہے وہ اور اس کی بات عام لوگوں میں بے وقعت ہو جاتی ہے۔

شدید ضرورت پر جہاں حق تلفی ہو رہا ہو تو ایسے موقعوں پر قسم کھالی جائے تو اور بات ہے۔

تاہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مفید مشورہ عنایت فرمایا کہ کسی بات پر قسم کھالی گئی اور بعد میں احساس ہوا یہ بات مناسب نہ تھی دوسری بات ہی بہتر ہے تو دوسری بات اختیار کر لی جائے، اس عمل کو قسم توڑنا کہا جاتا ہے پھر قسم توڑنے پر قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے۔

قسم کا کفارہ دس فقیروں کو دو وقت مناسب کھانا کھلایا جائے یا انکو پورے جسم کا لباس دیا جائے یا ایک غلام آزاد کیا جائے اگر یہ میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے جائیں یہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔ (المائدہ آیت ۸۹)

ملحوظ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مفید مشورہ جائز قسموں میں تھا اگر کوئی

ناجائز اور حرام قسم کھالے مثلاً ماں باپ سے بات نہ کروں گا یا زکوٰۃ ادا نہ کروں گا یا شراب استعمال کروں گا یا فلاں کو ذلیل و رسوا کروں گا وغیرہ تو ایسی قسموں کا فوری توڑنا واجب ہے۔ قسم پوری کرنا حرام ہے اور پھر کفارہ بہر صورت دینا ہوگا۔

حضرت مالک بن فضالہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے چچا زاد بھائی کے ہاں جاتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں لیکن نہ تو وہ مدد کرتا ہے اور نہ وہ رشتہ داری کا حق ادا کرتا ہے۔

پھر وہ کبھی میرے تعاون کا محتاج ہوتا ہے اور میرا تعاون چاہتا ہے میں نے قسم کھالی ہے کہ نہ اس کو کچھ دوں گا اور نہ رشتہ داری کا حق ادا کروں گا۔

آپؐ نے مجھکو حکم دیا کہ میں اپنی قسم توڑ دوں اور قسم کا کفارہ ادا کروں۔ (مسند احمد)

خلاصہ یہ ہے کہ جائز اور حلال قسم کو توڑنے کا آپؐ نے مشورہ عنایت فرمایا جب کہ دوسری چیز بہتر معلوم ہو، لیکن ناجائز اور حرام قسم کھانے پر قسم کو فوری توڑنا واجب ہے اور پھر اس کا کفارہ بھی ادا کرنا ضروری ہے۔

(۳) ایک جائز قسم

السّؤال :- حضرت سُوید بن حنظلہؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوہ میں اپنی قوم سے پیچھے رہ گئے تھے پھر دونوں نے آپ کا ساتھ دینا طے کیا اور چل پڑے راہ میں حضرت وائل بن حجرؓ کے دشمنوں نے انھیں پکڑ لیا، وائل بن حجرؓ کی قوم نے اس طرح قسم کھانے میں گناہ خیال کیا کہ وائل ان کا اپنا بھائی ہے۔ لیکن حضرت سُوید بن حنظلہؓ نے قسم کھالی کہ وائل میرا بھائی ہے، دشمنوں نے وائل بن حجرؓ کو چھوڑ دیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے بارے میں دریافت کیا گیا؟

الجواب :- فَقَالَ اَنْتَ اَبَرُّهُمْ وَاَصْدَقُهُمْ، اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ۔

(مسند احمد)

فرمایا اے سُویدؓ تم اپنی قوم میں زیادہ احسان کرنے والے اور زیادہ راست باز ہو۔

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہوا کرتا ہے ۔

تشریح :۔ مذکورہ واقعہ میں وائل بن حجرؓ کا نسبی رشتہ ثابت کرنا تھا کیونکہ یہاں میراث کی تقسیم کا مسئلہ تھا اور حسب و نسب کا معاملہ تھا، قوم اور جماعت کا معاملہ تھا، حضرت وائل یقیناً قومی بھائی تھے اور اس سے بڑھ کر اسلامی بھائی تھے قرآن حکیم نے تمام مسلمانوں کو بھائی قرار دیا ہے ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔ (الحجرات آیت ۱۰)

اس لحاظ سے اگر قسم کھائی جائے کہ وائلؓ میرا بھائی ہے تو گناہ کی بات نہ تھی چنانچہ جب سُوید بن حنظلہؓ نے وائلؓ کو اپنا بھائی قرار دیا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو سراہا اور سویدؓ کی نیکی و صداقت کی شہادت دی ۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی نمرود کے شر سے بچنے کیلئے اپنی بیوی سیدہ سارہؓ کو اپنی بہن کہا تھا ۔ (بخاری)

لہٰذا اگر مسلمان کسی مسلمان کو اپنا بھائی کہدے تو خلافِ حقیقت نہ ہوگا ۔

(۴) فضول اور بے مقصد قسم

السؤال :۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی عورت کا مسئلہ دریافت کیا گیا جس نے بیت اللہ شریف برہنہ سر پیدل جانے کی نذر مانی ہے ؟

الجواب :۔ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْكَبَ وَتَصُوْمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ۔ (مسند احمد)

آپ نے اس عورت کو حکم دیا کہ وہ سواری پر جائے (اور نذر کا کفارہ) تین روزے رکھے ۔

تشریح :۔ بخاری و مسلم کی روایت میں عقبہ بن عامرؓ کی بہن کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایسی ہی نذر مانی تھی اور مسند احمد کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ وہ پیدل چلنے پر قادر نہ تھیں ۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ اُخْتِكَ فَلْتَرْكَبْ وَالْتُهْدِ بَدَنَةً ۔

اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں کہ تمہاری بہن بیت اللہ تک پیدل جائے اسکو چاہئے کہ سواری پر جائے اور ایک اونٹ کفارہ دیے (اور یہ کفارہ اپنی نذر توڑنے کا ہے)

اسی طرح ایک اور واقعہ پیش آیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے ایک دیہاتی مسلمان کو دیکھا کہ وہ دھوپ میں کھڑا ہے (جبکہ سایہ موجود تھا) آپؐ نے دریافت کیا تمہارا کیا حال ہے؟

اس نے کہا میں نے نذر مانی ہے کہ جب تک آپ خطبہ دیتے رہیں گے میں دھوپ میں کھڑا رہوں گا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی نذر ہے؟ نذر تو ان چیزوں میں مانی جاتی ہے جس اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کی جائے۔

(مسند احمد)

دھوپ میں کھڑا رہنا نہ عبادت ہے نہ ریاضت (مجاہدہ) بلکہ اپنے آپ کو ایذاء دینا ہے جس سے کچھ حاصل نہیں لہذا آپؐ نے ان کی نذر کو فضول قرار دیا اور توڑ دینے کا مشورہ دیا۔

اسی قسم کا ایک تیسرا واقعہ بھی ہے آپؐ نے ایک ضعیف ناتوان بڈھے کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کے سہارے چل رہا ہے، آپؐ نے دریافت فرمایا انکو کیا ہوگیا؟

لوگوں نے کہا بڑے میاں نے پیدل چلنے کی نذر مانی تھی وہ پوری کی جا رہی ہے۔

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں کہ کوئی اپنے نفس کو ایذاء دے لے۔ (بخاری)

ایک چوتھا واقعہ یہ بھی ملتا ہے کہ آپؐ نے دو شخصوں کو دیکھا کہ ملے جلے

قصشلہ

محمد اجمل مفتاحی
محمد ابو بکر غازی پوری

اخلاقی امراض کا شرعی علاج

لمبی امیدیں باندھنا

"طول امل" قلبی اور اخلاقی امراض میں سے ایک بہت بڑا اور مہلک مرض ہے "طول امل" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان لمبی لمبی امیدیں باندھے اسکے قلب میں اونچی اونچی تمنائیں پرورش پاتی رہیں، آخرت کا خیال بھی اسکے دل میں نہ گزرے، دنیا کی حرص و آرزو اسے آخرت سے بے پرواہ کر دے، آرزوؤں اور تمناؤں کا وہ ہمیشہ ایک نیا محل تیار کرتا رہے، موت کب آ دبوچے اس کا خطرہ بھی اس کے دل میں نہ گزرتا ہو۔

طول امل کا شکار وہ آدمی ہوتا ہے جس کے قلب پر دنیا کی محبت چھائی ہوئی ہے اور آخرت کا تصور اسے چھو کر بھی نہیں گزرتا، جو اپنی حقیقت سے جاہل رہتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے، اور نہ یہاں کی کسی چیز کیلئے دوام اور ثبات ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"طول امل کا دو سبب ہوتا ہے، ایک دنیا اور آخرت کی حقیقت سے ناواقفیت اور دوسرا دنیا کی محبت، دنیا کی محبت میں جب انسان دنیا کی لذتوں سے مانوس ہو جاتا ہے اور ان کا مزہ چکھ لیتا ہے اور دنیا کے علائق جب اسے گھیر لیتے ہیں تو اس سے چھٹکارا حاصل کرنے یا اسکے

طول پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے، آدمی اس وقت موت کے خیال سے غافل ہو جاتا ہے
حالانکہ دنیاوی علائق سے چھٹکارا حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی تھا کہ
آخرت اور موت کا اسے دھیان رہے، اور چونکہ انسان باطل تمناؤں میں
مست رہتا ہے اسلئے وہ خود کو ہر وقت ان باطل تمناؤں اور غلط اندازوں
میں ڈالے رہتا ہے جو اسکے موافق مطلب ہوتی ہیں۔ (احیاء العلوم ج۴ ص)

یعنی طول امل انسان کو صرف دنیا کا بندہ بنا کر چھوڑ دیتا ہے، اسکی نگاہ آخرت کی طرف
نہیں اٹھتی اور کبھی کسی وجہ سے آخرت کا اس کے قلب میں کوئی خطرہ گزرا بھی تو وہ ٹال مٹول
سے کام لیتا ہے، اس کی طرف سے اپنا دھیان ہٹا لیتا ہے، اور خود کو دھوکا میں ڈالے
رہتا ہے کہ ابھی وقت بہت ہے پھر کسی وقت کوئی بھلا اور نیک کام کریں گے، ابھی عمر کا
ایک بہت بڑا حصہ باقی ہے فلاں فلاں کام پورا ہو جائے تو اخروی امور کی طرف توجہ
کی جائیگی، اور پھر اچانک موت کا فرشتہ آ پہونچتا ہے، اور دنیا کی زندگی تمام ہو جاتی
ہے اور جب آخرت کا سفر شروع ہوتا ہے تو اس کا توشہ زاد آخرت سے بالکل خالی ہوتا
ہے۔ اسکے پاس عمل کی کوئی پونجی نہیں ہوتی ہے، امیدوں کے سارے قلعے مسمار ہو جاتے
ہیں اور ساری تمنائیں آدمی کے گلے کا عذاب بنی اس کے ساتھ جاتی ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

طول امل کے مریض پر اگر کبھی موت کا خطرہ گزرتا بھی ہے اور وہ موت
کی تیاری کیلئے کبھی سوچتا بھی ہے تو وہ ٹال مٹول سے کام لیتا ہے، اپنے
نفس کو فریب دیتا ہے اور جھوٹے وعدوں میں رکھتا ہے، وہ اپنے جی سے
کہتا ہے ابھی جلدی کیا ہے، سارا وقت تو پڑا ہی ہے جب تیری عمر کچھ
ڈھلے گی تو تو یہ کام کرے گا، اور جب عمر ڈھلنے کے قریب آ پہونچتی ہے
تو کہتا ہے کہ بڑھاپے میں ابھی یہ کام ہو سکتا ہے، اور جب بڑھاپا آ جاتا ہے
تو کہتا ہے کہ ابھی جلدی کیا ہے اس گھر کی تعمیر سے فارغ ہو لوں، اس

زمین سے نپٹ لوں، اس سفر سے واپس ہو لوں، اس لڑکے کی شادی بیاہ کر لوں، ذرا اپنے لڑکوں کے گھر کا انتظام کر لوں، یا ذرا اپنے فلاں دشمن سے نپٹ لوں غرض وہ یونہی اپنے نفس کو دھوکا دیتا رہتا ہے اور جھوٹے وعدہ کرتا رہتا ہے۔ اور تو یہ کا معاملہ ٹلتا رہتا ہے آخرت کے کام کیلئے اس کو فرصت کا ایک لمحہ میسر نہیں ہوتا وہ ایک کام سے فارغ ہوتا ہے کہ دسیوں کام اسے آ لپٹتے ہیں، اور یوں اس کا ایک ایک دن گزرتا جاتا ہے اور ایک کام کے بعد دوسرا کام اس کی جان کو گھیرے رہتا ہے اور آخر کار وہ ایک روز موت کے منہ کا لقمہ بن جاتا ہے۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ان باتوں کی تصدیق خود ہماری زندگی کرتی ہے، ہماری زندگی کے اوقات کا بیشتر حصہ دنیاوی کاموں کی نذر ہوتا ہے، دنیا کے جھمیلے چاروں طرف سے ہمیں گھیرے ہوئے ہیں، دنیا کے نفع و نقصان کی فکر کا پھندہ ہمارے دل و دماغ کو کسے رہتا ہے آخرت کا خیال کبھی آیا بھی تو بس سرسری سا، گویا ہوا کا ایک جھونکا تھا جو آیا اور چلا گیا۔ ہمیں آخرت کے کام کیلئے کوئی فرصت نہیں ملتی اس کیلئے نفس ہزار بہانے ڈھونڈتا ہے، آجکل کا وعدہ ہوتا رہتا ہے اور ان وعدوں کے پورا ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی کہ زندگی کا دن پورا ہو جاتا ہے۔

ایسا بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے، کہ دنیا میں جو جکڑا گیا ہو وہ اس کے چنگل سے آسانی سے نکل جائے، وہ آخرت کے کام کیلئے فرصت کے لمحہ کا منتظر رہتا ہے، اور یہ لمحہ اسے کبھی میسر نہیں آتا ہے، امام غزالی فرماتے ہیں:

"وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے ساتھ اس آدمی کا علاقہ اور تعلق اور بڑھتا اور قوی ہوتا رہتا ہے، یہ بس خیال ہی ہے کہ دنیا میں رچنے بسنے والوں کو فکر آخرت کیلئے کبھی فرصت میسر ہوگی۔" (احیاء صفحہ ۴۲۰، ج ۳)

بیہقی اور حاکم کی ایک روایت میں ہے:

التؤدة فی کل شئ خیر الا فی عمل الآخرۃ۔ (یعنی ہر چیز میں جلدی نہ کرنا بہتر ہے سوائے آخرت کے کام کے کہ اسمیں جلدی ہی بہتر ہے)

دنیا کی حرص جس آدمی میں زیادہ بڑھ جاتی ہے، اس کا نفس آسودہ ہونے کی نعمت سے محروم رہتا ہے اس کے دل میں ہر وقت ایک تمنا پرورش پاتی ہے، نئی نئی حرص جنم لیتی ہے، بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک خط چوکور کھینچا، اور اسکے بیچ میں ایک دائرے سے نکلتی ہوئی ایک لکیر کھینچی، اور بیچ کی لکیر کی جانب آپؐ نے بہت سی چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں، پھر آپ نے فرمایا یہ انسان ہے اور یہ موت اسکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، اور یہ جو خط باہر کو نکلا ہوا ہے یہ اس کی امید ہے، اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں یہ دنیا کی آفات و حوادث ہیں، اگر آدمی اس سے بچتا ہے تو وہ اس کی نوچتی ہیں اور اگر اس سے بچتا ہے یہ اسے نوچتی ہیں۔

یعنی انسان کو موت چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، انسان کا اس سے چھٹکارا پانا ممکن نہیں وہ کبھی بھی اور کدھر سے بھی آسکتی ہے، لیکن آدمی کا عالم یہ ہے کہ وہ اس سے بے خبر اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کی تکمیل میں کچھ یوں بدحواس سارہتا ہے کہ موت کے دن کیلئے کسی تیاری کا اسے موقع نہیں مل پاتا ہے۔ مال و دولت کی خواہش، عزت وجاہ کی تمنا، اقتدار سطوت کی آرزو، قیادت و منصب کا خیال، مشہور ہو جانے کی ہوس، نام و نمود کی حرص اور اسی طرح کی ہزاروں خواہشوں کا اس کا دل آماجگاہ بنا رہتا ہے، اور دنیا کی تعمیر کی فکر آخرت میں گھر بنانے کے خیال سے اسکو باز رکھتی ہے۔

انسان جب موت سے غافل ہو جاتا ہے تو اسمیں طول امل، کا مرض بھی پیدا ہو جاتا ہے گویا اس مرض کا ایک بڑا سبب موت سے غفلت ہے۔

متعدد احادیث میں اس مرض کی قباحت کو بیان کیا گیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز سے دنیا کی ناپائیداری اور اس جہان کی بے ثباتی کا ذکر فرمایا ہے، خود آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ آپ کا ایک لمحہ بھی موت کی یاد سے غافل ہو کر نہیں گزرتا تھا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید نے زید بن ثابت سے ایک ماہ کے قرض پر ایک باندی خریدی، حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ جب اسکی اطلاع حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ کیا تم لوگوں کو اس پر تعجب نہیں ہو رہا ہے کہ اسامہ نے ایک مہینہ کی مدت کے قرض پر باندی خریدی ہے! یقیناً اسامہ بڑی امید والے ہیں (یعنی انکو یہ امید ہے کہ وہ ایک ماہ تک زندہ رہیں گے) قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، میری آنکھ جب جھپکتی ہے تو مجھے اس کا اندیشہ رہتا ہے کہ میری پلکیں ملنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ میری روح قبض کرلے گا، اور میں جب منہ میں لقمہ ڈالتا ہوں تو مجھے خوف لگا رہتا ہے کہ لقمہ نگلنے سے پہلے ہی میری موت آجائیگی، پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگو! اگر تمہیں عقل ہے تو تم اپنے کو مردہ شمار کرو، اس لئے کہ جسکا وعدہ ہے وہ پورا ہو کر رہے گا یعنی موت آکر رہے گی، تم اس سے بچ نہیں سکتے۔"

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۲)

ابن ماجہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو مرنے سے پہلے توبہ کرلو، اور قبل اس کے کہ تم دنیا کے جنجال میں پھنس جاؤ نیک عمل میں جلدی کرو۔"

یعنی دنیا میں جب آدمی پھنس جاتا ہے تو پھر نہ اس کو اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانے کی فرصت ملتی ہے، اور نہ کار خیر کرنے کی توفیق ملتی ہے، انسان اس گمان میں ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے کاموں سے فرصت پائے گا تو اللہ اور آخرت کے کام

پیدا ہوگا، اسے کیا معلوم کہ موت کب اس کا انتظار کر رہی ہے، اور اسکو صبح کے بعد شام کرنے کا کوئی موقع ملے گا یا نہیں، دوسرے یہ کہ انسان دنیا میں کتنا ہی نیک کام کر لے مگر جب آخرت کا سفر سامنے ہوگا تو اس وقت اسکو اپنا وہ سارا عمل جسکو وہ بہت کچھ سمجھتا تھا ہیچ نظر آئے گا اور وہ بار بار خیال کرے گا کہ کاش کچھ اور ہم نے کیا ہوتا ـــــ ترمذی اور بیہقی کی ایک روایت میں آنحضورؐ کا یہ ارشاد منقول ہے۔

"کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کہ مرنے کے بعد وہ افسوس نہ کرے، لوگوں نے پوچھا افسوس کس بات پر ہوگا، تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ نیکوکار ہے تو اس پر افسوس کرے گا کہ اس نے کچھ اور اچھا عمل کیوں نہیں کیا، اور اگر وہ بدکار ہے تو اسے اس کا افسوس ہوگا کہ وہ اپنی بدعملیوں سے باز کیوں نہیں رہا:

ترمذی ہی کی ایک روایت میں ہے۔

"ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اچھا آدمی کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا من طال عمرہٗ وحسن عملہ یعنی وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور اس کا عمل اچھا ہو، پھر اس نے پوچھا برا آدمی کون ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا من طال عمرہٗ وساء عملہ یعنی جس کی عمر طویل ہو اور اس کا عمل خراب ہو۔

بڑا بدبخت ہے وہ انسان جس کو عمر طویل کی نعمت ملے اور وہ اسکو لایعنی کاموں میں گذار دے، آخرت کی فکر سے بے پرواہ ہو، دنیا میں پھنسا رہے، شیطان کی راہ پر چلتا رہے اور ناجائز خواہشوں اور بیکار کی لمبی امیدوں میں اپنی زندگی گنواتا رہے۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذہن میں رکھیں آپ نے فرمایا،

ان اشد ما اخاف علیکم خصلتان اتباع الھویٰ وطول الامل۔	یعنی سب سے زیادہ میں جس چیز سے تم لوگوں کیلئے ڈرتا ہوں وہ دو باتیں ہیں، یہ ایک خواہش نفس کے پیچھے لگنا اور دوسرے لمبی امیدیں باندھنا۔

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر دو چیزیں اس میں باقی رہتی ہیں ایک حرص اور دوسرے امید، احیاء العلوم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

نجا اول هذه الامة باليقين	یعنی اس امت کے پہلے لوگوں نے یقین
والزهد ويهلك آخر هذه	اور زہد کی وجہ سے نجات حاصل کر لی اور
الامة بالبخل والامل۔	اس امت کے پچھلے لوگ بخل اور امید کی
(احیاء العلوم ج۳ ص۲۶)	وجہ سے ہلاک ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم میں سے ہر شخص کی خواہش ہے کہ جنت میں جائے؟ لوگوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا۔ قصروا من الامل وثبتوا اجالكم بين ابصاركم واستحيوا من الله حق الحياء۔ (ایضاً ص۳۲۸) یعنی امید کم کرو، موت کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھو، اور اللہ سے اس طرح شرماؤ جیسا کہ اس کا حق ہے۔

مشہور امام فقہ و حدیث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد یہ نہیں ہے کہ انسان کھردرا کھائے اور عبا و قبا پہنے بلکہ زہد اس کا نام ہے کہ انسان اپنی آرزوئیں کم کرے (احیاء العلوم) حضرت داؤد طائی فرماتے ہیں کہ:

من خاف الوعيد قصر عليه	یعنی جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہے تو دور
البعيد ومن طال امله ضعف	کا راستہ اس پر مختصر ہو جاتا ہے اور جس کی
عمله۔	امید لمبی ہوتی ہے اسکا عمل کمزور ہو جاتا ہے۔

غرض طول امل ایک مہلک اخلاقی بیماری ہے جو انسان کو آخرت کے کاموں سے ہٹا کر دنیا میں اس طرح پھنسا دیتی ہے کہ وہ مرنے کے آخری وقت تک اللہ کی طرف توجہ نہیں کر پاتا ہے، اس مرض سے نجات حاصل کرنے کی ہر انسان کو کوشش کرنی ضروری ہے۔

امام غزالی اور شیخ عبد الوہاب شعرانی نے اس مرض سے نجات پانے کی جو تدبیر

تحریر فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ، انسان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت موت کو یاد رکھے
وہ زندگی کو فانی سمجھے، موت کا وقت مقرر ہے مگر وہ کب آپہونچے آدمی کو یہ پتہ نہیں ہے
اسلئے موت کے دن کی تیاری سے وہ لمحہ بھر بھی غافل نہ ہو۔

شیخ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔

ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم وہ اسباب اختیار کریں جو ہمیں موت کو یاد دلاتے ہیں اور ہماری خواہشات اور آرزوؤں میں کمی پیدا کریں، اس کیلئے بہترین چیز یہ ہے کہ آدمی عابدوں اور زاہدوں کی صحبت میں رہے۔

(لواقح الانوار صفحہ ۱۴)

امام غزالی فرماتے ہیں:

طول امل کا مرض دو وجہ سے پیدا ہوتا ہے، پہلی وجہ جہالت ہے اور دوسری وجہ دنیا کی محبت ہے، اسلئے ضروری ہے کہ پہلے آدمی ان دونوں برائیوں سے چھٹکارا حاصل کرے، اس کے بعد اس مرض کا علاج آسان ہو جائیگا۔
جب دنیا انسان کو آخرت کی فکر سے بے پرواہ کر دیتی ہے، اس لئے اپنے قلب کو پہلے اس سے صاف کرے، اور جہالت کا علاج یہ ہے کہ انسان اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرے اللہ والوں کے پاس جائے، اللہ والوں کی زندگی کو دیکھے اور غور کرے کہ وہ فکر آخرت سے کیسے پریشان رہتے ہیں، اللہ والے زاہدانہ زندگی بسر کرتے ہیں قوت لایموت سے زیادہ کی تمنا نہیں رکھتے، وہ اپنی توجہ کا مرکز اللہ کو بنائے رکھتے ہیں۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

طول امل کا مریض اس پر نگاہ کرے کہ دنیا میں بڑے بڑے لوگ گزرے ہیں، سلطنتوں کے وارث، شہنشاہیت کے مالک، بڑے بڑے دولت مند، کرسی و منصب کے تاجدار مگر ان کا انجام کیا ہوا، دنیا سے اس طرح گزر گئے کہ

کفن کے کپڑوں کے علاوہ انکے ساتھ کچھ نہیں گیا دنیا کے سارے سامان عیش و عشرت کے سارے اسباب اسی جگہ رہ گئے، آدمی کو چاہئے کہ وہ غور کرے کہ آج یہ بڑے بڑے لوگ اپنی اپنی قبروں میں بیچارگی کے عالم میں تنہا پڑے ہوئے ہیں جہاں ان کا نہ کوئی مونس ہے نہ غمخوار، ساری دولت اور حشمت و جاہ کے سارے اسباب دنیا ہی میں رہ گئے ہیں۔

اگر انسان کا دھیان ان باتوں کی طرف رہا، اور وہ برابر اس پر غور کرتا رہا تو طول امل کا مرض رفتہ رفتہ اس سے ختم ہو جائے گا۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت اس مرض کے ازالہ کیلئے سب سے زیادہ موثر ہے۔

صلا کا بقیہ

محمد اجمل مفتاحی

کری جاتی ہے ؟

جواب :۔ شکر گزاری اور تقویٰ

آپ فرماتے ہیں کہ کس عمل سے اللہ تعالی بندہ کو دنیا میں بے عزت ذلیل و خوار، کنگال بنا دیتا ہے ؟

جواب :۔ تکبر وانانیت اور کمزور دل کو ستانا۔

آپ فرماتے ہیں، کس عمل سے عزت و وقار بخش دیتا ہے ؟

جواب : حقیقی تواضع وانکسار اور کمزوروں کی خبرگیری اور ہمدردی جو اللہ ہی کے لئے ہو۔

محمد اجمل مفتاحی

پیش کردہ

نورالدین نوراللہ الاعظمی

گلہائے گلہائے باز خواں

(۱) علی بن حرازہ فرماتے ہیں کہ میری ماں ایک زمانہ سے مفلوج تھی اس کے پاؤں سے چلا نہیں جاتا تھا، بیس سال کا زمانہ اسی طرح گزر گیا، ایک روز میری ماں نے کہا کہ تم حضرت امام احمد بن حنبل کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ میری شفایابی کے لئے دعا کریں۔

علی فرماتے ہیں کہ میں نہر دجلہ عبور کر کے حضرت امام احمد کے گھر پہونچا اور دروازہ کھٹکھٹا کر آواز لگائی، امام احمد دہلیز میں تھے پوچھا کون؟ میں نے کہا کہ میں آپ کا ایک بھائی ہوں۔ انھوں نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میری ماں بیمار ہے، پاؤں سے مفلوج ہے، ان کی خواہش ہے کہ آپ ان کی شفایابی کیلئے دعا فرمادیں۔ یہ سن کر امام احمد نے فرمایا کہ بھائی پھر ہمارے لئے کون دعا کرے گا! اور اس بات کو آپ نے کئی دفعہ دہرایا، ان کی یہ بات سن کر مجھے شرمندگی ہوئی اور میں سلام کر کے واپس ہونے لگا، اتنے میں گھر سے ایک بوڑھی عورت باہر نکلی اور اس نے کہا کہ میں نے ان کا ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھا ہے، مجھے امید ہے کہ انھوں نے تمہاری ماں کیلئے دعا کی ہے۔

علی فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد گھر واپس پہونچا اور دروازہ کھلوایا تو میری ماں خود اٹھ کر آئی اور اس نے دروازہ کھولا، تو میں نے کہا لا الہ الا اللہ یہ کیا قصہ ہے

آپ چل رہی ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں اور میں اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ علی بن حرارہ فرماتے ہیں کہ یہ سب امام احمد کے گھر میرے آنے جانے ہی کی عرصہ میں ہو گیا اتنی ہی دیر میں میری ماں کا پارہ پن ختم ہو گیا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

(۲) سمعانی ابو بکر زاہد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ:

"میں نے ایک روز امام لاسشی کے ایک باغ میں ان کے ساتھ رات گذاری۔ وہ آدھی رات کو اٹھے اور سیدھے چلتے گئے، میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا، میرے پیچھے پیچھے آنے کا انھیں علم نہیں تھا پھر امام لاسشی ایک گہری نہر کے پاس پہونچے اور کپڑا اتار کر تہبند باندھا اور پانی کے اندر غوطہ لگا دیا، بہت دیر ہو گئی، ان کا کچھ پتہ نہیں تھا میں نے سمجھا کہ وہ ڈوب گئے اور میں گھبرا کر آواز لگائی کہ لوگو شیخ ڈوب گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد شیخ نے پانی سے سر نکالا، اور کہا کہ ڈرو نہیں میں نے کہا کہ مجھے تو ڈر ہو گیا تھا کہ آپ ڈوب گئے، تو انھوں نے فرمایا کہ میں ڈوبا نہیں تھا، بس مجھے یہ خیال ہوا کہ میں اس نہر کے نچلی سطح زمین پر اللہ کے لئے سجدہ کروں، اس لئے کہ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس جگہ کسی بشر نے سجدہ کیا ہوگا۔

بقیہ ص۵۴ :- یعنی قول بلا عمل درست نہیں ہوتا، اور یہ دونوں (قول و عمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہیں ہوتے، اور قول و عمل اور نیت مقبول ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہو۔ (ارشاد الطالبین ص۲)

محمد اجمل مفتاحی

طلحہ شیرازی

خمارِ سلفیت

بخاری شریف کی طرف غلط نسبت

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ مولانا حبیب الرحمن یزدانی کون ہیں ؟

باپ ۔ یہ ہماری جماعت اہلحدیث پاکستان کے بڑے عالم تھے، خطیب اعظم کے نام سے جانے جاتے تھے، بیچارے علامہ احسان الٰہی ظہیر کے ساتھ بم کے حادثہ میں جاں بحق ہو گئے یہ جو تمہارے ہاتھ میں خطبات شہید اسلام کتاب ہے یہ انہیں کی تقریروں کا مجموعہ ہے۔

بیٹا ۔ اباجی ذرا بخاری شریف میں دیکھئے باب المسح علی الجوربین کس جلد میں ہے ؟

باپ ۔ المسح علی الجوربین (موزہ پر مسح کرنے کا باب) کا کوئی باب بھی بخاری میں نہیں ہے۔

بیٹا ۔ مگر ہمارے شہید اسلام، خطیب اعظم جو ہماری جماعت کے بہت بڑے عالم تھے دیکھئے وہ لکھتے ہیں :

• موزوں اور جرابوں پر مسح ہو سکتا ہے امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا ہے • المسح علی الجوربین • (خطبات شہید اسلام)

اباجی یہ ہمارے علماء اہلحدیث بے پر کی کیوں اڑاتے ہیں ؟

باپ ۔ پہلے تو ہمارے علماء بے پر کی نہیں اڑاتے تھے، جھوٹ سے بہت دور رہتے تھے۔

بیٹا ۔ تو اب کیوں اڑانے لگے ہیں؟ کیا یہ خمار سلفیت تو نہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلد عالم مولانا یوسف جے پوری کی غلط بیانی

بیٹا ۔ ابا جی ۔

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ یہ مولانا یوسف جے پوری کون صاحب تھے ؟

باپ ۔ یہ ہماری جماعت اہلحدیث کے بہت بڑے عالم تھے، انکی کتاب حقیقۃ الفقہ، مشہور زمانہ کتاب ہے، اس کتاب نے حنفی مقلدوں کے مذہب کے پرخچے اڑا دیے ہیں ۔

بیٹا ۔ ابا جی یہ ہمارے بڑے بڑے سلفی اور اہلحدیث عالم جھوٹ کیوں بولتے ہیں دوسروں کی طرف غلط باتیں کیوں منسوب کرتے ہیں ؟

باپ ۔ کیا ہوگیا بیٹا، مولانا یوسف جے پوری نے کیا کر دیا ہے ؟

بیٹا ۔ دیکھئے ابا جی، مولانا یوسف جے پوری صاحب نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ،حقیقۃ الفقہ، میں لکھا ہے ۔

،علامہ شبلی نعمانی سیرت نعمان مطبوعہ مجتبائی ص۳۷ میں لکھتے ہیں کہ ایسے شخص (یعنی امام ابو حنیفہ) کو طلب حدیث کیلئے عراق، حجاز، مصر، یمن اور شام کا سفر کرنا اور علم حدیث کی طالب علمی میں برسوں کا شاگرد احادیث حفظ کرنی اور زحمت طول سفر اٹھانی دشوار بلکہ ناممکن کہنا چاہیئے۔

(حقیقۃ الفقہ ص۱۳۲، ص۱۳۳)

ابا جی میں نے مولانا شبلی نعمانی کی کتاب سیرت نعمان میں یہ عبارت بہت تلاش کی مگر نہیں ملی، لہذا آپ بھی تلاش کرلیں ۔

باپ : بیٹا، یہ عبارت مولانا شبلی نعمانی کی کتاب میں نہیں ہے، میں نے جامعہ سلفیہ کے ایک موقر استاد کو لکھا تھا کہ ذرا اس عبارت کا سیرۃ نعمان میں پتہ لگائیے تو انھوں نے لکھا تھا کہ :

"مولانا یوسف جے پوری ہماری جماعت اہلحدیث کے ایک نامور عالم ہیں ان کی کسی بات کی کھوج کرید کرنے کی ضرورت نہیں ہے، انھوں نے حق کی خاطر جھوٹ بولا ہے"

بیٹا : ابا جی یہ جھوٹ، یہ تحریف کا عمل ہمارے علماء میں کیوں رواج پاتا جارہا ہے!

باپ : پتہ نہیں بیٹا۔

۱۸۵ صفحہ والی اصول الشاشی غیر مقلدین کی نئی دریافت

بیٹا : ابا جی۔

باپ : جی بیٹا۔

بیٹا : ابا جی، ایک سو پچاسی صفحے والا اصول الشاشی کا نسخہ کس پریس میں چھپا تھا؟

باپ : بیٹا ہماری نگاہ سے ابتک کوئی ایسا نسخہ نہیں گزرا جس کے صفحات ایک سو پچاسی ہوں۔ اصول الشاشی تو حنفی اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے ہر جگہ دستیاب ہے، کسی نسخہ کے ایک سو دس صفحات بھی نہیں ہیں۔

بیٹا : ابا جی ایسا نہیں ہوسکتا ایک سو پچاسی صفحے والا نسخہ ضرور ہوگا، اس لئے کہ ہماری جماعت کے بہت بڑے محقق ستشاب آمدو پیر شد پی ایچ ڈیوں کے پی ایچ ڈی مولانا ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب سلفی مدظلہ العالی نے اپنے مضمون سلفیت ایک تعارف میں ایک موقع پر اسی ایک سو پچاسی صفحات والی اصول الشاشی کا حوالہ دیا ہے دیکھئے وہ فرماتے ہیں :

"حنفی فقہ کی کتابوں میں بھی صحابی کے قول وفعل کو حجت نہیں مانا گیا ہے"

اور ڈاکٹر صاحب نے حوالہ دیا ہے اصول الشاشی ص۱۸۰ کا

(ملاحظہ ہو ترجمان اہلحدیث ۲۰ مارچ ۹۸)

ابا جی ہمارے ڈاکٹر صاحب بلا تحقیق کوئی بات نہیں کہیں گے ضرور اصول الشاشی کا ایک سو پچاسی صفحے والا نسخہ ہوگا، بھلا ڈاکٹر صاحب جیسا فاضل سلفی غلط حوالہ دے گا۔

باپ۔ بیٹا یہ ڈاکٹریٹ اور پی ایچ ڈیٹ کا تھوپہ لگانے والے شتاب آمد و بیز شد قسم کے لوگ یوں ہی بے پر کی اڑایا کرتے ہیں، اصل کتاب تک پہونچ نہیں، کتاب سمجھنے کی صلاحیت نہیں، ادھر ادھر کا حوالہ دیکھا غلط سلط نقل کر دیا، ایک بات کے لئے دس کتابوں کا حوالہ دیا، اور سب حوالے دوسرے اور تیسرے نمبر کے اور پی ایچ ڈیانہ مضمون ہوگیا تیار۔

اب یہیں دیکھو پی ایچ ڈی رضا راللہ سلفی نے اصل کتاب دیکھی نہیں کہیں سے دیکھ لیا کہ اصول الشاشی کے ۱۰۵ صفحہ میں یہ لکھا ہے کہ صحابی کا قول حجت نہیں بس دھڑسے نقل کر دیا، نہ مضمون سامنے نہ اصل کتاب سامنے، ہوا میں فائر کر دیا، اس طرح کے لوگوں نے ہماری جماعت کو بہت نقصان پہنچایا ہے

بیٹا: ابا جی تو کیا رضا راللہ صاحب نے بات بھی غلط نقل کی ہے اور اصول الشاشی کا حوالہ بھی غلط دیا ہے۔؟

باپ: جی بیٹا، حوالہ بھی غلط بات بھی غلط اصول الشاشی میں ایسا ہرگز نہیں لکھا ہے کہ صحابی کا قول حجت نہیں۔

بیٹا: ابا جی رضا راللہ صاحب پی ایچ ڈی نے ہمارے کسی مولانا یوسف جے پوری ہی قسم کے عالم کی کتابوں سے یہ بات نقل کی ہوگی، تو اس میں کچھ بھی تو اصلیت ہوگی ؟۔

باپ: بالکل نہیں بیٹا بالکل نہیں، صاحب اصول الشاشی پر ہمارے علماء کا یہ اعتراض ہے

اگر کسی حنفی کو پتہ چل گیا اور اس نے چیلنج کر دیا کہ دکھلاؤ ایک سو پچاسی صفحہ والی اپنی اصول الشاشی میں یا ایک سو سات صفحہ والی حنفیوں کی اصول الشاشی جس میں یہ لکھا ہو کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں ہے تو ہمارے ڈاکٹر صاحب کو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔ اور ان کی پی ایچ ڈیت دھری کی دھری رہ جائے گی۔

بیٹا : ابا جی ہمارے جماعت کے علماء غلط بیانیوں اور فریب سے کیوں کام لیتے ہیں کیا اس کے بغیر سلفیت کی اشاعت نہیں ہو سکتی، کہیں یہ خادِ سلفیت تو نہیں؟

باپ :- پتہ نہیں بیٹا۔

ڈاکٹر رضا اللہ غیر مقلد کی مزید غلط بیانی اور انکی عبارت فہمی کی ایک مثال

بیٹا ۔ ابا جی۔

باپ ۔ جی بیٹا۔

بیٹا ۔ یہ ڈاکٹر رضا اللہ صاحب جن کے پاس ایک سو پچاسی صفحے والا اصول الشاشی کا نسخہ ہے اس نسخہ سے ایک اور بات کہتے ہیں۔

باپ ۔ وہ کون سی بات بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی وہ فرماتے ہیں کہ اصول الشاشی میں یہ بھی ہے کہ صحابہ میں سے کچھ فقیہ تھے اور کچھ فقیہ نہیں تھے، اور اس کتاب میں حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی عدم فقاہت کا راگ چھیڑا گیا ہے، ان کا کلام ذی شان یہ ہے۔

بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر فقیہ و غیر فقیہ کی نادر تقسیم بھی کر دی گئی ہے . . . . . بلکہ فقاہت و عدم فقاہت کا راگ چھیڑ کر حضرت ابو ہریرہ و حضرت انس رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر

صحابہ کی روایت کو مخالف قیاس ہونے کی بنا پر رد کر دیں تو یہ تعظیم
وتکریم ہوگی ۔ (سلفیت کا تعارف ترجمان، مارچ ۲۰۰۳ء)

ابا جی اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے حوالہ کیلئے نمبر چار لگایا ہے مگر اسمیں ان سے چوک ہوگئی یہاں
نمبر تین ہونا چاہئے اسلئے کہ بات اسی ایک سو بچاسی صفحہ والی اصول الشاشی کی ہے۔

ابا جی اصول الشاشی میں صحابی کی فقیہ اور غیر فقیہ والی تقسیم موجود ہے اور کیا
اس کتاب میں حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی عدم فقاہت کا
راگ چھیڑا گیا ہے؟

باپ ۔ بیٹا افسوس ہمارے قلمکار اور سلفیت کے علمبردار علماء بڑی غیر ذمہ دارانہ
باتیں کہتے ہیں، ڈاکٹر صاحب موصوف بھی انھیں غیر ذمہ دار سلفی علماء میں سے ہیں
وہ سمجھتے ہیں کہ حنفیت کو بدنام کرنے کیلئے جھوٹ بولنا، دھوکا دینا عبارتوں
سے غلط مفہوم اخذ کرنا عین سلفیت کی اشاعت ہے، معمولی عبارت سمجھنے کی
صلاحیت بھی نہیں ہوتی ہے مگر ان کو مجتہد بننے کی جرأت ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ
پی ایچ ڈی کی ڈگری ان کے پاس ہے، اصول الشاشی میں وہ بات قطعاً نہیں
ہے جو ضیاء اللہ پی ایچ ڈی کہہ رہے ہیں، اصول الشاشی میں جو کچھ کہا گیا ہے
وہ یہ ہے کہ صحابہ میں دو قسم کی جماعت تھی، ایک وہ جو علم و اجتہاد میں معروف
تھے یعنی جن کا فقیہ ہونا معروف و مشہور تھا، اور دوسری جماعت ان صحابہ
کرام کی تھی جو حفظ حدیث اور عدالت میں معروف و مشہور تھے اجتہاد اور فتویٰ میں
وہ معروف و مشہور نہ تھے۔ پہلی جماعت کی مثال میں خلفاء اربعہ حضرت عبداللہ
بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت زید بن ثابت،
حضرت معاذ رضی اللہ عنہم جیسے لوگوں کا نام لیا ہے، اور دوسری قسم کی مثال میں
حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما جیسے لوگوں کا نام لیا ہے۔ دیکھو اصول
الشاشی کی عبارت یہ ہے:

ثم الراوي في الاصل قسمان معروف بالعلم والاجتهاد كالخلفاء الاربعة وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وامثالهم ...... والقسم الثاني من الرواة هم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى كابي هريرة وانس بن مالك رض

یعنی پھر جماعت صحابہ میں راوی کی دو قسم ہے ایک وہ جو علم و اجتہاد میں معروف و مشہور ہیں جیسے خلفاء اربعہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ و دیگراں جیسے لوگ، اور دوسری قسم راویوں کی وہ ہے جو اجتہاد اور فتویٰ میں معروف و مشہور نہیں تھے بلکہ حفظ حدیث اور عدالت میں معروف تھے جیسے حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت انسؓ۔

(ص۴۵)

اب ہمارے ڈاکٹر صاحب کو پتہ نہیں چلا کہ کسی کا کسی بات میں معروف و مشہور نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس شخص میں وہ صفت ہی مفقود ہے، ہمارے حافظ عبداللہ صاحب محدث غازی پوری حدیث میں مشہور تھے فقہ اور ادب میں نہیں، تو کیا ہمارا کوئی سلفی یہ تسلیم کرے گا کہ وہ فقہ اور ادب سے نابلد تھے، فقیہ اور ادیب نہیں تھے، ہمارے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی بھی شہرت حدیث ہی میں تھی تو کیا ان کے حدیث میں مشہور ہونے کی وجہ سے کوئی یہ کہے گا کہ وہ فقیہ نہیں تھے، اسی طرح حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کے حفظ حدیث اور عدالت میں معروف و مشہور ہونے سے یہ کیسے لازم آجائے گا کہ ان کے فقیہ اور مفتی ہونے کا انکار کیا جارہا ہے، کسی چیز میں کسی کی عدم شہرت سے اس شخص میں اس چیز کا فقدان ضروری نہیں ہے، خلفاء اربعہ علم و اجتہاد میں معروف تھے تو کیا یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ وہ عادل اور ضابط نہیں تھے۔؟

بقیہ ص۳۳ پر

محمد اجمل مفتاحی

شوقِ مدینہ

از حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحبؒ ثاقبؔ باندوی

تمنا ہے کہ گلزارِ مدینہ اب وطن ہوتا　　وہاں کے گلشنوں میں کوئی اپنا بھی چمن ہوتا

بسر اب زندگی اپنی دیارِ قدس میں ہوتی　　وہیں جیتا وہیں مرتا وہیں گور و کفن ہوتا

میسر بال و پر ہوتے تو میں اڑ کر پہنچ جاتا　　زہے قسمت کہ اپنا آشیاں ان کا چمن ہوتا

نمازوں میں انھیں کے در پہ میں کرتا جبیں سائی　　تلاوت کا ترنم اور جنت کا چمن ہوتا

مقدر سے رسائی ان کے در تک کاش ہو جاتی　　متاعِ جاں نثارِ روضۂ شاہِ زمن ہوتا

سبھی کچھ ہے مگر جب وہ نہیں تو کچھ نہیں حاصل　　جہاں ہیں ہوں وہیں اے کاش وہ جلوہ فگن ہوتا

خدا شاہد کہ ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے　　رسولِ پاکؐ کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا

تمنا ہے کہ کشتی عمر ان کے آستانے پر　　عنایت جلوہ گر ہوتی کرم سایہ فگن ہوتا

خوشا قسمت کہ ہوتا کوچۂ محبوب میں مسکن　　انھیں کی راہ میں قربان اپنا جان و تن ہوتا

یہی ہے آرزو ثاقبؔ یہی اپنی تمنا ہے
کہ پیوندِ بقیعِ پاک اپنا بھی بدن ہوتا

حادثۂ جانکاہ

قارئین زمزم کی خدمت میں یہ خبر نہایت رنج وغم کے ساتھ دیجارہی ہے کہ راقم السطور کی ہمشیرہ محترمہ راشدہ خاتون ۵ راگست ۱۹۹۸ء بروز بدھ آٹھ بجے صبح میں ایک مختصر علالت کے بعد انتقال فرماگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی روز بعد نماز عصر نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔ غفر اللہ لہا۔ مرحومہ صوم صلوٰۃ کی پابند، نیک اور خدا ترس خاتون تھیں۔ دو سال قبل حج کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہو چکی تھیں۔ یہ دنیا جہاں فانی ہے جہاں موت ہر شخص کا مقدر ہے اور ہر ایک کو اس کا مزہ چکھنا ہے۔ لیکن بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں جو آدمی کو تادیر یاد رہتی ہیں۔ مرحومہ کی موت بھی کچھ ایسی قسم کی ہے۔ ناچیز کا ان سے جو تعلق تھا اور ان کو مجھ سے جو شفقت و محبت تھی وہ آسانی سے بھولنے والی نہیں۔

ماسٹر فیاض احمد صاحب کی زوجیت میں تھیں جو محلہ قاضی پورہ مئو کے باشندہ ہیں اور مئو ہی کے ایک سرکاری اسکول میں معلم رہے ہیں۔ اعزہ واقارب کے علاوہ پسماندگان میں ۴ لڑکے اور ۴ لڑکیاں ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومہ کیلئے مغفرت نیز ترقی درجات کیلئے دعاء فرمائیں۔ اللہ جل شانہ ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی دینی وعلمی مجلہ
جلد ۱
شمارہ ۲
رجب، شعبان سنہ ۱۴۱۹ھ
زمزم
مدیر مسئول ومدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ ۶۰/ روپے
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور۔ یوپی
پن کوڈ — ۲۲۳۰۰۱
فون نمبر ۲۲۱۷۵۶ — ۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادری

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

برطانوی استعمار و استبداد نے چاہا تھا کہ ہندوستان سے اسلام کا چراغ گل کر دے، اس نے اس کے لیے زبردست سازش رچی تھی، مسلمانوں کے علمی مراکز کو اس نے نشانہ بنایا اور ان کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، علماء کا قتل عام بھی اسی سازش کا ایک حصہ تھا، پھر اس نے اپنے وفاداروں کی مدد سے ایسے اسکولز و کالجز کھولنے کا پروگرام بنایا جن میں پڑھنے والا رنگ و شکل کے اعتبار سے اگرچہ ہندوستانی ہو مگر فکر و مزاج اور اخلاق و اطوار کے اعتبار سے وہ انگریز ہو۔

مسلمان اس صورت حال سے بہت زیادہ پریشان تھے، دوسری اقوام میں دینی اعتبار سے کتنی ہی کایا پلٹ ہو اس کا ان پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اس لیے کہ ان اقوام میں آخرت کا تصور بہت دھندلا ہے، ان کو اس دنیا میں عیش و راحت کے سامان میسر آجائیں بس ان کے لیے کافی ہوتا ہے اور اسی کو وہ اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔

مگر مسلمان فکر آخرت سے غافل ہو کر زندگی گذارنے کا تصور نہیں کر سکتا، اس کا تعلق اپنے دین و عقیدہ سے بہت گہرا ہوتا ہے، وہ ذہنی و فکری ارتداد کو قبول کرنے کا روادار نہیں ہوتا، اس کے نزدیک دین و عقیدہ کی حفاظت اور ایمان پر استقامت ہر شے سے اہم چیز ہے۔

انگریزوں نے جب یہ سازش رچی اور بطور خاص مسلمانوں کے مراکز علمیہ

کو ختم کر دینے کا پروگرام بنایا، تو علماء اسلام نے مسلمان بچوں کو ان کے دین و مذہب پر قائم رکھنے اور دین و مذہب اور علوم اسلامیہ کی حفاظت نیز مسلمانوں کے خلاف رچی جانے والی تمام سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے آزادانہ مدارس کے قیام کا تصور عام کیا، چنانچہ دارالعلوم دیوبند اس طرح کے مدارس میں پہلا مدرسہ دینیہ تھا اور پھر علماء دیوبند کی مسلسل کوششوں سے جگہ جگہ اس طرح کے مدرسے قائم ہوتے رہے۔ اور آج اللہ کا شکر ہے کہ کوئی بستی کوئی دیہات کوئی شہر ایسا نہیں ہے جہاں مسلمانوں کے اپنے مدارس نہ ہوں۔

یہ مدرسے اسلام کی چھاؤنی بنے رہے ان سے جو افراد پیدا ہوئے ان کے علمی و دعوتی سیاسی و سماجی اتنے کارنامے ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے، آج ہندوستان میں جو اسلام کی چمک دمک ہے اور مسلمان اپنے پورے اسلامی تشخصات کے ساتھ اس ملک میں رہ رہے ہیں یہ انھیں مدارس کا فیض ہے۔

ان دینی مدرسوں سے پیدا ہونے والے علماء اپنی علمی صلاحیت و دیانت کے اعتبار سے ایسے تھے کہ انھوں نے ہر میدان میں اپنا سکہ جمایا، اور اسلام کے نام کو روشن کیا، انھوں نے علوم دینیہ کی نشر و اشاعت بھی کی اور ان کی حفاظت بھی کی اور خلق خدا کو رشد و ہدایت کے راستہ پر بھی لگایا، قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا ان کی زندگی کا خاص مشن رہا، اور باطل کے سامنے ڈٹ جانا ان کا خاص وصف تھا۔

مگر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ان مدارس کا سابقہ کردار باقی نہیں رہا، آج بلاشبہ ہزاروں ہزار کی تعداد میں مدارس دینیہ موجود ہیں، مگر دین کی روح سے وہ خالی ہیں، پڑھنے پڑھانے والوں کا مزاج بدل گیا ہے، پڑھانے والوں میں بھی خلوص و اخلاص کی بڑی کمی ہے اور پڑھنے والے بھی زیادہ تر وقت گذاری ہی کے لئے پڑھتے ہیں نہ کوئی حوصلہ نہ امنگ، نہ کوئی ہدف نہ کوئی مقصد۔

ان مدارس پر مسلمان قوم کروڑوں روپیہ صرف کر رہی ہے، زکوٰۃ و صدقات کی بیشتر رقم جو اصلاً غربا، فقرا، مساکین کا حق ہے، ان مدارس میں آتی ہے، اتنی رقم خرچ کرنے کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان مدارس سے ہر سال ذی صلاحیت افراد کی کھیپ کی کھیپ نکلتی جو زندگی کے مختلف میدانوں میں کارنامے انجام دیتی اور اعلائے دین و ملت کی خدمت انجام پاتی، مگر جو بات سامنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اور میدانوں کی بات تو چھوڑئے پڑھنے پڑھانے کی لائن کے آدمی بھی ان مدارس میں اب تیار نہیں ہو رہے ہیں، اگر آپ کو کسی فن کے ماہر مدرس کی تلاش ہو تو بسیار تلاش کے باوجود بھی شاید آپ کو کامیابی نہ ہو۔

یہ وہ تلخ حقیقت ہے جس سے ہمارے مدارس دینیہ کے ذمہ داروں نے آنکھیں موند رکھی ہیں، مزاج بن گیا ہے کہ مدارس کی بلڈنگ شاندار ہو، طلبہ کی تعداد زیادہ ہو زیادہ نہ ہو تو زیادہ دکھلائی جائے۔ بجٹ لاکھوں سے کم کا نہ ہو، دفتر کرسیوں اور میزوں سے سجا ہو، دروازے پر پردے ہوں اور آسائش و آرائش کا ہر سامان ہو۔

یہ سب کچھ ہو مگر جو ہونا چاہئے وہی نہ ہو، خلوص و للٰہیت، دین و علم دین کی خدمت کا واقعی جذبہ امانت داری، سچائی، بے نفسی اور قوم نے جو آپ سے توقع قائم کر رکھی ہے اور جس توقع کی بنیاد پر وہ آپ کے ہاتھ میں اپنی کمائی کی کروڑوں روپے رقم دے دی ہے، اس توقع کو پوری کرنے کے لئے سچی لگن اور سوز و تڑپ، اگر یہ چیزیں مدارس دینیہ کے ذمہ داروں میں موجود نہیں ہیں تو قوم کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے دھوکہ ہو رہا ہے، اگر ایسے لوگ دنیا میں بچ بھی گئے تو خدا کے یہاں ان کا حشر معلوم ہے۔

جو مدارس ایڈڈ ہیں ان کا حال اور بھی برا ہے، ایک وقت کی تعلیم مدارس دینیہ کا کبھی مزاج نہیں رہا ہے، عربی مدارس میں چھ گھنٹے لازمی پڑھائی ہوتی تھی ہر سبق ایک گھنٹے کا ہوتا تھا، اگر سبق کے گھنٹوں میں نصاب پورا نہ ہو تو مدرسین خارج اوقات میں پڑھا کر نصاب پورا کرانے کو اپنی اخلاقی ذمہ داری سمجھتے تھے، مگر اب ایڈڈ مدارس میں

ایک وقت تعلیم کا رواج شروع ہو گیا ہے۔ اسباق کی گھنٹیاں ۳۵ اور ۴۰ منٹ کی ہونے لگی ہیں جو لوگ مدارس عربیہ کے نصاب سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اونچے درجوں کی بات تو الگ رہی متوسط درجوں کی کتابوں کو بھی پینتیس اور چالیس منٹ پڑھا کر کوئی مدرس کیا نصاب پورا کرے گا، اور وہ کتنی معیاری تعلیم دے سکے گا۔

ہمارا مشاہدہ یہ ہے جس کا اظہار بہت افسوس کے ساتھ کرنا پڑ رہا ہے کہ ایڈ مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ میں دین واخلاق علم وعمل کا کوئی جوہر موجود نہیں ہوتا ہے، مدرسین کا مزاج بھی یکساں بدلا ہوتا ہے، ان کو تعلیم وتعلم میں لگنے سے زیادہ اپنے ایریل بڑھنے اور گھٹنے کی فکر رہتی ہے، طلبہ پر ان کی توجہ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، ذمہ داروں کو مدرسین پر کنٹرول نہیں ہوتا۔

بعض مدارس کے منصب اہتمام پر ایسے افراد ہوتے ہیں جو علوم عربیہ واسلامیہ کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے ہیں، مدارس عربیہ کا مزاج کیا ہوتا ہے، اور ان کا بنیادی مقصد کیا ہے اس سے وہ یکسر ناواقف ہوتے ہیں، مدارس میں نصاب کیا ہونا چاہئے ان کو اس کا بھی پتہ نہیں ہوتا ہے، کون مدرس کس صلاحیت کا ہے اور وہ کون سی کتاب پڑھا سکتا ہے مدرسہ کا مہتمم اس سے ناواقف ہوتا ہے اس قسم کے مہتمم مدارس کے تئیں اپنی ذمہ داری کو کیا پوری کریں گے، ہر شخص جان سکتا ہے۔

اس قسم کے مدارس میں عموماً بچوں کی زندگی لایعنی مشاغل میں گزرتی ہے اور ان کی صلاحیتوں کا بے موقع جگہ میں استعمال ہوتا ہے بلکہ ان کی معصوم زندگی کا استحصال ہوتا ہے۔

کاش مدارس عربیہ کے مہتمم اس کا احساس رکھتے کہ یہ طلبہ قوم کی امانت ہیں، ان کے ماں باپ نے ان کو امین سمجھ کر ان نونہالوں اور لخت جگر کو ان کے سپرد کیا ہے، وہ عنداللہ ان بچوں کی زندگی بنانے یا بگاڑنے کے مسئول ہوں گے۔ یہ پڑھنے پڑھانے اور دینی واخلاقی زندگی پیدا کرنے کے لئے ان مدارس میں آئے ہیں لایعنی پروگراموں میں ان کی زندگی کو تباہ کرنا اور ان کے تعلیمی اوقات کو برباد کرنا بدترین قسم کا ظلم ہے،

صدقات وخیرات کی جو رقمیں مدارس میں آتی ہیں ان کا مصرف متعین ہے ان متعین مصارف کے علاوہ کسی اور جگہ ان رقموں کو خرچ کرنا خواہ وہ مدارس کے جلسے جلوس ہوں یا دوسرے اور کسی قسم کے پروگرام یا کسی بھی نوع کے پمفلٹ اور کتابچے ان جگہوں پر ان رقموں کا خرچ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے عموماً مدارس عربیہ میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا اور زکوۃ وصدقات کی رقمیں دوسری جگہوں پر بھی خرچ کر دی جاتی ہیں۔

مدارس دینیہ کا جب ہم قریب سے مطالعہ کرتے ہیں تو عموماً ہمیں ان مدارس میں کام کرنے والوں میں خلوص وللہیت اور ایثار بے غرضی کا فقدان نظر آتا ہے۔ دین کی روح سے یہ مدارس خالی نظر آتے ہیں، ذمہ داروں سے لے کر اساتذہ وطلبہ کسی میں دین پر مرمٹنے کا جذبہ بہت کم نظر آتا ہے، ایسے میں ان مدارس سے ذی استعداد وذی صلاحیت افراد اور دین کے مخلص خدام کہاں سے پیدا ہوں گے۔

مشہور ہے کہ نزلہ عضو ضعیف پر گرتا ہے، جب ان مدارس نے اپنی واقعی کارکردگی کا اظہار بند کر دیا، اور ان کے نتائج بہت زیادہ مایوس کن ہونے لگے تو بعض اہل فکر واہل دانش نے ان مدارس والوں کے کانوں میں یہ ڈالنا شروع کیا کہ اصل خرابی ان مدارس کا نصاب ہے، یہ نصاب قدیم وعقیم ہے، اب زمانہ بدل چکا ہے، عصر حاضر کے مطابق نیا نصاب ہونا چاہئے، اور اس کا وہ تنا شور اور اتنا ہنگامہ مچایا کہ بیشتر مدارس عربیہ نے اس پروپیگنڈہ کی سچائی پر یقین کر لیا اور "قدیم وعقیم" نصاب کی جگہ جدید نصاب کو لا کر رکھ دیا گیا، اس فریب میں زیادہ تر وہ لوگ آئے جن کو قدیم نصاب کی ہوا بھی نہیں لگی تھی، اور نہ وہ اس کی قیمت واہمیت کو جانتے تھے۔

اب کون ان ارباب عقل ودانش سے پوچھے کہ جس قدیم نصاب کو پڑھ کر کوئی شاہ ولی اللہ بنا کوئی شاہ عبدالعزیز بنا، کوئی شاہ اسماعیل بنا، کوئی فضل امام بنا، کوئی فضل حق بنا، کوئی عبدالحی بنا، کوئی مولانا محمد قاسم بنا، کوئی

مولانا رشید احمد گنگوہی بنا، کوئی محمود الحسن دیوبندی بنا، کوئی اشرف علی تھانوی بنا، کوئی علامہ انور شاہ بنا اور کوئی شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی بنا، کوئی شبلی بنا کوئی سید سلیمان ندوی بنا۔ جس نصاب سے علوم و فنون کے ایسے ایسے ماہرین اور نحاریر و جہابذہ پیدا ہوئے ہوں وہ تو آپ کی نگاہ میں ناقص غیر مثمر قرار پائے اور جس جدید نصاب سے کسی ایک فن کا ماہر بھی نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ بظاہر اس نصاب سے کسی ماہر فن کے پیدا ہونے کی آئندہ بھی کوئی امید ہے۔ وہ نافع تر اور مفید تر قرار پائے آخر یہ کون سی منطق ہے اور کس عقل کا فیصلہ ہے یہ قوم کے ساتھ کیسا خطرناک مذاق ہے۔

زمانہ آج پروپیگنڈہ کا ہے، اور طبیعتوں میں سہل پسندی بھی پیدا ہوگئی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے خلوص وللّٰہیت سے قلوب خالی ہو چکے ہیں، خالص اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے لئے کام کرنے کا جذبہ بہت کم باقی رہ گیا ہے۔ دکھاوا نمود ریاکاری ہم سب کا مزاج بن گیا ہے۔ اس لئے ہم ہر اس بات کو قبول کرنے کے لئے آمادہ و تیار ہیں جس میں کسی طرح کی کوئی جدت ہو، اور جس سے ہمارے جذبات تسکین پائیں، اس کا نقصان کیا ہوگا اس کی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

یہ مدارس قوم کی امانت ہیں اس امانت کی حفاظت کرنا مدارس کے ذمہ داروں کی شرعی واخلاقی ذمہ داری ہے، ان مدارس کی حفاظت یہ نہیں ہے کہ ان کی بلڈنگیں شاندار ہوں، طلبہ کی کثرت ہو، سالانہ بجٹ لاکھوں اور کروڑوں میں ہو، بلکہ ان مدارس کی حفاظت یہ ہے کہ ان مدارس کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو، ذی صلاحیت افراد پیدا ہوں، دین و ملت کے سچے اور جاں نثار خدام پیدا ہوں، کتاب وسنت، فقہ و تفسیر کے ماہرین پیدا ہوں، حق کیلئے ڈٹ جانیوالے اور باطل سے پنجہ آزمائی کرنیوالے مجاہدین پیدا ہوں، اگر ان مدارس سے اسطرح کے افراد نہیں پیدا ہو رہے ہیں تو قوم کی اس امانت کی حفاظت میں ہم سے کوتاہی ہو رہی ہے۔ اور عند اللہ ہمیں اس کیلئے جواب دہ ہونا ہوگا۔

محمد اجمل مفتاحی

نورالدین نوراللہ الاعظمی

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناموں میں اچھا نام پسند فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

آج کل لوگ اپنے بچوں کا ایسا نام رکھنا پسند کرتے ہیں جس میں جدت ہو، انگریزیت ہو، حالانکہ ناموں کا بھی انسان کی زندگی میں بہت اثر ہوتا ہے، اس وجہ سے ناموں کے بارے میں بھی بہت احتیاط کی ضرورت ہے، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام اور اسی طرح ان ناموں کو پسند فرماتے تھے جس میں عبد کی نسبت اللہ کی طرف ہو، مثلاً عبدالخالق، عبدالرزاق وغیرہ۔

(۲) آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کو ایک بچھو نے کاٹ لیا، اس بچھو کو آپ نے جوتے سے مار ڈالا پھر نمک اور پانی ایک برتن میں ملا کر کاٹنے کی جگہ پر بہایا اور معوذتین پڑھ کر اس پر دم کیا۔ (مشکوٰۃ)

بچھو کے کاٹنے کا یہ نبوی علاج ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موذی جانوروں کو قتل کر دینا چاہئے۔

(۳) عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریضوں کو زبردستی کھانا مت کھلاؤ، ان کو اللہ کھلاتا پلاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

بہت سے لوگ مریضوں کے ساتھ اسی کو ہمدردی سمجھتے ہیں کہ خواہ مریض کو کھانے کی

خواہش ہو یا نہ ہو زبردستی اس کو کھانا کھلانے پر مجبور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہمدردی نہیں بلکہ اس کے ساتھ زیادتی ہے، کھانے کی خواہش خدا بھرتی ہے، مریض کو خواہش ہوگی تو وہ خود کھانا طلب کرے گا، اس کے ساتھ زبردستی کی ضرورت نہیں ہے، نہ کھانے سے وہ مر نہیں جائے گا۔

(۴) حضرت ابو طلحہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں تصویریں اور کتا ہوتا ہے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے ہیں (بخاری مسلم)

آج کل تصویروں کا چلن عام ہو گیا ہے بہت کم گھر ہوں گے جو اس لعنت سے محفوظ ہوں اور افسوس تو یہ ہے کہ گھروں میں ایسی عریاں و ننگی تصویریں نظر آتی ہیں کہ شرم سے دیکھا بھی نہیں جاتا، یہ تصویریں عورت اور مرد دونوں کی ہوتی ہیں، خوب سمجھ لو کہ یہ تصویریں بے برکتی کا مستقل ایک سبب ہیں، فرشتوں کا گھروں میں آنا برکت کی علامت ہے، اور ان کا کسی گھر میں داخل نہ ہونا بے برکتی کی دلیل ہے۔

غیروں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی شوقیہ کتا پالنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے بغلوں میں کتا لے گھومنا فیشن بن گیا ہے، صبح کے وقت تفریح میں کتا ساتھ لے کر لوگ چلتے ہیں، یہ فیشن لعنت کا بڑا سبب ہے، شوقیہ کتا پالنا قطعاً حرام ہے۔

(۵) حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے، آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اشارہ سے فرمایا کہ تم اپنے سر اور ڈاڑھی کا بال درست کرو اس نے ان کو ٹھیک کیا، اس پر آپ نے فرمایا کہ اس طرح (یعنی سر اور ڈاڑھی کے بال کو سنوار کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی بکھرے بال کے ساتھ آئے جائے گویا کہ وہ کوئی شیطان ہے۔

جائز حدود کے اندر صفائی ستھرائی اور سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو سنوارنا یہ اسلام کی تعلیم ہے، نظافت ایمان کا ایک حصہ ہے، اپنی ہیئت کو برا بنا کر رکھنا اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں۔

بعض بے وقوف قسم کے لوگ بدحال رہنے کو تواضع سمجھتے ہیں یا بزرگی کی علامت

قرار دیتے ہیں، اسلام کی تعلیم کے خلاف کام کرکے کوئی بزرگ نہیں ہو سکتا۔

(۹) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں، اسی طرح ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں جیسی بن کر رہتی ہیں، آپ نے فرمایا ایسوں کو اپنے گھروں سے نکال دو۔

ہمارے معاشرہ میں جہاں بہت سی خرابیوں نے جنم لیا ہے۔ انہی میں سے ایک بہت بڑا فساد اور خرابی یہ بھی ہے۔ یورپی اقوام کی نقالی میں ہمارا معاشرہ بھی بگڑتا جا رہا ہے، اپنی شکل وصورت، لباس، تراش وخراش میں ایک طرف مرد زنانہ بنتے جا رہے ہیں تو دوسری طرف عورتیں مرد بنتی جا رہی ہیں، عورتوں کا لباس بدن سے اترتے اترتے اتنا اتر چکا ہے کہ اب اس کو لباس کہنا بھی لباس کی توہین، پتلون پہننا، پنڈلیاں کھلی رکھنا، سر کا بال منڈانا، بدن کا ستر والا حصہ کھولے رہنا، تیراکی کرنا، دوڑ میں حصہ لینا، کشتی کا مقابلہ کرنا، سائیکل چلانا، ڈرائیونگ کرنا، کون کام ہے جس میں اب عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ نہیں ہیں۔ مردوں کی برابری کی خواہش نے ان عورتوں کا زنانہ پن ختم کر دیا ہے۔

اسی طرح کچھ حال مردوں کا بھی ہے، آہستہ آہستہ انھوں نے بھی رہنے سہنے پہننے اوڑھنے، شکل وصورت بنانے فیشن کرنے میں عورتوں کا طور طریق اختیار کر لیا ہے اور ہر روز اس میں مزید ترقی ہو رہی ہے۔

یہ سب یورپی اقوام کی نقالی میں ہے، اور سراسر اسلام کی تعلیم کے خلاف، اس قسم کے مرد اور عورت بے حیا ہوتے ہیں ان کی صحبت اور معاشرت سے اپنے گھروں کو پاک رکھنا چاہیے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

شیخ مدنی کے ملفوظات سامیہ

فرمایا غریب گھرانہ کی لڑکی خواہ نخواندہ ہو زیادہ مطیع اور فرماں بردار خاوند و خوشدامن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے، امیر گھرانہ، اپنے سے زیادہ مالدار، اپنے سے زیادہ شریف گھرانہ کی لڑکی سب کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور خاوند کے لئے بات بات پر عذاب الیم اور دوزخ ثابت ہوتی ہے آپ غریبوں میں اور اپنے کنبہ والوں میں نکاح کیجئے۔ نکاح سادہ ہو فضول خرچیاں نہ ہوں اسرافات غیر صحیحہ سے بہت زیادہ گریز کرنا چاہئے۔

فرمایا: اولاد کے حق میں بددعا کبھی نہ کریں، ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما، دعا کا ہمیشہ ورد رکھیں۔

فرمایا: انسان کو اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ سے دل لگانا چاہئے اور اسی کی محبت میں دل اور دماغ ظاہر و باطن کو منہمک اور مصروف رکھنا چاہئے، مخلوق خواہ کوئی بھی ہو استاد ہو یا مرشد باپ ہوں یا ماں بیٹا ہو یا بیٹی وغیرہ سب فانی ہیں کوئی بھی دل لگانے اور محبوب ہونے کے قابل نہیں محبوب حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور بس

فرمایا: قوم میں جو جہالت ہے وہ تعلیم سے انشاء اللہ آہستہ آہستہ جائے گی۔ برسوں کی بیماری یکبارگی نہیں جایا کرتی۔

فرمایا: کہ آج کے زمانہ میں اگر صریح حرام سے بچنا ہو جائے تو یہی بساغنیمت ہے، صریح حرام سے ضرور بچنا چاہئے۔

فرمایا : نفس نہایت شریر و خبیث ہے اس کی اصلاح حتی الوسع کرنی چاہئے کہ کثرت سے اس میں بہت کچھ مدد ملتی ہے۔

فرمایا : جب وسواس کا غلبہ ہوا کرے تو لاحول اور استغفار کی کثرت کیا کیجئے اور جب گندے خواب آویں تو تین دفعہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور لاحول پڑھ کر بائیں طرف تھوک دیا کیجئے اور جس کروٹ پر ہوں دوسری کروٹ بدل کر سو جائیے۔

فرمایا : نیک کام دیکھ کر خوش ہونا اور بد پر غصہ ہونا یہ عمدہ بات ہے مگر اپنے عیوب کو زیر نظر رکھنا ہمیشہ ضروری ہے۔

فرمایا : ازدیاد نعم الٰہیہ اور حفاظت نعم کے لئے سب سے عمدہ اور کارآمد طریق اشتغال بالشکر ہے لئن شکرتم لازیدنکم زیادتی نعم کا شکر کیسا قوی اور مؤکد وعدہ ہے، اس لئے جس قدر ممکن ہو بالقلب و القالب شکر خداوندی میں انہماک رکھئے۔

فرمایا : جب ہم نے خدا اور رسول علیہ السلام کا دامن پکڑا تھا خدا نے بھی مدد کی اور دنیا کی قوتوں اور بادشاہتوں کو ہمارے قدم میں ڈال دیا اور جب ہم نے اس کو چھوڑ دیا اس نے بھی اپنا سایہ اٹھا لیا، پھر عبرت نہیں، معالجہ کی فکر نہیں بلکہ طغیان روز افزوں ہے۔

فرمایا : جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا انھلک و فینا الصالحون، کیا اہل صلاح و تقویٰ کے ہم میں موجود رہتے ہوئے ہم ہلاک ہو جائیں گے تو فرمایا کہ نعم اذا کثرت الخبث، ہاں جب کہ فسق و فجور غالب اور کثیر ہو جائے۔ کیا یہی واقعہ نہیں ہے مسلم قوم کی اکثریت ہر جگہ اور بالخصوص پاکستان میں کس رنگ ڈھنگ میں ہے، پھر ماتم کیوں؟ نہ صورت اسلامی ہے نہ سیرت مسلمان وہ گور مسلمانی وہ کتاب کا سماں ہر جگہ ہے۔

فرمایا : ذکر سے غافل نہ ہوں عمر عزیز کا ہر لمحہ نہایت بیش قیمت جوہر ہے اس کو غفلات میں ضائع نہ کریں ۔

فرمایا : معمولات کا پڑھنا اور خدمت خلق و دین انجام دینا جبکہ لوجہ اللہ ہو اور کسی دنیاوی اور شخصی طمع سے نہ ہو بہت بڑی نعمت ہے ۔

فرمایا : مطلوب سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کی رضا کے کوئی دوسرا نہ ہونا چاہیے اس کو طلب کیجئے اور کسی دوسری چیز سے دل نہ لگائیے ۔

فرمایا : ذات مقدس جناب باری عز اسمہ کی تمام حوادثات سے پاک منزہ ہے ، نہ وہاں رنگ و روپ ہے اور نہ نور و نار نہ آواز و راگ ہے یہ سب مخلوقات اور حوادث ہیں ۔

فرمایا : سیدوں کا رتبہ آج یہ ہے کہ اگر کوئی صحیح النسب اور متقی و پرہیزگار شریعت پر مضبوطی سے چلنے والا ہے تو سب کی عزت سے زیادہ عزت اور احترام کا مستحق ہے اور اگر صحیح النسب نہیں ہے یا متقی و پرہیزگار شریعت کا تابعدار نہیں ہے تو نہ مستحق مسلمانوں کے احترام کا ہے اور نہ اس کے لئے نجات اخروی کا اطمینان ہے بلکہ اس کے لئے آخرت میں زیادہ خطرات ہیں ، اگر اس نے جھوٹ نسب سادات اختیار کیا ہے تو لعنت خداوندی کا مستحق ہے ، اور اگر باوجود صحیح النسب ہونے کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور حکم قرآن و حدیث سے بغاوت کی ہے تو بہت زیادہ حساب کا مستحق ہے ۔

فرمایا : اپنا نفس ہو ، اپنی اولاد ہو ، اعزہ و اقارب ہوں سب کے سب فانی اور غیر محبوب حقیقی ہیں ان سے دل لگانا سخت غلطی ہے ، دل میں جگہ اور محبت صرف اللہ کی ہونی چاہیے ۔

فرمایا : نمک پر ایک ہزار ایک مرتبہ آیت واذا قتلتم نفسا - - - - تعقلون تک باوضو پڑھ کر پھونکئے اور کھانے میں ملا کر کھانے کا استعمال فرمائیے

• ملول

انشاء اللہ اگر سحر ہے یا آسیب ہے زائل ہو جائے گا۔

فرمایا: اگر مشکلات کے سامنے کوئی کمزور اور کم ہمت ہو گیا تو نہایت ذلیل ناکامی کا شکار رہتا ہے اور اگر استقلال اور عالی ہمتی سے کام کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت دستگیری کرتی ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اس کی نہایت زیادہ امید دلانے والی سند ہے جس میں سعی اور جدوجہد استقلال اور جانفشانی ہمیشہ کامیابی تک پہونچاتی ہیں، اگر اخلاص و محبت بھی ساتھ ہے تو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہوتی ہے۔

فرمایا: اخلاص و للہیت نہایت مشکل امر ہے جس کے لئے دو قوی رہزن نفس اور شیطان انس و جن ہمیشہ مسلط رہتے ہیں ان سے بغیر امداد خداوندی خلاصی ناممکن ہے۔ استعانت خداوندی اور صرف استعانت خداوندی کو ملحوظ رکھنا چاہیے اپنی کسی طاقت و سعی پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔

ابو عبدالرحمٰن غازیپوری
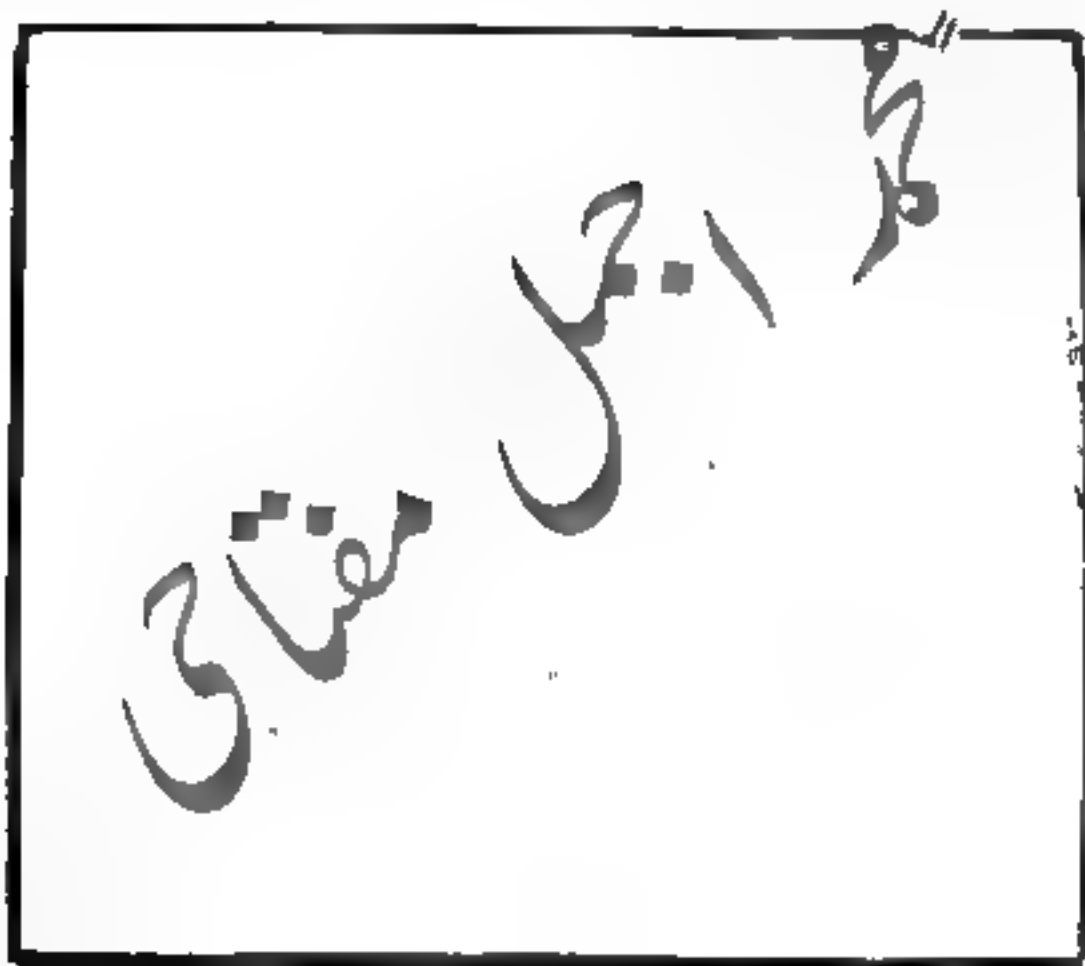
انسان کی زندگی میں ذکر و دعا کا اثر

نماز مومنین کی معراج ہے، نماز میں بندہ اپنے آقا اپنے پالنہار کے سامنے سراپا عجز و نیاز ہوتا ہے، کبھی وہ ہاتھ باندھے نظر زمین پر گاڑے کھڑا رہتا ہے کبھی جھکتا ہے اور کبھی اپنے مالک کے سامنے اپنی پیشانی کو زمین پر ٹیک دیتا ہے، بندوں کا یہ عجز و نیاز اور فقر و احتیاج عبدیت و تواضع کی یہ حالت خدائے مالک الملک کو بے حد پسند ہے جب بندہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتی ہے۔ اور اللہ چاہتا ہے کہ بندہ اس موقع سے کچھ مانگے۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے۔ آپ کے بعض دعائیہ کلمات اس موقع پر یہ ہوتے۔

۔ اللہ ہی تنہا معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے، ملک اسی کا ہے، ساری تعریف اسی کے لئے ہے، تمام چیزوں پر اسے ہی قدرت حاصل ہے، اے میرے اللہ، جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں جو تو نہ دے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ نصیبہ والے کا نصیبہ (اگر تو نہ چاہے) تو کام دینے والا نہیں ہے۔

نماز کے بعد آپ عموماً یہ دعا بھی فرماتے:

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا، پروردگار گناہوں کو

تو بس تو ہی بخشنے والا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے، اور میرے
اوپر تو رحم فرما، تو بہت رحم فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔

ان کلمات میں غور کرو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کس انداز میں اللہ سے مانگا کرتے تھے، تواضع وعبدیت کی پوری شان کا اظہار بھی ان کلمات میں ہے۔ اور اللہ کی بڑائی، اس کی بزرگی، اس کی قدرت وعظمت کا پورا اعتراف وادراک بھی، جب ان کلمات کے ساتھ کوئی بھی بندہ سراپا عجز ونیاز بن کر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا تو کیا سوچا جا سکتا ہے کہ اللہ کی رحمت اس پر سایہ فگن نہ ہوگی اور اس کی مرادیں اللہ پوری نہیں کرے گا؟

اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ ہو، اس کی قدرت کاملہ پر یقین ہو، اور یہ کہ مشکل کشائی وحاجت روائی کا تنہا وہی مالک ہے، اس کا اذعان ہو اور پھر بندہ اللہ سے مانگے، یقیناً خدا اسے اپنی رحمت سے محروم نہیں کرے گا۔

بھٹکا ہوا انسان دردر کی ٹھوکریں کھاتا ہے، کبھی اس در پر جائے گا کبھی اس در پر پیشانی جھکائے گا، ضعیفوں کو توانا سمجھ کر، محتاجوں کو بے نیاز جان کر عاجزوں کو مختار مان کر دلیوں کو خدا کا مرتبہ دیکر ان کے دروں کا چکر لگاتا ہے، قبروں پر نیاز اور چڑھاوے چڑھاتا ہے، عود اگر کی خوشبو جلاتا ہے اور ان سے اپنی پریشانیوں کا حل ڈھونڈتا ہے۔

مگر اللہ کا رسول جو سردار انس وجن تھا اور عظمت ومرتبہ میں بعد از خدا بزرگ تو ئی کے مقام پر تھا وہ مصیبتوں میں اللہ کو پکارتا تھا اور تمام پریشانیوں سے اسی کے ذریعہ پناہ چاہتا تھا، ہر بلا ہر مشکل ہر حاجت میں اس کی توجہ اللہ ہی طرف ہوتی۔ جب قحط کے آثار پیدا ہوتے، بارش رک جاتی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ شہر سے باہر نکلتے، قبلہ کی طرف رخ کرتے، اپنی ردائے مبارک کو الٹتے پلٹتے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ سے بارش کی دعا کرتے، مانگنے کا انداز یہ ہوتا کہ ہاتھ

اتنا اٹھاتے کہ آپ کے دونوں بغل کی سفیدی نظر آنے لگتی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات سے دعا کرتے سنا کرتا تھا:

اے اللہ میں رنج وغم سے پناہ چاہتا ہوں عجز وکسلمندی سے پناہ چاہتا ہوں، بخل و نامردی سے پناہ چاہتا ہوں، قرض کے بوجھ سے پناہ چاہتا ہوں اور اس سے پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھ پر غالب ہوجائیں۔

کبھی آپ اللہ کے حضور یہ دعا کرتے:

پروردگار میں قیامت کے دن کے عذاب اور جہنم سے پناہ چاہتا ہوں حیات وموت کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں، گناہوں سے پناہ چاہتا ہوں، قبر کی آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں، مالداری کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں۔ دجال کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں۔

اللہ سے مانگنا اور شر وفساد، فتنہ وآزمائش سے اللہ کی پناہ چاہنا آپ کی زندگی کا معمول تھا، دعا اور تعوذ آپ کا ہتھیار تھا، اللہ کی ذات پر کامل اعتماد ویقین کے ساتھ اور اللہ کی ذات ہی کو اپنا ماویٰ وملجا سمجھتے ہوئے آپ اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے، گویا آپ اپنی امت کی رہنمائی فرماتے کہ کارساز حقیقی اللہ ہی ہے، اللہ ہی کو سب کچھ سمجھو، اسی سے مانگو، داتا وہی ہے، آقا وہی ہے، آسمانوں زمینوں اور ساری کائنات میں اسی کا تصرف چلتا ہے اس کے سوا نہ کوئی دینے والا ہے اور نہ اس کے سوا کوئی مشکل کشائی وحاجت روائی کرنے والا ہے۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہر طرح کی گناہوں سے معصوم تھے مگر گناہوں سے استغفار آپ کا معمول تھا، آپ فرماتے:

بار الہا میری گناہوں کو توبہ اور اولے کے پانی سے دھودے، میرے

دل کو گناہوں سے صاف کر دے جس طرح تو گندگی سے سفید کپڑے
کو صاف کر دیتا ہے، اور میرے درمیان اور گناہوں کے درمیان
اتنا فاصلہ کر دے جتنا مغرب و مشرق کا فاصلہ ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو اللہ سے خیر کی دعا
چاہتے، اور ہمیں بھی اس کی تعلیم فرماتے تھے، آپ کا ارشاد تھا دیکھو جب تم کو کوئی
اہم کام درپیش ہو تو اللہ سے استخارہ کرو، دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے اس طرح
دعا کرو:

الٰہ العالمین، تیرے علم کے ذریعہ میں خیر چاہتا ہوں، تیری قدرت
کے ذریعہ قدرت کا طالب ہوں، تیرے فضل عظیم کا خواہاں ہوں، تو
قادر ہے ہم عاجز ہیں، تو جانتا ہے اور مجھے علم نہیں، غیب کا جاننے
والا تجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں، پروردگار، اگر تیرے علم میں ہے کہ میرے
اس کام میں بھلائی ہے دین میں بھی دنیا میں بھی اور انجام کار میں بھی تو اس کام کو
میرے لئے مقدر فرما دے، اور اگر آپ کو اس کا علم ہے کہ یہ کام میرے حق میں بہتر نہیں ہے
دین و دنیا میں اس سے شر پیدا ہوگا انجام اس کا برا ہوگا، تو اسکا خیال میرے دل
سے مٹا دیجئے، میری توجہ اس سے پھیر دیجئے اور میرے لئے بھلائی جہاں بھی
ہو اسکو میرا مقدر بنا دیجئے، پروردگار، اور اسی پر مجھے راضی بنا دیجئے۔ اس کے

بعد آدمی کو چاہئے کہ اپنی جو حاجت و ضرورت ہے اس کا نام لے ۔ ان کلمات میں غور کرنے
سے یہ بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بندہ کو اپنے علم اور اپنی تدبیر سے زیادہ اللہ کی
ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے، غیب کا جاننے والا اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں
اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انسان کے حق میں اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے، اسلئے
کسی طرح کا اقدام سے پہلے اپنے معبود برحق کے سامنے اپنی ضرورت کو رکھ دے۔
اس کا ایک زبردست فائدہ یہ ہوگا کہ مقصود بر نہ آنے کی شکل میں

اس کے دل پر کوئی بوجھ نہ ہوگا، اور اس کا قلب ہر طرح گھٹن اور کڑھن سے محفوظ ہوگا، اور مقصود بر آنے کی شکل میں آدمی میں انشراح کی وہ کیفیت پیدا ہوگی جس کی لذت کا ادراک اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

ہمارا یقین ہے

کہ

تیرگی روشنی سے ٹکراتی رہے، باطل حق سے پنجہ آزمائی کرتا رہے، کفر ایمان سے نبرد آزما رہے، منحرفین کا گروہ اہلِ حق پر خواہ کتنی بھی یلغار کرے لیکن فتح و نصرت کا پرچم انھیں کے ہاتھ میں رہے گا جو صراطِ مستقیم پر ہوں گے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوں گے

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازیپوری

قربانی کے تین دن یا چار دن

ہمارے ایک کرم فرمانے مالیگاؤں سے خط لکھا کہ یہاں بقرعید کے موقع پر ایام قربانی کے بارے میں غیر مقلدین حضرات اس کا پروپیگنڈہ کرکے عوام کو ورغلاتے ہیں کہ حنفیہ جو صرف تین روز قربانی کرتے ہیں وہ حدیث کے خلاف ہے، حدیث میں قربانی کے ایام چار روز ہیں، پھر انھوں نے حکم فرمایا کہ اس بارے میں "زمزم" میں کچھ لکھا جائے۔

ہمارے غیر مقلدین کرم فرماؤں کی احناف پراتنی کرم فرمائیاں ہیں کہ ان کی کس کس بات کا جواب دیا جائے، تقلید ان کے یہاں شرک ہے، مقلدین مشرک ہیں، مشرکین سے قدم قدم پر یہ سوال کرنا کہ اپنے عمل کی کتاب وسنت سے دلیل پیش کرو، ہماری سمجھ میں تو بالکل نہیں آتا، غیر مقلدوں کو تو پہلے احناف سے یہ مطالبہ کرنا چاہیے کہ تم اپنا ایمان درست کرو، مسلمان ہو جاؤ، توحید اختیار کرو پھر ہم دیکھیں گے کہ تمہارا عمل کتاب وسنت کے مطابق ہے کہ نہیں، مشرکین سے کتاب وسنت کی دلیل کا مطالبہ کرنا عقلاً ونقلاً بالکل نادرست ہے اور صرف احناف ہی کیوں؟ آج کل کے غیر مقلدین جو سلفیت کے نشے سے بدمست ہیں اپنے سوا تمام مسلمانوں کو ایک ہی چھری سے ذبح کر رہے ہیں، مشرک، بدعتی، قبر پرست سارے مسلمان، صرف زمانہ کا یہی طبقہ خالص موحد اور اہلسنت والجماعت ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا عاشق ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے، ایک سلفی پاکستانی محقق کی یہ تحقیق

ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں:

ان کثیراً من اکثر من ینتمون الی المذاهب الاربعة من الحنفیة والمالکیة والشافعیة والحنابلة قبوریة۔	مذاہب اربعہ یعنی حنفیہ شافعیہ مالکیہ اور حنابلہ میں بہت سے لوگ بلکہ انکی اکثریت قبر پرست ہے۔

(جہود علماء الحنفیۃ ص ۳۱۹ ج ۱)

مزید ارشاد ہوتا ہے:

وهؤلاء القبوریة المنتسبة الی الائمة الاربعة فرق و الوان و صنوف و افنان وهم اکثر من اهل التوحید تکتظ بهم البلاد والبلدان۔	اور یہ قبر پرست لوگ جو ائمہ اربعہ کی طرف منسوب ہیں ان کے مختلف فرقے مختلف رنگ اور ان کی مختلف قسمیں ہیں انکی تعداد موحدین سے زیادہ ہے شہر کے شہر اور ملک کے ملک ان سے بھرے ہیں۔

(ایضاً ص ۳۲۰)

اور ان قبوریوں اور قبر پرستوں کے بارے میں انہی غیر مقلد سلفی موحد صاحب کا فیصلہ یہ ہے کہ

ان القبوریة فرقة مشرکة وثنیة (ایضاً ص ۴۳۸)	ان قبر پرستوں کا فرقہ مشرکین اور صنم پرستوں کا فرقہ ہے۔

جب یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ سلفیوں اور غیر مقلدین کے علاوہ تمام مسلمان یا کم از کم مسلمانوں کی اکثریت صنم پرست اور مشرک ہی ہے تو آخران مشرکین کو موحد اور مسلمان بنانے سے پہلے ان سے ان کے عمل کی دلیل کتاب و سنت سے مانگنا کس عقل سلیم کا تقاضا ہے۔

سلفیت کے نام سے خارجیت نے نیا جنم لیا ہے، خوارج نے اپنے سوا تمام

مسلمانوں کو اسلام سے خارج کرکے دم لیا تھا اور آج یہی سلفی نام کے خوارج کہہ رہے ہیں کہ ان کے سوا بقیہ تمام مسلمان ایمان و اسلام سے خارج ہیں۔ چھپایا نے اپنے سر پر ملکہ برطانیہ کا تاج رکھا ہے!

اس ابتدائی گذارش کے بعد اصل مسئلہ کے بارے میں رفع اشتباہ کے لئے درج ذیل سطور ملاحظہ ہوں۔

قربانی کے کتنے ایام ہیں یہ مسئلہ تو الگ ہے ہمارے تو یہی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ غیر مقلدین آخر قربانی ہی کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ قربانی کی فضیلت کے سلسلہ میں ان کے اکابر علماء کے بقول کوئی صحیح حدیث ہی نہیں ہے، اور غیر صحیح حدیث پر عمل کرنا غیر مقلدین الموسوم باہل حدیث کا شیوہ و شعار نہیں، یہ بیچارے تو صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں، غیر صحیح حدیث پر عمل کرنا تو مقلدین کا کام ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم اور محدث مولانا عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں:

قال ابن العربی فی شرح الترمذی لیس فی فضل الاضحیۃ حدیث صحیح قلت الامر کما قال ابن العربی،	یعنی ابن عربی نے شرح ترمذی میں فرمایا ہے کہ قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں (یعنی مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں) کہ بات وہی ہے جو ابن عربی نے کہی۔
(تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۳ ج ۲)	

جب بات وہی ہے جو ابن عربی نے فرمائی یعنی قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ تو غیر مقلدین کے یہاں قربانی کا عمل یقیناً باعث تعجب ہے، پس اولاً تو غیر مقلدین یہ بتلائیں کہ وہ قربانی کیوں کرتے ہیں جب کہ اس کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، ثانیاً یہ بتلائیں کہ غیر صحیح حدیث پر عمل کرنے کے جواز کے بارے میں کون سی صحیح حدیث ہے، قربانی کی فضیلت کے بارے میں آپ کے اکابر یہ صراحت کر رہے ہیں کہ اس کی بابت کوئی صحیح حدیث نہیں ہے لیکن

قربانی کا عمل آپ کے یہاں عملاً متوارث ہے اس عمل کی بنیاد جب صحیح حدیث نہیں ہے تو یقیناً آپ کا عمل غیر صحیح حدیث پر ہے، اب آپ بتلائیں کہ غیر صحیح حدیث پر عمل کرنے کے جواز کو بتلانے والی کون سی صحیح حدیث آپ کے پاس ہے اور وہ کس کتاب میں ہے؟

"چھیاجب ملکہ برطانیہ کا سر پر تاج رکھتی ہے تو اس کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔"

رہی یہ بات کہ مقلدین احناف کے یہاں جو قربانی کے صرف تین دن ہیں ان کا یہ عمل حدیث کے خلاف ہے۔

تو صرف احناف ہی پر یہ نظر کرم کیوں؟ کیا تین روز قربانی کا مسئلہ صرف احناف کا ہے یا یہی مذہب جمہور کا بھی ہے؟ صحیح حدیث کے خلاف عمل کرنے کا طعنہ آخر جمہور کو کیوں نہیں دیا جاتا ہے صرف احناف ہی کے ساتھ یہ لطف و عنایت کا معاملہ کیوں؟

امام احمد اور امام مالک کے یہاں تین روز قربانی ہے یا چار روز کیا غیر مقلدین کو اس کا علم نہیں ہے؟ حضرت عمر فاروق حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس اور بہت سے صحابہ کرام کا عمل تین روز قربانی کا تھا یا چار روز؟ ان صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کیا فیصلہ فرمائیں گے کیا وہ خلاف سنت قربانی کرتے تھے؟

ناظرین آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہوگی کہ قربانی کے ایام کے بارے میں جو مذہب احناف کا ہے وہی چاروں ائمہ میں سے امام مالک کا بھی ہے اور یہی مذہب امام احمد بن حنبل کا بھی ہے، اور صحابہ کرام میں سے یہی مذہب حضرت عمرؓ کا بھی ہے۔ اور یہی مذہب حضرت علیؓ کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ کا بھی ہے۔

یعنی اگر ائمہ متبوعین کو دیکھا جائے تو تین امام ایک طرف ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک حضرت امام احمد بن حنبل ان تینوں ائمہ فقہ و حدیث کا مذہب یہی ہے کہ قربانی کے ایام صرف تین دن ہیں۔ بقر عید کا دن اور دو دن اس کے بعد۔ اور صحابہ کرام

کو دیکھا جائے تو یہی مذہب ان اجلہ صحابہ کرام کا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا۔

اگر قربانی صرف تین دن کرنا حدیث کے خلاف ہے تو نگاہ کرم صرف احناف ہی کی طرف کیوں اٹھتی ہے، آخر دوسروں کا نام لیتے ہوئے شرم کیوں آتی ہے، غیر مقلدین میں ہمت ہے تو کہیں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ ان تمام اسلاف امت کا عمل حدیث کے خلاف ہے۔

المغنی لابن قدامہ حنبلی مذہب کی مشہور کتاب ہے اور والدنا[1] شیخ ابن باز کے زیر اہتمام ریاض کے دارالافتاء سے شائع ہوئی ہے اس میں قربانی کے سلسلہ میں لکھا ہے:

ایام النحر ثلاثۃ، یوم العید و یعنی قربانی کے تین دن ہیں، عید کا دن

---

(۱) غیر مقلدین شیخ ابن باز کو جو اس وقت سعودیہ کی سب سے بڑی دینی شخصیت سمجھے جاتے ہیں اور جن کا توصیہ حاصل ہو جانے کے بعد پورے سعودیہ میں بڑی آسانی سے چندہ کیا جا سکتا ہے، غایت محبت سے، والدنا، یعنی ہمارے والد صاحب کہہ کر مخاطب کرتے ہیں، میں نے ایک جگہ سگے باپ کے علاوہ لفظ والد کے استعمال پر اعتراض کیا تھا کہ کتاب و سنت میں سگے باپ کے علاوہ کیلئے لفظ والد کا استعمال ہمیں نہیں ملتا، اسلئے اس کا استعمال باپ کے علاوہ کو غیر کے لئے جائز نہیں، ابن باز کے لئے بھی اس کا استعمال جائز نہ ہوگا خواہ چندہ ملے یا نہ ملے، تو اس پر ایک ڈاکٹر صاحب جواب فرماتے ہیں، دیکھو حدیث میں آتا ہے انا لکم مثل الوالد مگر یہ جواب جیسا ہے وہ ظاہر ہے یہاں حضورؐ یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ میں تمہارا والد ہوں بلکہ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے لئے تمہارے والد کے مثل ہوں، اور آنحضورؐ کا یہ فرمانا اپنی جگہ بالکل درست ہے، میرے اعتراض کا یہ جواب نہیں، کتاب و سنت کے علاوہ عرب کے کلام میں اس لفظ والد کا استعمال غیر باپ کے لئے ہمیں نہیں ملا، نہ مجازاً نہ حقیقۃً، میرا مشورہ ہے کہ غیر مقلدین اس لفظ والدنا کا استعمال ابن باز کیلئے ترک کر دیں۔

يومان بعده وهذا قول عمر وعلي وابن عمر وابن عباس و ابي هريرة وانس، قال احمد ايام النحر ثلاثة عن غير واحد من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم۔ وهو قول مالك والثوري وابي حنيفة (المغني ج۹ ص ۹۳۸)

یعنی قربانی کے تین دن ہیں، عید کا دن اور دو دن اس کے بعد کے، اور یہی قول حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی ہے، حضرت امام احمد نے کہا کہ قربانی کے تین دن ہیں اور یہی بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے اور یہی قول امام مالک، امام ثوری اور امام ابوحنیفہ کا بھی ہے۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ چاروں ائمہ میں سے تین اماموں کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے ایام صرف تین دن ہیں، صرف امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قربانی چار روز کی جائے گی۔ مگر غیر مقلدین اپنی عادت کے مطابق جمہور کے خلاف مذہب اختیار کرنے کے باوجود جری اتنے ہیں کہ ان ائمہ ثلاثہ بلکہ صحابہ کرام کے عمل کو بھی حدیث کے خلاف بتلا رہے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر مشہور مالکی حافظ حدیث، محدث و فقیہ ہیں، مذہب مالکی میں ان کی مشہور کتاب کا نام الکافی ہے یہ کتاب بھی، والدنا شیخ ابن باز کے دارالافتاء ریاض سے شائع ہو کر مفت تقسیم ہوئی ہے، اس کتاب میں ایام نحر کے بارے میں لکھا ہے:

ايام الذبح يوم النحر ويومان بعده . . . . . ولا يضحى في اليوم الرابع - (ص ۲۲۳/ ج۱)

یعنی قربانی کے دن قربانی والا یعنی عید کا دن ہے اور دو دن اس کے بعد ہیں، اور چوتھے روز قربانی نہیں کی جائے گی۔

دیکھا آپ نے، امام احمد اور امام مالک کا مذہب بھی قربانی کے دن کے سلسلہ میں وہی ہے جو امام ابوحنیفہ کا ہے، مگر غیر مقلدین کرم فرما صرف احناف کے بارے میں

ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب حدیث کے خلاف ہے، امام احمد اور امام مالک کے خلاف یہ گونگے بنے رہتے ہیں۔

قربانی کے صرف تین دن ہیں المغنی میں اس کی جو دلیل ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے فرماتے ہیں:

ولنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن ادخار لحوم الاضاحی فوق ثلاث ولا یجوز الذبح فی وقت لا یجوز ادخار الاضحیۃ الیہ ولان یوم الرابع لا یجب الرمی فیہ فلم تجز التضحیۃ فیہ کالذی بعدہ ولانہ قول من سمینا من الصحابۃ ولا مخالف لھم الا روایۃ عن علی وقد روی عنہ مثل مذھبنا (ایضا)

یعنی ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز سے زیادہ قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تھا پس اس روز قربانی نہیں جائز ہوگی جس دن میں گوشت کے ذخیرہ کرنے کی ممانعت کی گئی تھی، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ چوتھے دن رمی کرنا ضروری نہیں ہے، پس اس دن قربانی بھی جائز نہ ہوگی جیسے اس کے بعد کے دنوں میں تیسری دلیل یہ ہے کہ یہی مذہب ان صحابہ کرام کا بھی ہے جنکا اوپر ہم نے نام لیا ہے۔ اور ان کا کوئی مخالف نہیں ہے سوائے حضرت علی کی ایک روایت کے، انکی ایک دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے۔

قربانی تین ہی روز ہے اس بارے میں حضرت امام احمد کے دلائل آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ اور جیسا کہ معلوم ہوا یہی مذہب امام مالک کا بھی ہے، امام مالک کے دلائل بھی یہی ہیں، نیز مؤطا میں امام مالک صحیح سند سے نقل کرتے ہیں۔

عن نافع ان ابن عمر قال الاضاحی یومان بعد یوم الاضحی

یعنی نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ عیدکے دن کے بعد قربانی کے

وقال ویبلغنی عن علی بن ابی طالب مثلہ۔	دوسرے دن ہیں، امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی بات مجھے پہونچی ہے۔

میں نے یہاں حضرت امام ابوحنیفہ کے دلائل اس کے سوا مزید اور کیا ہیں ان سے تعرض نہیں کیا ہے، اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات پہلے امام مالک اور امام احمد بن حنبل سے نمٹ لیں، اس کے بعد ہی احناف کے بارے میں مخالف حدیث مذہب اختیار کرنے کا فیصلہ فرمائیں جب ہم بھی انشاء اللہ کچھ عرض کریں گے۔

البتہ جن احادیث سے غیر مقلدین حضرات قربانی کے چار دن ہونے پر استدلال کرتے ہیں اس پر ایک نگاہ ڈال لی جائے تاکہ غیر مقلدین کے دلائل کا وزن بھی معلوم ہو جائے۔

معلوم ہے کہ غیر مقلدین حضرات عام طور پر جمہور کے خلاف مذہب اختیار کرنے میں ابن قیم وابن تیمیہ کے مقلد ہوتے ہیں، یعنی ائمہ اربعہ کی تقلید کا انکار یہ کرتے ہیں مگر عام طور پر ان مسائل میں جن میں ابن قیم وابن تیمیہ کی رائے جمہور کے خلاف ہوتی ہے غیر مقلدین دلائل و مسائل میں انہی کی پیروی کرتے ہیں، اور ان کا سارا میٹریل و مسالہ انھیں دونوں کی تحقیقات و دلائل ہوتے ہیں، ابن قیم نے زاد المعاد میں قربانی کے چار دن ہونے پر جو نقلی دلائل پیش کئے ہیں وہ یہ ہیں:

آنحضورؐ کا ارشاد حضرت جبیر بن مطعم نقل فرماتے ہیں:

کل ایام التشریق ذبح (ص ۳۱۸ / ج ۲)	یعنی ایام تشریق سب کے سب ایام ذبح ہیں۔(۱)

---

(۱) ایام تشریق ان دنوں کو کہتے ہیں جن میں فرض نماز کے بعد زور سے تکبیر کہی جاتی ہے یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرہ تاریخ کی عصر کے وقت تک کا دن۔

غیر مقلدین حضرات کا استدلال اس حدیث سے درج ذیل وجوہ سے
باطل ہے۔ اسلئے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، خود ابن قیم فرماتے ہیں :

الحدیث منقطع لا یثبت وصلہ (زاد المعاد صفحہ ۲/۲۶) یعنی حدیث منقطع ہے، آنحضورؐ تک اس کا موصول ہونا ثابت نہیں ہے۔

غیر مقلدین حضرات دوسروں سے صحیح حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن خود ان کے حرم میں ہر طرح کی گنجائش ہے، صحیح وغیر صحیح جس طرح کی حدیث سے چاہیں استدلال کریں۔ بہر حال یہ حدیث صحیح نہیں ہے، ابن قیم کی تصریح آپ کے سامنے ہے۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث ہی سے استدلال کرنا ہے تو پھر ان کو پوری حدیث پر عمل کرنا چاہئے، اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایام تشریق قربانی کے دن ہیں، اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ ایام تشریق ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہی سے شروع ہوجاتے ہیں پس اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ نویں تاریخ ہی سے قربانی شروع ہوگر ہمیں ایک غیر مقلد نظر نہیں آتا جو نو تاریخ کو بھی قربانی کرتا ہو، سوال یہ ہے کہ اس حدیث پر عمل کرنے والا یہ طریقہ آدھا تیتر آدھا بٹیر، غیر مقلدوں نے کیوں اختیار کیا ہے تو تاریخ کو اس حدیث کی روشنی میں وہ قربانی کیوں نہیں کرتے ہیں۔

غرض اولاً تو یہ حدیث منقطع اور ضعیف ہے قابل استدلال نہیں دوسرے یہ کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذی الحجہ کی نو تاریخ بھی قربانی کا دن ہے اور غیر مقلدین کا خود اس پر عمل نہیں پس یہ حدیث دوسروں کے لئے کیسے حجت ہوسکے گی۔ غیر مقلدین کا دوسرا استدلال حضرت علیؓ کا یہ اثر ہے، آپ کا ارشاد ہے :

ایام النحر یوم الاضحیٰ و ثلاثۃ ایام بعدہ (ایضاً صفحہ ۲/۲۹) یعنی قربانی کے چار روز ہیں ایک روز عید کا اور تین روز اس کے بعد کے۔

تو اس سلسلہ میں پہلی گذارش یہ ہے کہ حضرت علیؓ صحابی ہیں اور صحابی کا

قول غیر مقلدین کے یہاں حجت نہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

وقول الصحابی لا تقوم بہ حجۃ — یعنی صحابی کے قول سے حجت نہیں قائم ہوتی ہے۔

(الروضۃ الندیۃ صفحہ ۱۳۱/۱۳۲)

توجب صحابی کے قول سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی ہے اور معترض استدلال میں صحابی کا قول غیر مقلدین کے یہاں مردود ہے تو پھر حضرت علی کے اس قول کو دلیل بنانا کیسے جائز ہوگا۔؟

دوسرے یہ کہ جیسا کہ المغنی اور مؤطا امام مالک کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایت ہے، ایک یہ کہ قربانی کے ایام تین ہیں اور دوسری یہ کہ قربانی کے ایام چار ہیں تو ان دونوں روایتوں میں سے چار والی روایت کو اختیار کرنے کی کوئی مضبوط دلیل ہونی چاہئے، اور وہ دلیل غیر مقلدین کے پاس نہیں ہے، البتہ تین دن والی روایت کو ترجیح اس لئے حاصل ہوگی کہ جیسا کہ المغنی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب قربانی کے بارے میں تین دن کا تھا، تو وہ حدیث جو قول و فعل دونوں کے مطابق ہو اس کی ترجیح بالکل ظاہر ہے اس کو چھوڑ کر دوسری روایت کو اختیار کرنا عقل کے بالکل خلاف ہے۔

ان دونوں حدیث کے علاوہ کوئی اور صحیح حدیث اس بارے میں نہیں ہے جس سے غیر مقلدین کا استدلال درست ہو، اور ان دونوں حدیث کا حال معلوم ہو چکا کہ یہ قطعاً غیر مقلدین کے اصول پر قابل استدلال نہیں ہیں۔

مگر تعجب ہے کہ غیر مقلدین اپنی کل اس جمع پونجی پر ایسے نازاں ہیں کہ جمہور ائمہ دین و صحابہ کرام کے عمل کو خلاف سنت بتلاتے ہیں، اور جو مذہب اہل اسلام کی اکثریت کا ہے اس کو وہ غلط کہتے ہیں۔ افسوس کہ اس بے راہ روی کے باوجود بھی ان کا دعویٰ یہی ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے صرف وہی ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل کا یہ فرمان بھی ناظرین اپنے ذہن میں رکھیں وہ فرماتے ہیں:

ایام الاضحیٰ التی اجمع علیھا   یعنی قربانی کے ایام جن پر اجماع ہے
ثلاثۃ ایام (المغنی ص۱۳۵ ج۸)   تین دن ہیں۔

غیر مقلدین سے تو خیر انصاف کی توقع نہیں کی جا سکتی مگر عام ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ امام احمد کے اس ارشاد کی روشنی میں اور گزشتہ کی ابتک کی باتوں سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان لوگوں کا مذہب زیادہ قوی اور مضبوط ہے جن کا قول قربانی کے صرف تین روز کا ہے، چار روز والا مذہب دلائل کے لحاظ سے بھی قوی نہیں ہے نیز اس میں احتیاط کا وہ پہلو بھی نہیں جو تین روز والے مذہب میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اجلہ صحابہ کرام کا بھی مسلک یہی تھا کہ وہ صرف تین روز قربانی کے قائل تھے جیسا کہ گزشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے۔

اب اخیر میں ایک بات جو غیر مقلدین حضرات سے پوچھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس مضمون کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے اکابر علماء کو تسلیم ہے کہ قربانی کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے مگر غیر مقلدین اسکے باوجود قربانی کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چار روز قربانی کے بارے میں بھی آنحضورؐ سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے لیکن غیر مقلدین حضرات چار روز قربانی ہی کو قربانی کی اصل سنت سمجھتے ہیں، لیکن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث بخاری میں موجود ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم جہاں دوگانہ ادا کرتے تھے وہیں (جسکو مصلیٰ کہا جاتا ہے) قربانی بھی کرتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بخاری کی اس صحیح حدیث پر غیر مقلدین کا عمل نہیں اور یہ لوگ عیدگاہ کے بجائے اپنے گھروں میں قربانی کرتے ہیں۔ بخاری کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اور وہ یہ ہے۔

عن ابن عمر قال کان النبی   یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے
صلی اللہ علیہ وسلم یذبح   کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دوگانہ

ویضحی بالمصلی رواہ البخاری — ادا کرنے کی جگہ قربانی کیا کرتے تھے۔
(مشکوٰۃ)

ضعیف احادیث پر عمل کرتے کے لیے تو یہ شور اشوری اور اس صحیح حدیث سے آنکھ بند کر لینے کا مجرمانہ عمل غیر مقلدین نے کیوں اختیار کیا ہے ؟ کیا غیر مقلدین حضرات اس کا کوئی معقول جواب دیں گے ؟ ۔

ترک تقلید کے ہیں بڑے چونچلے[1]

نام سنت کا لے لے کے یہ منچلے
اب کھلے سر امامت بھی کرنے لگے
گمرہی ، گمرہی ، ہائے رے گمرہی
اب نمازیں بھی ریما یہ پڑھنے لگے

شیخ جن سے پوچھا تو فتویٰ دیا
تم مقلد رہو ، ہم تو ہیں منچلے
سر چھپائے گی عورت نہ ہم مرد ماں
بولو جائز کہاں ، مرد عورت بنے ؟

سُن لو شیخ عرب مفتی سلفیاںؒ
ان کا فتویٰ ہے سنت ہمارے لئے
اس پہ فتو میاں نے جو اُبا کہا
ترک تقلید کے ہیں بڑے چونچلے

---

[1] غیر مقلدوں کی مسجد میں امام صاحب کو کھلے سر نماز پڑھاتے دیکھ کر۔

محمد اجمل مفتاحی

نورالدین نوراللہ الاعظمی

قرأت خلف الامام کے بارے میں

غیر مقلدین کے استدلالات پر ایک نظر[1]

(۷) امام اصغر ابن امام مہدی سلفی موصوف نے قرأت فاتحہ خلف الامام ہی کے سلسلہ میں حضرت مجاہد سے حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فعل بھی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جزء قرأت سے نقل کیا ہے۔

حضرت مجاہد لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کو میں نے سنا کہ وہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین حضرات کو یہ اثر بھی نافع اور مفید نہیں، اسلئے کہ صحابہ کا قول و فعل انکے نزدیک حجت نہیں، اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر کے اس فعل سے استدلال کرنا ان کے عقیدہ و مسلک کے خلاف ہے، دوسرے یہ کہ اس میں فاتحہ کا ذکر نہیں مطلقاً قرأت کا ذکر ہے، تیسرے یہ کہ نہ سراً کا ذکر ہے نہ جہراً کا ذکر ہے، پس اگر کوئی اس اثر کی روشنی میں اس عقیدہ کے ساتھ کہ صحابہ کرام کا فعل بھی حجت ہے امام کے پیچھے زور سے قرأت کرے اور سورۂ فاتحہ یا سورۂ فاتحہ کے ساتھ قرآن کا کچھ اور حصہ پڑھے اس کا عمل تو اس اثر کی روشنی میں درست ہوگا مگر غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہوگا۔

نیز اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا قرأت کرنا زور سے ہوا کرتا تھا جب ہی تو حضرت مجاہد ان کی قرأت سن لیا کرتے تھے مگر حضرت

---

[1] سلسلہ کیلئے دیکھئے شمارہ ۔۔ جلد ۔۔

غیر مقلدین کا عمل اس اثر کے خلاف آہستہ پڑھنے کا ہے، تو اس سے استدلال کرنا بڑی جرأت کی بات ہے۔

(۸) جناب ابن امام مہدی صاحب نے مصنف عبدالرزاق سے حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ اثر بھی نقل کیا ہے۔

"تم جب امام کے ساتھ ہو تو سورہ فاتحہ پڑھ اس کے پہلے اور جب وہ سکتہ کرے"

یہ ترجمہ ابن امام مہدی مدظلہ کا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مقتدی دو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے گا، امام سے پہلے ایک مرتبہ اور دوسری مرتبہ جب وہ سکتہ کرے جب کہ غیر مقلدین کا عمل صرف ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنے کا ہے۔ پھر یہ صحابی کا قول ہے، اور معلوم ہو چکا ہے کہ غیر مقلدین کا عقیدہ اس بارے میں شیعوں والا ہے یعنی ان کے نزدیک صحابہ کا قول و فعل قابل حجت نہیں، تیسرے یہ کہ غیر مقلدین کے یہاں جب ہر امر کا صیغہ وجوب کے لئے نہیں ہوتا ہے، اس لئے کیا ضروری ہے کہ غیر مقلدین کی طرح حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فرمان سورہ فاتحہ کی فرضیت کو بتلانے کے لئے ہے یہ تمام گفتگو تو ابن امام مہدی موصوف سلفی کے ترجمہ کے پیش نظر کی گئی ہے، مگر ناظرین یہ جان کر حیران ہوں گے کہ سلفی موصوف نے حدیث کے ترجمہ میں زبردست گھپلا کیا ہے، جو حدیث انہوں نے نقل کی ہے وہ عربی عبارت کے ساتھ یہ ہے۔

اذا کنت مع الامام فاقرأ بام القرآن قبله اذا سکت۔

اور اس کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

جب تم امام کے ساتھ ہو تو سورہ فاتحہ پڑھو اس سے پہلے جب وہ سکتہ کرے،

قارئین دیکھ رہے ہیں کہ اس عبارت سے مقصود تو حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ ہے کہ جب امام ثنا کے بعد سکتہ کرے تو امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے سے پہلے تم سورہ فاتحہ پڑھ لو، مگر چونکہ غیر مقلدین کا عمل اس کے خلاف ہے، وہ امام کے ساتھ ساتھ سورہ فاتحہ

پڑھتے ہیں اس وجہ سے امام ابن امام مہدی سلفی موصوف نے ترجمہ میں زبردست گھپلا کرکے اپنی دانست میں اس اثر کو اپنے مذہب کے موافق بنالیا، حالانکہ ترجمہ میں اس بے ایمانی کے باوجود یہ اثر ان کے مذہب کے موافق نہ ہو سکا بلکہ ان کے ترجمہ کی روشنی میں امام کے ساتھ دو جگہ اور دو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت ہو گیا ہے، جبکہ غیر مقلدین کا مذہب صرف ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنے کا ہے۔ ہمیں ابن امام مہدی موصوف کی اس جرأت پر حد درجہ تعجب ہے کہ عبارت نقل کرکے وہ ترجمہ میں گھپلا بازی کر رہے ہیں۔ این کار از تو آید مرداں چنیں کنند

میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس طرح کی خیانتیں وہی کرتا ہے جس کو خود اپنے موقف کی کمزوری کا احساس ستاتا رہتا ہے۔ اہلحدیث کے نام کے ساتھ غیر مقلدین کا یہ شیوہ و شعار، اہلحدیث کے نام پر بدنما داغ ہے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافق کی علامتوں میں سے ایک علامت خیانت کرنا بھی ہے، اللہ اس شیوہ یہود و منافقین سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

(۹) موصوف ابن امام مہدی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر بھی دارقطنی سے نقل کیا ہے،

> یزید بن شریک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرأۃ خلف الامام کا مسئلہ پوچھا حضرت نے کہا کہ سورہ فاتحہ پڑھو، ابن شریک نے کہا اگرچہ آپ امام ہوں آپ نے فرمایا کہ اگرچہ میں امام ہوں، انھوں نے پھر پوچھا کہ اگرچہ آپ زور سے پڑھیں آپ نے فرمایا کہ اگرچہ میں زور سے پڑھوں،

اس سلسلہ میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ صحابہ کا قول و فعل آپ کے یہاں حجت نہیں، اسلئے آپ کا حضرت عمر کے ارشاد سے حجت پکڑنا آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے یہاں ناقابل اعتبار صحابی رسول ہیں، ان کا قول و عمل بطور خاص آپ حضرات کے یہاں مردود ہے، جامعہ سلفیہ کے

معروف نامور محقق اور اس جامعہ کے مفتی مولانا رئیس احمد ندوی حضرت عمر کے بارے میں فرماتے ہیں :

• موصوف نے باعتراف خویش قرآنی حکم میں ترمیم کردی۔ (تنویر الآفاق ص۴۹)

جو اسی قرآنی حکم میں ترمیم کردینے کی جرأت کر ڈالے اس کا قول شریعت میں معتبر کیسے ہو سکتا ہے، آپ حضرات کا تو مسلک ہے کہ حضرت عمر خلاف نصوص کتاب وسنت احکام نافذ کیا کرتے تھے، (ایضاً ص۴۹) تو جو صحابی رسول معاذ اللہ احکام دینیہ کے سلسلہ میں خلاف نصوص اور کتاب وسنت کو پس پشت ڈال کر احکام نافذ کرتا رہا ہو، اس صحابی کا قول کیسے حجت ہو سکتا ہے، بعض محدثین کا تو مسلک یہ رہا ہے کہ انھوں نے کسی کو خلاف مروت کام کرتے دیکھا، کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا، بازار میں کھاتے پیتے دیکھا یا عام بازاری لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے دیکھا تو وہ ایسے شخص کی حدیث لینا گوارا نہیں کرتے تھے، اب آپ بتلائیں کہ جب آپ حضرات کا حضرت عمر کے بارے میں یہی عقیدہ ہے کہ وہ خلاف نصوص کام کرتے تھے، شریعت کے حکم میں اپنی رائے سے تبدیلی کر دیا کرتے تھے تو حضرت عمرؓ کے قول سے حجت پکڑنا اور ان کے قول کو اپنے مسلک کی حمایت میں پیش کرنا شرعاً وعقلاً کہاں تک درست ہے۔

تیسرے یہ کہ حضرت یزید بن شریک کا قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں حضرت عمر سے یہ سوال وجواب خود بتلا رہا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں امام کے پیچھے کچھ پڑھنے کا عمل بہت غیر معروف وغیر مانوس تھا، عام طور پر لوگوں کا اس پر عمل نہیں تھا، اگر یہ عمل معروف اور مانوس ہوتا تو یزید بن شریک کو اس سوال وجواب کی نوبت کیوں آتی۔

چوتھے یہ کہ اس اثر میں بھی نہ سراً کی قید ہے نہ جہراً کی مطلق فاتحہ کے پڑھنے کا حکم ہے اسلئے یہ اثر غیر مقلدین کی دلیل نہیں بن سکتا۔

پانچویں یہ کہ یہاں بھی ابن امام مہدی اپنے نا مہدی ہونے کا ثبوت دیا ہے اسلئے کہ حضرت عمرؓ کا یہ اثر جو اور طریقوں سے منقول ہے اس میں صرف سورہ فاتحہ کا نہیں بلکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنے کا حکم موجود ہے، مگر چونکہ وہ خلاف مطلب بات تھی اس وجہ سے اتنا حصہ چھوڑ دیا گیا، حدیث کو اپنے مطلب کے مواقف بنانا غیر مقلدین حضرات کا خاص شیوہ ہے۔

(۱۰) ابن امام مہدی صاحب نے حضرت علیؓ کے اس اثر سے بھی اپنے مذہب پہ استدلال کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ پڑھو امام کے پیچھے ظہر و عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ

قطع نظر اس کے کہ یہ اثر صحیح ہے یا ضعیف ہمیں عرض یہ کرنا ہے کہ ابن امام مہدی نے بلا سمجھے اس اثر کو اپنے مذہب کی تائید میں نقل کر دیا ہے۔ قارئین دیکھ رہے ہیں کہ اس میں صرف ظہر اور عصر کا ذکر ہے۔ جو سری نمازیں ہیں دوسرے اس میں صرف پہلی دو رکعتوں کا ذکر ہے چاروں رکعتوں میں پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، تیسرے یہ کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورہ کا بھی ذکر ہے، تو اس اثر سے غیر مقلدین کو کیا فائدہ ہوگا ان کا مذہب تو یہ ہے کہ چاروں رکعتوں میں اور ہر ہر نماز میں مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے غرض اس اثر کو ان کے مذہب سے کوئی نسبت نہیں مگر عقل و فہم کو بالائے طاق رکھ کر بزاختشی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صحابی کا قول و فعل غیر مقلدوں کے یہاں حجت نہیں، فتاوی نذیریہ میں غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل مولانا سید نذیر حسین محدث فرماتے ہیں:

اگر تسلیم کردہ شود کہ سند ایں فتوی صحیح ست تاہم ازو احتجاج صحیح نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست (جلد ۱ ص ۳۴۰)

یعنی اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس فتویٰ کی سند صحیح ہے تب بھی اس سے
دلیل پکڑنا درست نہیں ہے اسلئے کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔
اور اسی فتاویٰ نذیریہ میں حضرت علی کا نام لیکر ان کا ایک صحیح سند سے مروی شدہ
فرمان رد کر دیا گیا ہے، شیخ الکل فی الکل فرماتے ہیں:

"حضرت علی کا یہ قول لا تشریق ولا جمعۃ الا فی مصر صحیح ہے ابن حزم
نے اس قول کی تصحیح کی ہے مگر خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت علی کے
اس قول سے صحت جمعہ کیلئے مصر کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں
ہو سکتا" (ج ۱ ص ۱۶۴)

ناظرین غور فرمائیں کہ جب شیعوں کی طرح سے غیر مقلدین کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ
صحابی کا قول حجت نہیں اور خلیفہ راشد کی صحیح بات انکے نزدیک قابل رد ہے تو
اسی خلیفہ راشد حضرت علی کے قول سے غیر مقلدین کا کسی مسئلہ میں دلیل پکڑنا کیا ازقسم
بزاخفشی نہیں ہے؟

(۱۱) ابن امام مہدی مولانا اصغر علی مدظلہ نے اس اثر سے بھی اپنے شاذ موقف
کو ثابت کرنا چاہا ہے۔

"حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مکہ
میں دریافت کیا کہ میں نماز پڑھوں تو آپ نے فرمایا کہ اس گھر (بیت اللہ)
کے رب سے مجھے شرم آتی ہے کہ میں کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں قراۃ
ذکروں اگرچہ سورہ فاتحہ ہو۔"

مولانا اصغر علی مدظلہ ابن امام مہدی نے یہاں بھی کمال بزاخفشی کا مظاہرہ کیا ہے،
یہ اثر تو صریح ان کے مذہب کے خلاف ہے مگر وہ اپنی سادگی سے اسی کو اپنے مذہب
کی دلیل سمجھ رہے ہیں۔
اس اثر کا تو حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مطلقاً قراۃ کے قائل

تھے اور اگر کچھ نہیں تو سورہ فاتحہ ہی کو نماز میں پڑھا کرتے تھے، جبکہ غیر مقلدین کا
مذہب یہ ہے کہ صرف سورہ فاتحہ کا سننا پڑھنا واجب اور فرض ہے، سورہ فاتحہ
کے علاوہ کچھ اور نہیں پڑھا جائے گا، پھر اس میں مطلق نماز کا ذکر ہے مقتدی
بن کر نماز میں وہ کیا پڑھتے تھے اس سے معلوم نہیں ہوتا، اللہ کے رسولؐ کا ارشاد
ہے، جب امام نماز میں قرأت کرے تو تم خاموش رہو، کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
کے بارے میں یہ گمان کر لیا جائے کہ ان کا عمل اس صحیح فرمان نبوی پر نہیں تھا، سوال
یہ ہے دعویٰ خاص پر دلیل عام لانا کب سے غیر مقلدین کے یہاں جائز ہو گیا ہے
عاقل تو دعویٰ اور دلیل میں مطابقت پیدا کرتا ہے، یہاں دعویٰ خاص ہے اور
دلیل عام، اس سے ابن امام مہدی کا مدعا کیسے ثابت ہو جائے گا، پھر کیا ابن
امام مہدی صاحب بھول گئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر صحابی ہیں اور صحابی کا قول وفعل
شیعوں کی تقلید میں غیر مقلدوں کے یہاں بھی قابل حجت نہیں۔

(۱۲) ابن امام مہدی مدظلہ نے اپنے مذہب پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
کے اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ پہلے غیر مقلدین اپنے اس شیعی عقیدہ سے توبہ کریں کہ صحابی
کا قول وفعل حجت نہیں پھر یہ اثر پیش کریں نیز حضرت ابی بن کعب کے فعل سے استدلال کیسے درست
ہو سکتا ہے جبکہ تنویر الآفاق میں مولانا رئیس احمد ندوی سلفی غیر مقلدین کے نامور
محقق نے صحابہ کرام کے بارے میں بہت وضاحت سے لکھا ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت
رسول اللہ اور ارشادات نبوی کے خلاف عمل کیا کرتے تھے۔ (۱) جن کا صحابہ کرام

---

(۱) زمزم کے پہلے شمارہ میں حضرت مولانا عازی پوری مدظلہ کا مضمون ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں
مضمون کا عنوان "صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا اعتقادی نظریہ"

کے بارے میں یہ عقیدہ ہو وہ کسی صحابی کے فعل سے حجت پکڑیں مقام شرم ہے۔
نیز اس میں فاتحہ کا ذکر نہیں مطلق قرأت کا ذکر ہے، نیز اس کا بھی ذکر نہیں کہ سراً پڑھتے تھے یا جہراً، گویا یہ دلیل عام ہو گی جو مقلدین کے دعویٰ خاص کے لئے مفید نہیں اس کو آپ یوں سمجھیں کہ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے زور سے مثلاً انا انزلناہ کی سورۃ پڑھ دے تو حضرت ابی بن کعب کے اس اثر کے خلاف نہیں ہوگا جب کہ غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہوگا، تو اس اثر سے غیر مقلدین کا مذہب کہاں سے ثابت ہو جائے گا۔ عموماً غیر مقلدین عقل وفہم سے عاری ہو کر بات کرتے ہیں، اگر سند پر بھی گفتگو میرے پیش نظر ہوتی تو میں بتلاتا کہ یہ اثر بالکل ضعیف ہے۔

(۱۳) ہمارے موصوف اصغر علی ابن امام سبدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے۔

حضرت ابو السائب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں جب امام کے ساتھ ہوں اور وہ باآواز بلند قرأت کر رہا ہو تو میں کیا کروں، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ سورہ فاتحہ آہستہ پڑھو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ پر بھی اسی وقت عمل کرنا جائز ہوگا جبکہ غیر مقلدین اپنے اس شیعی عقیدہ سے توبہ کر لیں کہ صحابی کا قول وفعل حجت نہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز جو دن ورات میں پانچ مرتبہ پڑھی جانے والی عبادت ہے، اس میں عام طور پر صحابہ کے وقت میں مقتدی امام کے پیچھے کچھ پڑھا نہیں کرتے تھے، ورنہ یہ بات ایسی نہیں تھی کہ اسکے بارے میں سوال کیا جائے۔

نیز مولانا موصوف اپنے غیر مقلدانہ ہتھکنڈے کا استعمال اس حدیث کے ترجمہ میں بھی کرنے سے باز نہ رہے۔ حدیث میں فاتحہ کا ذکر نہیں ہے مگر موصوف نے اپنی طرف سے لفظ فاتحہ بڑھا دیا، نیز انہوں نے آہستہ پڑھو ترجمہ کیا ہے جبکہ صحیح ترجمہ اقرأ بها في نفسك کا یہ ہے کہ تو اپنے جی میں پڑھ، اپنے جی میں پڑھنے کا مطلب

آہستہ پڑھنا نفسی نہیں ہے ، مشہور غیر مقلد عالم مولانا جونا گڑھی فی نفسك کا ترجمہ ۔ واذکر ربك فی نفسك ۔ والی آیت میں اپنے دل میں کرتے ہیں ، اور جو بات دل میں کی جائے خواہ قرأت کا فعل ہو یا ذکر کا اس میں ضروری نہیں ہے کہ زبان بھی ہلے ۔

بہر حال یہ حدیث بھی غیر مقلدین کو چنداں مفید نہیں ہے ، اللہ ان کو سمجھ عطا فرمائے کہ وہ نا سمجھی والی بات سے امت میں انتشار پیدا نہ کریں ۔

(۱۴) مولانا ابن امام مہدی موصوف نے کمال عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے درج ذیل اثر سے بھی اپنے قرأۃ فاتحہ خلف الامام والے مذہب پر استدلال کیا ہے :

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے ظہر و عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور دو سورہ اور پچھلی رکعتوں میں فقط سورہ فاتحہ ۔

بھلا بتلائیے کہ کیا غیر مقلدین کا یہی مذہب ہے ؟ غیر مقلدین کا مذہب تو یہ ہے کہ ہر نماز کی چاروں رکعتوں میں مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا ، نیز اس میں اس کا بھی ذکر نہیں ہے کہ وہ سراً پڑھتے تھے یا جہراً ۔ کیا ابن امام مہدی موصوف کو اپنے مذہب کی خبر نہیں ہے کہ ان کا مذہب قرأت خلف الامام کے بارے میں کیا ہے ، اور کیا موصوف کو یہ بھی نہیں معلوم کہ حضرت عبداللہ بن مغفل صحابی ہیں ؟ صحابی کا قول آپ کے یہاں حجت کب سے ہو گیا ؟

(۱۵) مولانا اصغر علی سلفی نے اپنے مذہب پر اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے ،

۔ حضرت ابو نضرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں سوال کیا ، پس ابو سعید نے کہا سورہ فاتحہ یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو ۔

یہ ترجمہ مولانا موصوف کا ہے ، یہ اثر بھی بلا سمجھے بوجھے نقل کر دیا گیا ہے ، اسلئے کہ یہ سوال وجواب خود بتلا رہا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں نماز جیسی اہم عبادت کا یہ مسئلہ صحابہ میں معمولاً جاری نہیں تھا ، سوال انھیں چیزوں کے بارے میں ہوتا ہے

جو غیر معمول بہ اور غیر معروف ہوں، حالانکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام کا اسی پر عمل تھا، آنحضورؐ کی یہی تسلیم تھی تو پھر تابعین کو سوال کی ضرورت کیوں پیش آرہی تھی، نیز کیا کسی صحابی کے فعل و قول سے کسی چیز کا فرض ہونا ثابت ہوجائیگا؟ آپ کے نزدیک صحابی کا قول و فعل حجت ہی نہیں تو اس سے فاتحہ پڑھنے کا وجوب کیسے ثابت ہوگا؟ پھر کیا ابن امام مہدی موصوف اصغر علی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یہ اثر ضعیف ہے، اس کی سند میں عوام بن حمزہ ہے جسکے بارے میں امام الجرح والتعدیل یحییٰ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث کوئی چیز نہیں ہے اور امام احمد بھی اس کو صاحب مناکیر کہہ کر مجروح قرار دیتے ہیں۔

امام بخاری نے یہ ضعیف اثر اپنے جزء القرأت میں تو یہ بتلانے کیلئے لکھا ہے کہ محدثین وقت ضرورت ضعیف آثار و احادیث کو بھی قابل احتجاج جانتے ہیں مگر غیر مقلدین کے نزدیک تو ضعیف اثر و حدیث سے استدلال کرنا گناہ کا کام ہے۔

(۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم کرتی ہیں۔

مولانا سلفی موصوف کا اس اثر سے بھی استدلال کرنا اس لئے غلط ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کے اس اثر کا ان کے شاذ مذہب سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس میں سورہ فاتحہ کا ذکر ہے، نہ سرا پڑھنے کا ذکر ہے، اس میں قرآن کے مطلق پڑھنے کا ذکر ہے اور بلا سری و جہری کی قید کے، پھر حضرت عائشہؓ کے بارے میں تو ان کے بڑوں کا ارشاد ہے کہ مسائل شرعیہ میں حضرت عائشہ کی فہم کا اعتبار نہیں، کیا موصوف کو حضرت عائشہ کے بارے میں مولانا میاں صاحب کا یہ فرمان ذی شان یاد نہیں ہے، اگر نہیں یاد ہے تو مولانا محمد ابوبکر غازی پوری مدظلہ کی کتاب۔ غیر مقلدین کی ڈائری۔ پڑھ لیں، میاں صاحب کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ گستاخانہ کلام کے مسائل میں حضرت عائشہ کے فہم کا اعتبار نہیں آپ کو نظر آجائے گا۔

غیر مقلدین کی اس بے حیائی پر صد درجہ تعجب ہوتا ہے کہ ایک طرف تو وہ شیعوں والا نعرہ

بھی بلند کریں گے کہ صحابہ کا قول و فعل حجت نہیں اور حضرت عائشہؓ کے فہم پر اعتماد نہیں اور پھر حضرت عائشہؓ اور صحابہ کے اقوال سے دلیل بھی پکڑیں گے۔

ابن امام مہدی نے یہ اثر بخاری کے جزء القرأت سے نقل کیا ہے، اس کتاب میں امام بخاری نے کثرت سے ضعیف آثار و اقوال کو ذکر کیا ہے، ابن امام مہدی ثابت کریں کہ یہ اثر سند کے اعتبار سے صحیح ہے عوام کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھانا غیر مقلدوں کا وطیرہ بن گیا ہے۔

(۱۷) مولانا اصغر علی سلفی موصوف نے اپنے شاذ مذہب پر اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ظہر و عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور کوئی سورہ، اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط سورہ فاتحہ۔

اس حدیث سے بھی جیسا کہ ناظرین دیکھ رہے ہیں موصوف کا اپنے شاذ مذہب پر استدلال درست نہیں ہے، غیر مقلدین کا مذہب کچھ ہے اور حضرت جابر کا اثر کچھ اور کہہ رہا ہے۔ چودھویں حدیث اسی جیسی ہے، مفصل کلام وہاں دیکھ لیا جائے، سنداً بھی یہ اثر ضعیف ہے۔

(۱۸) مولانا اصغر علی صاحب نے اس اثر سے بھی قرأت فاتحہ خلف الامام پر استدلال کیا ہے:

۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو۔

غیر مقلدین کا اس اثر سے اسی وقت استدلال درست ہوگا جب کہ وہ ثابت کردیں کہ حضرت ابن عباس صحابی نہیں نبی تھے۔ یا پھر اپنے اس عقیدے سے برأت کا اظہار کریں کہ صحابہ کا قول و فعل حجت نہیں ہوتا ہے، نیز یہ بھی عقیدہ رکھیں کہ صحابہ کے اقوال سے کسی چیز کا فرض ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، نیز یہ بھی بتلائیں کہ حضرت ابن عباس کا اگر یہ فرمان صحیح ہے تو خود حضرت ابن عباس کا اس پر عمل کیوں نہیں تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل تو اس کے خلاف یہ تھا کہ وہ امام کے پیچھے کچھ پڑھنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے

ان کا قول تھا۔ لو کان لی علیہ سبیل لقطعت السنتھم یعنی اگر امام کے پیچھے پڑھنے والوں پر میرا بس چلتا تو ان کی زبان کھینچ لیتا، نیز آپ فرماتے تھے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فکانت قراءتہ لنا قراءۃ یعنی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب امام ہو کر پڑھتے تھے تو آپ کی قرأت ہی ہماری قرأت ہوتی تھی (طحاوی) لوگ آپ سے اگر یہ سوال کرتے کہ کیا ہم امام کے پیچھے پڑھیں تو آپ فرماتے لا۔ نہیں۔ (طحاوی)

جناب اصغر علی صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس کی سند میں بعض ایسے راوی ہیں جس پر محدثین کو بہت کلام ہے۔ اس سند میں ایک راوی مروان بن معاویہ ہیں۔ وہ سخت قسم کے مدلس تھے اور شیعہ بھی تھے، اس میں ایک راوی فزار بن حرب ہے وہ مجہول ہے۔

کیا اب غیر مقلدین حضرات اسی قسم کی روایتوں سے اپنے مذہب حق کو ثابت کریں گے؟ دوسروں کے لئے ضعیف احادیث سے استدلال کرنا حرام اور آپ کیلئے جائز ہو گیا ہے، پھر اس اثر ابن عباس میں سرّا وجہرًا کی کوئی قید نہیں ہے۔ پس اگر کوئی شخص حضرت ابن عباس کے اس اثر کے پیش نظر زور سے سورہ فاتحہ پڑھ لے اور ساتھ میں کوئی اور سورت بھی پڑھ لے تو اس کا عمل حضرت ابن عباس کے اس فتویٰ کی روشنی میں جائز ہوگا مگر آپ اس کو جائز قرار نہیں دیں گے، تو پھر اس اثر ابن عباس سے آپ کا استدلال کرنا عناد اور کم فہمی کے سوا اور کیا ہے۔؟

(۱۹) اصغر علی ابن امام مہدی مدظلہ نے اس مضمون کو بالکل بدحواسی کے عالم میں لکھا ہے، اس لئے وہ ایسے آثار سے بھی استدلال کرتے ہیں جو ان کے مسلک کے بالکل خلاف ہوتے ہیں، مثلاً دیکھئے انھوں نے اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے۔

ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ شریک جماعت ہونے کے لئے تیزی سے چلے اور نماز میں داخل ہوئے اور شدت وسرعت تنفس کی وجہ سے

امام کے پیچھے آپ نے بالجہر قرأت کی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ
سے کہا گیا کہ امام کے پیچھے آپ پڑھتے ہیں آپ نے کہا بیشک ہم لوگ
کرتے ہیں یعنی امام کے پیچھے پڑھتے ہیں۔

یہ ترجمہ ابن امام مہدی صاحب ہی کا ہے، اب آپ ذرا اس اثر میں غور فرمائیں
تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہشام بن عامر جماعت میں شریک ہونے کیلئے اس تیزی سے
چل کر آئے کہ آپ کی سانس پھولنے لگی، اور آپ کی زبان سے جیسا کہ اس امام مہدی صاحب
کے ترجمہ کا حاصل ہے کہ سرعت تنفس کی وجہ سے زور سے قرأت کی آواز نکل رہی تھی،
جبکہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ تم نماز میں اس طرح آؤ کہ تمہارے
اوپر سکینت وقار ہو، دوڑتے ہوئے یا اتنا تیز چل کر آنا کہ سانس پھولنے لگے زبان
بے قابو ہو جائے آنحضورؐ کی تعلیمات وارشادات کے خلاف ہے، تو کیا یہ تسلیم کر لیا جائے
کہ ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول ہیں ان کا عمل آپ کی تعلیمات وہدایات و
فرمان کے خلاف ہوتا تھا، صرف یہی ایک بات ایسی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اثر بالکل
صحیح نہیں ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ جس وجہ سے بھی انھوں نے زور سے قرأت کی ہو
ان کی قرأت بہر حال زور ہی سے تھی، جس سے زور سے قرأت کا جواز مقتدی کے لئے
معلوم ہوتا ہے حالانکہ غیر مقلدین کے نزدیک جہر سے قرأت جائز نہیں، تیسرے یہ کہ اس
میں سورہ فاتحہ کا ذکر بھی نہیں ہے، مطلق قرأت کا ذکر ہے، تو اس سے غیر مقلدین کو کیا فائدہ
ہوا، اور جو سب سے اہم بات اس میں ہے وہ یہ کہ پوری جماعت امام کے پیچھے پڑھنے والے
صرف ہشام بن عامر تھے، اور کوئی بھی پوری جماعت میں اس پر عمل کرنے والا نہیں تھا یہی
وجہ تھی کہ لوگوں کو ان کے پڑھنے پر تعجب ہوا اور ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا، تو
غیر مقلدین کو اکثریت کا عمل کیوں نہیں بھایا جبکہ اکثریت کا عمل قرآن کی آیت واذا قرئ
القرآن فاستمعوا له وانصتوا کے بھی موافق تھا اور آنحضورؐ کے اس ارشاد
کے بھی مطابق تھا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، کیا وجہ ہے کہ ان تمام

یا توں کو نظر انداز کرکے ہشام بن عامر کا وہ عمل پسند آیا کہ جسکو اگر ہم غیر مقلدین کی خاطر صحیح روایت مان لیں تو وہ سراسر حکم نبوی اور شریعت کی تعلیم کے خلاف ہے ؟

جناب اصغر علی بن امام مہدی اسی قسم کی روایتوں سے اب مقتدی کیلئے فاتحہ خلف الامام کے فرض ہونے کو ثابت کریں گے ، ہائے رے انکی تنگ دامانی وقصور نظری۔

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

محدث اکتوبر نومبر ۱۹۹۶ء کے دو شماروں کو سامنے رکھکر یہ مضمون لکھا گیا ہے ۔

دسمبر ۱۹۹۶ء میں اس مضمون کی آٹھویں قسط ہے اس میں صرف تابعین کے چند آثار ہیں ، اس سے اسلئے صرف نظر کیا گیا ہے کہ جن کے یہاں صحابہ کرام کی بات اوران کا عمل نا قابل قبول ہے خلفائے راشدین تک کا قول وعمل حجت نہیں ، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے استدلال کرنا ہی ان کے نزدیک جائز ہے ، تو تابعین کے اقوال وآثار سے ان کا استدلال کرنا بالکل ہی بے جا ہے اوران تابعین کے آثار سے استدلال کرنے میں بھی کم فہمی وکم علمی ہی کو عمل میں لایا گیا ہے ، اوران آثار سے بھی حجت پکڑی گئی ہے جو صریح غیر مقلدین کے مذہب وعقیدہ کے خلاف ہیں ۔

اس مضمون کی یہ دونوں قسطیں تو محض یہ بتلانے کیلئے تحریر کی گئی ہیں کہ غیر مقلدین میں علم وتحقیق کے افلاس کا عالم تو یہ ہے جس کا مشاہدہ ناظرین نے ان دونوں قسطوں میں کیا مگر انکا زعم اور انکی تعلّی اس افلاس علمی وقلت فہمی وکم عقلی کے باوجود یہی ہے کہ ان کا ہر فرد مجتہد زمانہ ہے ، اسکو تقلید کی ضرورت نہیں ، قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کا ہر آدمی مسئلہ معلوم کرسکتا ہے عدم تقلید ان کا طرۂ امتیاز ہے ——— غیر مقلدین جن مرفوع ومتصل اور صحیح الاسناد (ان کے خیال کے مطابق) احادیث سے استدلال کرتے ہیں اس سے اس مضمون میں اسلئے تعرض نہیں کیا گیا کہ مولانا غازی پوری کے الآثر میں شائع شدہ مضمون جس کا ذکر اس مضمون کے شروع میں آچکا ہے اور مولانا موصوف کی کتاب غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ میں ان احادیث پر سیر حاصل گفتگو موجود ہے ناظرین اسکی طرف مراجعت کریں ۔

محمد ۱۰ جمل مقتاری

طاہر شیرازی

خمارِ سلفیت

جمعہ کے بارے میں نواب صاحب نے شوکانی کی تقلید کی ہے

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ کون سی حدیث ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو نمازیوں سے بھی اور بلا خطبہ کے بھی جمعہ کی نماز ہو جائے گی جیسا کہ ہمارے نواب صاحب فرماتے ہیں[1]

باپ ۔ بیٹا میری نگاہ سے تو اللہ کے رسول کا ایسا کوئی فرمان نہیں گزرا ۔

بیٹا ۔ اباجی آنحضورؐ کا اگر اس بارے میں کوئی فرمان یا حکم نہیں ہے تو آپ کا کبھی اس پر عمل ہوا ہو گا وہ کس کتاب میں مذکور ہے ؟

باپ ۔ آنحضورؐ نے اپنی پوری زندگی میں صرف ایک آدمی کو لے کر یا بلا خطبہ جمعہ کی نماز پڑھی ہو، حدیث کی کسی کتاب میں یہ بھی نہیں ہے ؟

بیٹا ۔ تو خلفائے راشدین کا اس پر عمل رہا ہوگا !

باپ ۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ۔

بیٹا ۔ خلفائے راشدین کے بعد کے زمانہ میں کسی صحابی نے اس پر عمل کر کے دکھایا ہوگا ۔

باپ ۔ بیٹا میں نے جمعہ کے بارے میں سب کچھ پڑھ ڈالا ہے کہ کہیں سے بھی ہمارے نواب صاحب کی بات کی تائید ملے مگر کسی صحابی کیا تابعی سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملا، ائمہ اربعہ میں سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں ۔

---

[1] نواب صاحب کی عبارت صفحہ پر دیکھیں

بیٹا ۔ تو کیا جمعہ جیسی نماز کے بارے میں جس کی اہمیت کے پیش نظر حدیث و فقہ کی
کتابوں میں مستقل باب باندھا جاتا ہے نواب صاحب کا یہ کہنا کہ صرف دو
نمازیوں سے بھی جمعہ ہو جائے گا اور بلا خطبہ بھی ہو جائے گا یہ محض رائے اور
قیاس سے ہے ؟

باپ ۔ محسوس تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے یہ بات رائے، قیاس ہی
سے کہی ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی رائے اور قیاس سے یہ بات کہی ہے یا امام شوکانی کی تقلید میں
کہی ہے ؟ ۔

باپ پتہ نہیں بیٹا ۔

نجس پانی سے وضو کیلئے نواب صاحب کا حیلہ

بیٹا ۔ اباجی ۔

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ اباجی نواب صاحب کی کتاب الروضة الندیة کی یہ عبارت سمجھ میں
نہیں آرہی ہے ؟

فمن لم یجد الاماء ساکنا و اراد ان یتطہر منه فعلیه ان
یحتال قبل ذلك بان یحرکه حتی یخرج عن وصف کونه
ساکنا ثم یتوضأ منه (ص۳۰)

باپ ۔ بیٹا تم نے اپنے استاد سے کیوں نہیں سمجھا، مولانا ابو زید سرو جی مدظلہ ہی
کے پاس تو یہ کتاب ہے !

بیٹا ۔ اباجی مولانا نے فرمایا کہ اس عبارت میں حنفیت کی بو آرہی ہے اس لئے میں
اس عبارت کا مطلب نہیں بیان کروں گا ۔

باپ ۔ بیٹا، مولانا ابو زید سروجی نے بہت بری بات کہہ دی اور وہ بھی ہمارے نواب صاحب

بھو پالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو ہماری جماعت اہل حدیث کے فقیہ اعظم ہیے، کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی ہر بات ہوتی ہے۔

بیٹا۔ اباجی آپ ہی اس عبارت کا مطلب سمجھا دیں۔

باپ۔ بیٹا پہلے اس کا سادہ ترجمہ سنو، نواب صاحب فرماتے ہیں۔

پس جو آدمی نہ پائے مگر ٹھہرا ہوا پانی، اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے حیلہ کرے، حیلہ یہ ہے کہ پانی کو ہلا دے تاکہ وہ ٹھہرے ہونے کی صفت سے نکل جائے، پھر اس سے وضو کرے۔

چونکہ حدیث میں ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے اب اگر کوئی شخص وضو کرنا چاہتا ہے اور اسے پاک پانی دستیاب نہیں ہے نجس پانی موجود ہے تو وہ ٹھہرے ہوئے نجس پانی سے وضو نہ کرے بلکہ اس نجس پانی سے وضو کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ اس کو حرکت دے کر متحرک بنا دیا جائے اور اس کا ٹھہراؤ حرکت دے کر ختم کر دیا جائے، اب وہ اس نجس متحرک پانی سے وضو کر سکتا ہے۔ ٹھہرا ہوا پانی نجاست پڑنے سے نجس ہوتا ہے اگر اس پانی کو ہلا دیا جائے تو وہ پانی پاک ہو جاتا ہے، اس لئے کہ سکون کی صفت اب اس پانی میں باقی نہ رہی۔

بیٹا۔ کیا اس عبارت کا یہی مطلب ہے یا کچھ اور؟

باپ۔ بیٹا میرے سمجھ میں تو یہی مطلب آرہا ہے، عبارت صاف ہے، ترجمہ واضح ہے، اس کا دوسرا مطلب کیا ہو سکتا ہے، مولانا ابوزید سروجی سے بھی اس کی تحقیق کر لینا۔

بیٹا۔ اس میں جو حیلہ کا ذکر ہے شاید اسی وجہ سے مولانا ابوزید سروجی ... کہ اس عبارت سے حنفیت کی بو آرہی ہے۔

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

غیر مقلدین کے مذہب میں عورتیں بھی اپنے لئے آذان دیں گی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا صحابہ و تابعین کے زمانہ میں عورتیں بھی اذان دیا کرتی تھیں ؟

باپ - بیٹا میں نے کسی کتاب میں یہ دیکھا نہیں ہے، حدیث کی صحاح ستہ میں اس کا ذکر نہیں ہے، کسی صحابی و تابعین سے بھی یہ منقول نہیں ہے صحابہ و تابعین کے زمانہ میں عورتوں میں اذان دینے کا رواج نہیں تھا، اگر رواج ہوتا تو اس کا ذکر کتابوں میں ضرور ہوتا ۔

بیٹا - اباجی میں مسجد میں اذان دینے کی بات نہیں کر رہا ہوں گھروں میں تو وہ اذان دیا کرتی رہی ہوں گی ؟

باپ - کسی حدیث یا کسی صحابی کے قول کسی امام کے فتویٰ میں اس کا بھی ذکر نہیں ہے کہ عورتیں گھروں میں اپنے لئے اذان دیتی ہوں ، اذان تو لوگوں کو مسجد میں جمع کرنے کیلئے ہوتی ہے ، عورتوں کو گھروں میں اذان دینے کا کیا فائدہ ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک ضعیف سند سے یہ بات نقل کی جاتی ہے مگر صحابی کا قول و عمل ہمارے مذہب میں حجت نہیں ہے اور حضرت عائشہ سے جو منقول ہے اس کی سند بھی ضعیف ہے ۔

بیٹا - مگر اباجی ہمارے سب سے بڑے عالم اور جماعت اہل حدیث میں جن کا درجہ مجدد کا ہے وہ تو فرماتے ہیں کہ عورتیں بھی اذان دیں گی ۔ دیکھئے وہ فرماتے ہیں :

ثم الظاهر ان النساء کالرجال لانهن شقائق لہم والامر لہم امر لہن۔ (الروضۃ الندیۃ ص۱۲۷ ج۱)

یعنی نماز واقامت کے بارے میں عورتوں کا بھی وہی حکم ہے جو مردوں کا ہے اس لئے کہ عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں، جو حکم مردوں کا ہے وہی حکم عورتوں کا بھی ہے۔

باپ۔ بیٹا اس عبارت میں نہ نماز کا ذکر ہے اور نہ اقامت کا کیسے معلوم ہو کہ نواب صاحب کا یہ فرمان نماز واقامت کے بارے میں ہے؟

بیٹا۔ ابا جی، نواب صاحب مرحوم کی یہ عبارت اذان کے بیان ہی میں ہے، اچھا یہ عبارت دیکھئے اس میں صاف صاف نواب صاحب فرماتے ہیں:

بل الظاهر ان النساء ممن یدخل فی الخطاب بالاذان (ص۱۲۳)

بلکہ ظاہر یہی ہے کہ عورتیں بھی ان لوگوں میں داخل ہیں جو اذان کے مخاطب ہیں۔ اس سے بھی صاف نواب صاحب کی یہ عبارت ہے۔

واما اذان المرأۃ لنفسہا اولمن یحضر عندہا من النساء مع عدم رفع الصوت رفعًا بالغًا فلا مانع من ذلک۔ (ایضًا)

یعنی عورت کا اپنے لئے اذان کہنا یا ان عورتوں کے لئے جو اس کے پاس موجود ہیں جبکہ وہ بہت زیادہ آواز بلند نہ کرے تو اس سے مانع کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ نواب صاحب نے تو آگے چل کر عورتوں کے لئے اذان دینے کو واجب بتلا دیا ہے۔ دیکھئے فرماتے ہیں:

ولم یرد ما ینتہض للحجۃ فی عدم الوجوب علیہن (ایضاً ص۱۲۴)

یعنی کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے یہ حجت قائم ہو کہ عورتوں پر اذان کا کہنا واجب نہیں ہے۔

ابا جی اب تو اس میں شک نہیں رہا کہ مذہب اہل حدیث میں اور خصوصًا

ہمارے نواب صاحب کے مذہب میں عورتوں کو بھی اذان کہنا واجب ہے

باپ ۔ بیٹا نواب صاحب بہت بڑے محدث تھے ان کا عورتوں کے لئے اذان کو واجب قرار دینا یقیناً کسی نہ کسی دلیل پر مبنی ہوگا ۔

بیٹا ۔ اباجی نواب صاحب کے پیش نظر اگر کوئی صحیح حدیث ہوتی تو اس کا ذکر فرماتے مگر وہ تو صرف عقلی بات کرتے ہیں ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے ۔

لیس علی النساء اذان ولا اقامة (رواہ البیہقی)

یعنی عورتوں پر نہ اذان ہے اور نہ اقامت کہنی ہے ۔

عورتوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر یہ قاعدہ کلیہ بیان کر رہے ہیں ۔ مگر نواب صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر کے اس صحیح فرمان سے صرف نظر کر لیا ہے اور محض رائے سے عورتوں کے لئے حکم صادر فرما رہے ہیں کہ ان کو اذان بھی دینی چاہیئے اور اقامت بھی کہنی چاہیئے ۔

رائے سے حکم شرعی اگر نواب صاحب بیان فرمائیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کوئی مقلد رائے سے کوئی بات کہہ دے تو وہ حرام ہو یہ کیسا انصاف ہے !

دیکھئے ہمارے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب امام مالک کے بارے میں فرماتے ہیں الحافظ، فقیہ الامت، شیخ الاسلام امام دارالھجرۃ (مقدمہ تحفہ صفہ ۱۴ ج ۱)

اور ان کا مذہب یہ ہے ۔ ولیس علی النساء اذان ولا اقامة (الکافی صفہ ۱۹۸ ج ۱)

یعنی امام مالک حافظ حدیث، فقیہ الامۃ، شیخ الامام، امام دارالہجرۃ کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں پر نہ اذان ہے نہ اقامت ہے ۔

اباجی ہم بھی اہلحدیث ہیں اور نواب صاحب بھی اہلحدیث ہے ۔ مگر ہمارے

گھروں میں عورتیں اذان نہیں کہتی ہیں ایسا کیوں، کیا ہماری اہلحدیثیت اور نواب صاحب کی اہلحدیثیت میں کچھ فرق ہے ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا ، ہم اہلحدیثوں کا مذہب ایک ہی ہے ، ہم کتاب وسنت سے تجاوز نہیں کرتے۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے اہلحدیث نواب صاحب جو بات صحیح سند سے مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو نہ اذان دینی ہے اور نہ اقامت کہنی ہے اس کو وہ چھوڑ رہے ہیں ، آخر ایسا کیوں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

نجاست سے لت پت ہو کر نماز پڑھنا درست ہے

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی اگر کوئی شخص نجاست سے لت پت ہو اور اسے معلوم بھی ہے کہ اس کا پورا بدن نجاست سے آلودہ ہے اور وہ اسی حالت میں نماز پڑھے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی ؟

باپ ۔ بیٹا تم کیسی کیسی بات پوچھتے ہو ، نواب صاحب نور اللہ مرقدہ کی کوئی بات تمہارے ہاتھ پھر لگ گئی کیا ؟

بیٹا ۔ اباجی ہمارے اہلحدیث نواب صاحب فرماتے ہیں :

فمن صلی ملابسا النجاسة عامدا فقد اخل بواجب وصلاته صحیحة (الروضة الندیة ص ۱۲۸/۱۳۰)

یعنی اگر کسی نے جان بوجھ کر نجاست سے لت پت ہو کر نماز پڑھی تو اس نے ایک واجب میں خلل پیدا کیا اور اس کی نماز صحیح ہو جائے گی ۔

باپ ۔ بیٹا یہ تم نے "لت پت" کہاں سے ترجمہ کردیا ؟

بیٹا ۔ اباجی "ملابسًا" لباس سے لیا گیا ہے، اور لباس پورے جسم پر ہوتا ہے، تو ملابسًا کا یہی مطلب ہے کہ نجاست پورے جسم پر ہو ؟ نواب صاحب کا یہی مطلب ہے کہ اگر نجاست سے پورا جسم بھرا ہو اور نمازی کو معلوم بھی ہو کہ نجاست سے اس کا پورا جسم بھرا ہے اور اس نے نماز پڑھ لی تو نماز اس کی درست ہوگی دھرانے کی ضرورت نہیں ہے ۔

اباجی ہم اہلحدیث لوگ زور سے آمین کہتے ہیں کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ آمین کہنا صحیح ہے، نماز میں خوب پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ نماز میں پاؤں پھیلا کر کھڑا ہونا صحیح ہے، تو یہ بتلانے کے لئے "نجاست سے لت پت ہو کر نماز پڑھنا درست ہے، ہم لوگ کبھی کبھی لوگوں کو صحیح مسئلہ بتلانے کیلئے "لت پت" والی نماز کیوں نہیں پڑھتے ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیرمقلدین کے میاں قصدًا بھی فرض کے چھوڑنے سے نماز باطل نہیں ہوتی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ اباجی اگر کوئی نمازی قصدًا سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی !

باپ ۔ نہیں بیٹا سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہر ہر نمازی کے لئے خواہ مقتدی ہو یا امام لازم اور فرض ہے، نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز باطل ہوگی، نماز کا دہرانا واجب ہوگا ۔

بیٹا ۔ سورہ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز کا دہرانا کیوں ضروری ہوگا ؟

باپ ۔ بیٹا میں نے تم سے کہا ہے کہ اہلحدیث مذہب میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے ۔ اور فرض کے چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی ہے قصداً کوئی فرض کو چھوڑ کر نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی باطل ہوگی اور وہ سخت گنہگار بھی ہوگا ۔

بیٹا ۔ ابا جی نماز کے لئے بدن اور کپڑے کا نجاست سے پاک رکھنا بھی تو ضروری اور واجب ہے، مگر ہمارے اہلحدیث نواب صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر قصداً نجاست میں لت پت ہوکر کوئی نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے ؟

باپ ۔ نواب صاحب کی عبارت کو تم نے غور سے دیکھا نہیں وہ فرماتے ہیں کہ جس نے جان بوجھ کر نجاست سے لت پت ہوکر نماز پڑھی تو اس نے ایک واجب چھوڑا ہے، نماز کیلئے بدن اور کپڑے کا نجاست سے پاک ہونا نواب صاحب کے نزدیک واجب ہے فرض نہیں ہے، فرض میں خلل پیدا ہو تو نماز نہیں ہوتی ہے اگر واجب میں خلل پیدا ہو تو نماز ہو جاتی ہے ۔

بیٹا ۔ مگر ابا جی نواب صاحب کا تو مذہب یہ ہے کہ واجب اور فرض دونوں ایک ہی ہیں، جو معنی واجب کا ہے وہی فرض کا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا نواب صاحب نے یہ کس کتاب میں لکھا ہے ؟

بیٹا ۔ اسی کتاب الروضۃ الندیہ میں وہ فرماتے ہیں والفرض والواجب مترادفان علی ما ذھب الیہ الجمھور وھو الحق (ص ۱۳۶)

یعنی جمہور کا مذہب یہی ہے اور یہی حق ہے کہ واجب اور فرض ہم معنی لفظ ہیں ۔ ابا جی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب (جو ہم سب کے سربراہ اعلیٰ ہیں) کے مذہب میں کسی فرض کو اگر جان بوجھ کر بھی چھوڑ دیا جائے تب بھی نماز ہو جائے گی ؟

باپ ۔ نواب صاحب کے کلام سے تو یہی مطلب نکلتا ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی نواب صاحب کا یہ فرمانا صحیح ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

نماز جمعہ کے وقت کے بارے میں مجدد نواب صاحب بھوپالی کی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ زوال آفتاب سے پہلے بھی ہو جائے گی ۔ وقد ورد مایدل علی انہا تجزئ قبل الزوال ۔ یعنی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز زوال سے پہلے ہو جائے گی ۔

باپ ۔ جی بیٹا، نواب صاحب کا یہی مذہب ہے اور ان کا یہ مذہب احادیث کی روشنی میں ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی، مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو صحیح بخاری میں فرماتے ہیں : وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس، یعنی جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہوتا ہے، تو کیا ان کا یہ کہنا احادیث کی روشنی میں نہیں ہے ؟

باپ ۔ بیٹا ذرا دیکھو حافظ ابن حجر اس کی شرح میں کیا لکھتے ہیں وہ بخاری کی بات کو زیادہ سمجھتے ہیں ۔

بیٹا ۔ وہ لکھتے ہیں : جزم بہذہ المسئلۃ مع وقوع الخلاف فیہا لضعف الدلیل المخالف عندہ ۔ (فتح الباری ص ۳۸۶ ج ۲)

یعنی امام بخاری نے اس مسئلہ کو بطور جزم اور قطعیت کے ساتھ بیان کیا ہے حالانکہ اس میں لوگوں کا اختلاف بھی ہے ۔ اس لئے کہ امام بخاری کے نزدیک اس کے مخالف جو دلیل ہے وہ کمزور ہے ۔

حافظ ابن حجر کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک جو

لوگ زوال آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں ان کے دلائل کمزور ہیں۔

باپ۔ ہاں حافظ ابن حجر کے کلام سے تو یہ بات بالکل واضح ہے

بیٹا۔ ابا جی ہم لوگ نواب صاحب مجدد اہل حدیث کی بات مانیں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جو امام المحدثین یعنی سب سے بڑے اہلحدیث ہیں؟

باپ۔ بیٹا یہ بڑا ٹیڑھا سوال ہے دونوں ہمارے بڑے ہیں۔

بیٹا۔ ابا جی ہمارے اس سوال میں ٹیڑھا پن کہاں سے آگیا؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

نماز جمعہ کے سلسلہ میں غیر مقلدین کے مجدد اعظم نواب صدیق حسن خاں کا مذہب

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ابا جی۔ عالیجاہ نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الروضۃ الندیہ کی یہ عبارت سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

فان هذه الشروط لم يدل عليها دليل يفيد استحبابها فضلا عن وجوبها فضلا عن كونها شروطا بل اذا صلى رجلان الجمعة فى مكان لم يكن فيه غيرهما جماعة فقد فعلا ما يجب عليهما، فان خطب احدهما فقد عملا بالسنة وان تركا الخطبة فهى سنة فقط۔ (ص ۲۰۵ ج ۱)

(یعنی نماز جمعہ کے سلسلہ کی جو شرطیں فقہاء نے لگا رکھی ہیں) ان شرطوں پر (کتاب وسنت سے) کوئی دلیل نہیں ہے جس سے ان شرطوں کے مستحب ہونے کا

پتہ چلے اور جب کسی دلیل سے ان شرطوں کا مستحب ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا ہے تو اس سے ان کا واجب ہونا یا شرط ہونا کیا معلوم ہوگا، اس لئے اگر کوئی دو آدمی کسی جگہ نماز جمعہ پڑھ لیں اور ان کے ساتھ کوئی اور نہ ہو تو ان دونوں نے ان پر جو واجب تھا اس کی ادائیگی کر لی، اور اگر ان دونوں میں سے کسی نے خطبہ دے دیا تو انھوں نے سنت پر عمل کیا اور اگر بلا خطبہ ہی نماز جمعہ پڑھ لی تو خطبہ تو صرف سنت ہے، (۱)

باپ ۔ بیٹا تم نے صرف شرح والی عبارت دیکھی ہے متن والی عبارت دیکھو جس کی شرح عالی جاہ فرما رہے ہیں، وہ یہ ہے :

وھی کسائر الصلوات لا تخالفھا ۔ یعنی نماز جمعہ بھی عام نمازوں کی طرح ہے ان سے مختلف نہیں ہے۔

حضرت نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نماز جمعہ اور عام پنجوقتہ نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے مقلدین کے فقہا نے نماز جمعہ کے واجب اور صحیح ہونے کے لئے جو بہت سی شرطیں لگا رکھی ہیں نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ان پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، مثلاً امام مالک فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز شہر میں یا شہر جیسی کسی جگہ میں ہوگی، نماز جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے بلا خطبہ نماز جمعہ نہ ہوگی اسی طرح سے بلا جماعت نہ ہوگی، نیز جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی ہوگی وغیرہ جو شرطیں امام مالک نے لگا رکھی ہیں یہ سب بلا

---

(۱) یہ ہے سنت کی غیر مقلدین کے نزدیک اہمیت، یہ انداز بیان بتلا رہا ہے کہ غیر مقلدین جو سنت سنت کی رٹ لگاتے رہتے ہیں یہ صرف قوالی گاتے ہیں، عوام تو خیر عوام بیچارے ہیں، نواب صدیق حسن خاں جیسا غیر مقلد عالم بھی سنت رسول کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے ۔ نواب صاحب کا یہ فرمان اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

دلیل شرعی ہیں کتاب و سنت سے ان چیزوں کا ثبوت نہیں ہے یا مثلاً امام
احمد بن حنبل کے یہاں نماز جمعہ کے واجب ہونے کیلئے جو سات شرطیں ہیں
جیسا کہ حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں تجب بسبعة شرائط یعنی سات شرطوں
سے واجب ہوتا ہے، اس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں ہے۔
یا ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں کہ ،

ان فیہ صلوٰۃ الجمعۃ التی خصت من بین سائر الصّلوٰت
المفروضات بخصائص لا توجد فی غیرھا من الاجتماع
والعدد المخصوص واشتراط الاقامۃ والاستیطان والجھر
بالقرأۃ " (زاد المعاد ص۲۹۷/۱۳۰)

یعنی جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اجتماعی وہ نماز
پڑھی جاتی ہے جو بقیہ تمام فرض نمازوں سے بہت سی خصوصیات سے ممتاز ہے
یہ خصوصیتیں دوسری نمازوں میں نہیں پائی جاتی ہیں مثلاً اس نماز کیلئے
اجتماع ہونا چاہئے۔ مخصوص تعداد ضروری ہے مقیم ہونے کی شرط ہے وطن
ہونے کی شرط ہے، اس میں اس کی بھی شرط ہے کہ قرأت زور سے
کی جائے گی۔
یا ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ جمعہ کے لئے کم از کم تین آدمی کا ہونا ضروری ہے یا
خطبہ ضروری ہے یہ ساری شرطیں بلا دلیل ہیں۔
بلکہ جمعہ کی نماز اور عام نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے، جو لوگ جمعہ کی نماز
میں شرطیں لگا کر اس نماز کو دوسری نماز سے ممتاز اور مخصوص کرتے ہیں
وہ لوگ ایک لغو کام کرتے ہیں۔ ہمارے نواب صاحب نے آگے چل کر
بہت صاف کہدیا ہے۔
"کہ یہ سب بلا علم باتیں ہیں" (ص۲۰۶)

اور اس سے بھی صاف کہہ دیا ہے کہ

ولا یجد فی کتاب اللہ تعالیٰ ولا فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حرف واحد یدل علی ما ادعوہ من کون ھذہ الامور المذکورۃ شروطاً لصحۃ الجمعۃ۔

یعنی ان مذکورہ امور کو جمعہ کی صحت کے لئے شرط قرار دینے پر کتاب و سنت سے ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے۔

اور پھر فرماتے ہیں:

یہ محض رائے کی اہل رائے کے ساتھ کارستانی ہے اور یہ وہ باطل اور لغو باتیں ہیں جو ان کے سروں سے باہر آتی ہیں حالانکہ اس کا حال قصے اور کہانیوں کا ہے " (صـ۲۹)

بیٹا اب تو نواب صاحب کی بات سمجھ میں آگئی ہوگی؟

بیٹا ۔ ابا جی نواب صاحب کی بات سمجھ میں آگئی خوب سمجھ میں آگئی اور میں دعا کرتا ہوں کہ نواب صاحب کی یہ بات میری ہی سمجھ تک رہے اور کسی دوسرے خاص طور پر کسی حنفی مقلد کے سمجھ میں تو بالکل نہ آئے۔

باپ ۔ کیوں بیٹا، ایسا کیوں سوچ رہے ہو اگر کسی حنفی مقلد کے سمجھ میں نواب صاحب کی بات آگئی تو کیا آفت آجائے گی۔

بیٹا ۔ ابا جی ۔ آپ آفت کو پوچھ رہے ہیں ہم اہلحدیثوں کیلئے آفت در آفت آجائے گی، اس لئے کہ نواب صاحب کی اس عبارت کا حاصل تو یہی نکلا کہ تمام فقہاء اور محدثین جنھوں نے نماز جمعہ کے لئے شرطیں مقرر کر رکھی ہیں، ان میں امام مالک اور امام احمد بن حنبل جیسے فقیہ و محدث بھی ہیں، حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم جیسے سلفی المسلک بھی ہیں یہ سب کے سب معاذ اللہ رے جاہل تھے، بکواس کرنے والے تھے، کتاب و سنت سے بے خبر تھے،

رائے اور قیاس نے ان کی عقلوں کو مار رکھا تھا معاذ اللہ تم معاذ اللہ ابا جی اگر کسی حنفی مقلد کی سمجھ میں نواب صاحب کی یہ باتیں آگئیں تو پھر آپ خود سوچئے کہ کیا ہوگا ، غازی پور کا وہ دیوبندی مولوی جو ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے اس سے تو آپ واقف ہی ہیں ، کم بخت نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے ، اگر اس طرح کی باتیں اس کے پلے پڑنے لگیں تو پھر ہماری شامتوں کا پتہ بھی نہیں چلے گا کہ وہ کہاں ہیں ۔ اور ابا جی آپ نے جو متن والی یہ عبارت پیش کی ہے ۔

وھی کسائر الصلوات لا تخالف ، یعنی نماز جمعہ عام نمازوں کی طرح ہے کچھ فرق نہیں ہے ، اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر نواب صاحب کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوا کہ

" نماز جمعہ عورت ، غلام ، مسافر اور مریض پر فرض نہیں ہے " (ص ۳۵)

کیا اور نمازیں بھی عورت ، غلام ، مسافر اور مریض سے ساقط ہیں اور ان کا پڑھنا ان کے ذمہ فرض نہیں ہے ۔

باپ ۔ نہیں بیٹا ۔ ان چاروں پر تمام نمازیں فرض ہیں ، جمعہ فرض نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ تو پھر جمعہ اور دوسری فرض نمازوں میں ایک فرق تو نواب صاحب کی اسی کتاب میں اور اسی جمعہ کے بیان میں یہی ہے ، تو پھر اس کتاب میں یہ کیسے لکھ دیا گیا کہ جمعہ اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

باپ ۔ بیٹا میں نے تو اس پر غور ہی نہیں کیا تھا ، تم نے بالکل صحیح کہا ہے ، نواب صاحب تو خود ہی نماز جمعہ اور دوسری نمازوں کے درمیان فرق کر رہے ہیں ۔

ابا جی ۔ نواب صاحب جیسے لوگ بھی ہم اہل حدیث کے یہاں مجدد کیسے شمار ہونے لگتے ہیں ۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

پیش کردہ
لطف شیرازی

محمد اجمل مفتاحی

رنج و غم کے بارے میں

آنحضورؐ کا ارشاد ہے۔ بد خلقی کی وجہ سے انسان خود کو تکلیف میں ڈالتا ہے اور جو زیادہ تر نا خوش و مغموم زندگی بسر کرتا ہے اس کا بدن مریض ہو جاتا ہے۔
اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ عجلت پسند آدمی کی لوگ تعریف نہیں کرتے ہیں اور جو زیادہ غصہ کرتا ہے وہ خوش نہیں رہتا ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ اللہ کی مخلوقات میں سخت ترین چیز دس ہے۔
(۱) پہاڑ۔ مگر لوہا پہاڑ کو کھود ڈالتا ہے (۲) لوہا۔ لیکن آگ لوہا کو بھی کھا جاتی ہے (۳) آگ۔ مگر پانی آگ کو بھی بجھا دیتا ہے (۴) پانی۔ مگر بادل پانی کو لئے ادھر ادھر پھرتا ہے (۵) بادل۔ مگر ہوا بادل کو ادھر سے ادھر کرتی رہتی ہے (۶) ہوا۔ مگر انسان ہواؤں کا سینہ چیرتا ہوا گزر جاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے ہواؤں سے بچ جاتا ہے (۷) انسان۔ مگر نشہ انسان پر غالب آجاتا ہے (۸) نشہ۔ مگر نیند نشہ کو مغلوب کر لیتی ہے (۹) نیند۔ مگر غم نیند کو بھی اڑا دیتا ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ اللہ کی مخلوق میں سب سے شدید تر اور قوی تر چیز غم ہے۔
(۴) محمد بن عبدالرحمن فرماتے ہیں۔ عافیت کا حاصل ہونا گویا بادشاہت کا حاصل ہونا ہے۔ اور تھوڑی دیر کا غم انسان کو سال بھر کے لئے بوڑھا کر دیتا ہے اور

جس کے دوست نہیں ہوتے ہیں اس کا جسم پگھلتا رہتا ہے۔

(۵) امام مکحول فرماتے ہیں: جو خوشبو کا استعمال زیادہ کرتا ہے اس کی عقل بڑھتی رہتی ہے اور جو صاف ستھرا کپڑا پہنتا ہے اس کا غم کم ہوتا ہے۔

(۶) لوگوں نے لکھا ہے کہ غصہ کی شدت سے عقلمند کی عقل پر اثر پڑتا ہے اور اس کا دل بگڑ جاتا ہے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات غم کی وجہ سے ہوئی تھی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ مسلسل غم سے پگھلتے رہے تاآنکہ اسی حال میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

(۸) آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب آپ پر غم کی کیفیت طاری ہوتی تو آپ کا ہاتھ ڈاڑھی پر جاتا اور اس کو آپ اپنے ہاتھ سے حرکت دیتے رہتے۔

(ماخوذ المنہل الروی فی الطب النبوی لابن طولون)

محمد اجمل مفتاحی

خوش خبری

ناظرین "زمزم" و جملہ اہل علم کو یہ خبر دیتے ہوئے ادارہ مکتبہ اثریہ مسرت محسوس کرتا ہے کہ مولانا محمد ابوبکر غازیپوری مدظلہ کی معرکۃ الآرا عربی تالیف "وقفۃ مع اللامذھبیہ" کا ترجمہ "آئینۂ غیر مقلدیت" کے نام سے بہت جلد چھپ کر سامنے آرہا ہے۔

کتاب کا ترجمہ مولانا رضوان الرحمن قاسمی استاد جامعہ اسلامیہ بنارس نے کیا ہے، اور اس پر حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس کا گراں قدر پیش لفظ ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب آنے والے مہینہ اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں پریس سے باہر آجائے گی۔

کتاب کی عام قیمت صرف پچاس روپے ہے۔

ناظرین آرڈر دینے میں تاخیر نہ کریں۔

اعلان ضروری

جو حضرات منی آرڈر سے رقم بھیجتے ہیں وہ منی آرڈر چٹ پر اپنا پتہ انگریزی اور اردو میں بہت صاف اور ضرور لکھیں۔

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازیپور یوپی

پن کوڈ - ۲۳۳۰۰۱

فون نمبر ۲۲۱۴۵۶ — ۰۵۴۸

فہرست مضامین

کتبہ
شمس الحسن محلہ کوٹ ادری

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

اسلام کے خلاف اس وقت دنیا کی ساری بڑی طاقتیں اکٹھا ہیں، امریکہ ان تمام طاقتوں کا چودھری ہے، اقوام متحدہ کا ادارہ ان طاقتوں خصوصًا امریکہ کے اشارہ پر ناچتا ہے، اسلام کے نام سے ان طاقتوں کو چڑھ ہے، اور وہ اسلام کے بڑھتے اثرات کو روکنے کے لئے ہر جائز و ناجائز عمل کرنے کو تیار ہیں۔

فلسطین پر یہودیوں کا غاصبانہ قبضہ ہے، ترکی میں فوجی حکومت اسلام کے خلاف نبرد آزما ہے، اور اسلام پسندوں کو کچلا جا رہا ہے، بوسنیا میں کئی سال سے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے، ایران میں سنی مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا گیا ہے، خلیجی حکومتوں پر امریکہ نے اپنا پنجہ گاڑ رکھا ہے، امریکہ کے خلاف یہ حکومتیں زبان ہلانے کی جرأت نہیں کر سکتی ہیں، ان سب کے پیچھے یہی بڑی طاقتیں اور سپر پاور حکومتیں اپنا کام کر رہی ہیں کہ مسلمانوں کو کسی طرح ابھرنے نہ دیا جائے اور ان کو ذلیل ہو کر جینے پر مجبور کر دیا جائے۔

افغانستان اور سوڈان پر امریکہ کی حالیہ بمباری، ظلم و زیادتی کی بدترین مثال ہے، افغانستان اور سوڈان کا قصور صرف اتنا ہے کہ یہاں کی حکومتیں اسلام سے اپنی وابستگی ظاہر کرتی ہیں، اور یہ بات ان طاقتوں کو پسند نہیں ہے۔

پاکستان نے اسلامی شریعت کے نفاذ کا جو اعلان کیا ہے، اس سے یہ طاقتیں اور بھی چوکنا ہو گئی ہیں، اور امریکی گرگے اس کے خلاف اپنی سازشیں رچ رہے ہیں، اور انکے ہاتھوں کا کھلونا وہ لوگ بن رہے ہیں جو کل تک پاکستان میں اسلامی نفاذ کیلئے گلے پھاڑ

پھاڑ کر چیخ رہے تھے۔

تعجب ہوتا ہے جماعت اسلامی پر جس نے پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف کے اس اعلان پر منفی ردعمل کا اظہار کیا ہے، یہ بیچارے حکومت الٰہیہ قائم کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہیں اور پاکستان میں نفاذ شریعت کے اعلان پر ان کے چہروں کی مسکراہٹ ختم ہو چکی ہے۔

اسلام کے خلاف ان طاقتوں کی تمام معاندانہ کار روائیوں کے علی الرغم اسلام کی لو ہر روز تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہے، اور پھونکوں سے اس چراغ کو بجھانے والے قدم قدم پر منہ کی کھا رہے ہیں، اسلام تیزی کے ساتھ خود یورپ اور امریکہ میں پھیل رہا ہے۔

ابھی تازہ اطلاع ہے کہ امریکہ میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے اور یہ صرف کالوں میں نہیں گوروں میں بھی بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

فرانس میں مسلمانوں کی تعداد تیس لاکھ سے زیادہ ہو چکی ہے اور اسلام فرانس کا دوسرا بڑا مذہب بن گیا ہے۔

کچھ یہی حال برطانیہ کا ہے۔ یہاں بھی اسلام دوسرا بڑا مذہب بن گیا ہے۔ برطانیہ کے مختلف شہروں میں کئی بڑے اسلامی جامعات اور مدرسے ہیں اور سیکڑوں کی تعداد مساجد ہیں

غرض امریکہ اور یورپ کی اسلام مخالف کوششوں کے باوجود اسلام بڑی تیزی کے کے ساتھ امریکہ اور یورپ میں پھیل رہا ہے، اور یہی وہ بات ہے جس سے اسلام دشمن طاقتیں خائف و ہراساں ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کی پرزور مخالفتوں کے باوجود اسلام کے پوری دنیا میں اس تیزی کے ساتھ پھیلتے رہنے کا سبب کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ خدائی دین ہے جس کو بہر حال غالب ہونا ہے حق اپنی طاقت منوا کر رہتا ہے، اسلام کی ابدی تعلیم اور اس کی رہنمائی سے انسانیت بہت دنوں تک مستغنی نہیں رہ سکتی۔

آج دوسرے ادیان اپنی روحانی و معنوی طاقت کھو چکے ہیں، خود ان ادیان

کو ماننے والے اعتراف کرنے لگے ہیں کہ موجودہ ترقی یافتہ دنیا میں یہ ادیان انسان کو ذہنی آسودگی فراہم نہیں کرسکتے، اور نہ ان کے لئے روحانی غذا بن سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان ادیان سے ان کا رشتہ دن بدن کمزور ہوتا جارہا ہے ان کی عبادتگاہیں اجاڑ ہو رہی ہیں اور مسلمانوں کے علاوہ دوسری اقوام میں الحاد اور خدا سے بے تعلقی کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج تمام ادیان میں دین اسلام تنہا وہ دین ہے جو دلوں پر حکمرانی کرنے کی پوری طاقت وصلاحیت رکھتا ہے۔ اگر مسلمان اپنی حالت میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرلیں اور اخلاق وعملی اعتبار سے پورے طور پر مسلمان بن جائیں تو اسلام کا مستقبل بڑا تابناک ہے، آنے والی صدی بلاشبہ اسلام کی صدی بن سکتی ہے۔

ایک ضروری اعلان

زمزم میں اس کے محدود صفحات کے پیش نظر کتابوں پر تبصرہ کا کوئی کالم نہیں رکھا گیا ہے۔ استثنائی صورتوں کے سوا زمزم میں کتابوں پر تبصرہ نہیں ہوگا، براہِ کرم اس غرض کے لئے ادارہ زمزم کو کتابیں نہ بھیجی جائیں، جن حضرات نے ہمیں تبصرہ کے لئے کتابیں بھیجی ہیں ان کو بذریعہ خط بھی اس کی اطلاع کردی گئی ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
تم میں سے سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری)
آج لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دلانے میں
ہر طرح کی پریشانیاں و دقتیں اٹھاتے ہیں، تعلیم کا گراں قدر خرچ برداشت کرتے
ہیں، اور اگر بچہ کچھ انگریزی سیکھ کر چند جملے بولنے لگا تو اس پر فخر کرتے ہیں۔
بخلاف اس کے کہ دین کی تعلیم اور قرآن کے پڑھنے پڑھانے سے ان کی دلچسپی
نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، قرآن پڑھنے پڑھانے کا اہتمام روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے
بی اے اور ایم اے پاس مسلمان لڑکے قرآن پڑھنا نہیں جانتے نہ ان کے ماں باپ
کو اس کی فکر ہوتی ہے اور نہ اس پر ان کو کوئی کڑھن ہوتی ہے۔
یہ ہمارے بے شعوری بلکہ دین سے دوری کی انتہا ہے کہ مسلمان گھرانوں کے بچے
قرآن پاک بھی پڑھنا نہ جانیں۔
اگر دنیا ہی سب کچھ ہے تب تو اس کا کوئی علاج نہیں ہیں، لیکن اگر ہمارا آخرت
پر ایمان ہے تو ہمیں یقین کر لینا چاہئے کہ آخرت میں بی اے، ایم اے اور
پی ایچ ڈی کی ڈگری کام نہیں آئے گی۔ وہاں یہی قرآن باعثِ نجات بنے گا اور
دین کی تعلیم ہی سے سرفرازی اور کامیابی حاصل ہوگی۔
(۲) حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف

دو آدمی ہیں جن پر رشک ہونا چاہیئے ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن دیا ہے اور وہ صبح و شام اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے، اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہے اور وہ اس میں سے خوب خرچ کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

قرآن سیکھنا اور اس کا پڑھنا بہترین عبادت ہے، یہی وہ دولت ہے جس سے انسان دنیا اور آخرت میں سکون حاصل کرے گا۔ قرآن سے آخرت میں سکون حاصل ہونا بالکل متعین ہے، لیکن قرآن کی تلاوت سے دنیا کی بھی بہت سی پریشانیاں دور ہوتی ہیں، دل کو سکون ملتا ہے، قلب میں تازگی رہتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے، دل و دماغ زبان برائیوں سے پاک صاف رہتے ہیں، بہت سے شر و فتن سے حفاظت ہوتی ہے، گھر میں فرشتوں کی آمد ہوتی ہے اور ان کی آمد سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

مال اللہ کی بڑی نعمت ہے انسان کو اس کی قدر کرنا چاہیئے اور اس کی قدر یہ ہے کہ ضرورت کی جگہوں پر اس کو خرچ کیا جائے، فقراء اور مساکین کی مدد کی جائے ضرورتمندوں کی دستگیری کی جائے، ناجائز جگہوں میں مال کا خرچ کرنا قطعاً حرام ہے ایک پیسہ بھی معصیت کے کاموں میں خرچ بہت بڑے گناہ کا کام ہے۔

اگر محض اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے کی عادت ڈالی جائے تو اس سے آدمی کبر و غرور کی لعنت سے محفوظ رہتا ہے اور انسان میں مالدار ہونے کے باوجود تواضع کی شان پیدا ہوجاتی ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ آنحضورؐ کا ارشاد تھا، لوگو اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے اس سے شیطان نکل بھاگتا ہے۔ (مسلم)

قبرستان عموماً اجاڑ جگہیں ہوتی ہیں، وہاں آبادی نہیں ہوتی ہے سنسان ویران، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جس گھر میں قرآن نہ پڑھا جائے

اس گھر کا حال ویران اور اجاڑپنے میں قبرستان جیسا ہے جیسے قبرستان کی جگہیں اجاڑ اور ویران اسی طرح یہ گھر اجاڑ اور ویران ۔ قبرستان کی ویرانی سے انسانوں کو وحشت ہوتی ہے ، اور قرآن نہ پڑھے جانے سے جو گھروں کو ویرانی حاصل ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو وحشت ہوتی ہے ۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص سورہ بقرہ کی یہ خصوصیت بتلائی کہ جس گھر میں اس سورہ کی تلاوت کا معمول ہو اس گھر سے شیطان اپنا ڈیرہ اٹھا لیتا ہے ۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جس آدمی کے اندر کچھ قرآن نہ ہو اس کا حال اس گھر کا ہے جو اجاڑ ہو ۔ (رواہ الترمذی)

یعنی جو لوگ قرآن سے اس درجہ غافل رہتے ہیں کہ ان کو قرآن کی چند سورتیں بھی یاد نہیں ہوتی ہیں اس کے باطن کا حال ایسا سمجھو جیسے اجاڑ گھر ، جیسے اجاڑ گھر بے رونق ہوتا ہے اسی طرح اس انسان کا باطن اجاڑ ہوتا ہے جس کے اندر قرآن کا کچھ حصہ نہ ہو ۔

آج ہمارے بچے طرح طرح کے لایعنی اور بیہودہ گانے خوب یاد رکھتے ہیں راستہ چلتے گنگناتے رہتے ہیں ، ان کے گانوں کی آواز ماں باپ کے کانوں میں پڑتی ہے اور اس پر ان کی خاموشی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کا یہ عمل ان کے ماں باپ کو بھی پسند ہے ۔ مگر کتنے ماں باپ ہیں جو اپنے بچوں کو قرآن کی کچھ سورتیں سکھانے کا اہتمام کریں ۔ ابتدا میں اگر اس کا اہتمام نہ ہو تو بڑی عمر ہو جانے کے بعد قرآن کا یاد کرنا بہت دشوار ہوتا ہے اور پھر دوسری مصروفیات اتنی ہو جاتی ہیں کہ اس کی طرف توجہ کرنے کی فرصت بھی نہیں رہتی ۔ ضرورت ہے کہ والدین اپنے بچوں کو شروع ہی میں کچھ قرآن ضرور یاد کرا دیں تاکہ کم از کم نماز میں وہ قرآن پڑھ سکیں ۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

جس طرح لوہا کو زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دلوں کو بھی زنگ لگتا ہے، لوگوں نے پوچھا کہ اللہ کے رسول، دلوں کا زنگ جاتا کیسے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کی تلاوت کرنے سے اور موت کو کثرت سے یاد کرنے سے۔

دل کے زنگ آلود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے زندگی کی چمک دمک ختم ہوجاتی ہے دل سخت ہو جاتا ہے، بے حسی بڑھ جاتی ہے، اچھی باتوں کی طرف دل متوجہ نہیں ہوتا ہے، حق بات کتنی بھی واضح ہو مگر دل اس کو قبول نہیں کرتا، اور دل کی اس کیفیت کے پیدا ہوجانے کے بعد انسان میں دوسرے بہت سے اخلاق امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

اس کا علاج آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کثرت سے کی جائے اور موت کو خوب یاد کیا جائے۔ دل میں زندگی و روشنی پیدا کرنے کا اس سے بہتر اور کیا علاج ہو سکتا ہے۔

(۶) حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی سورہ کہف کی اول تین آیتیں پڑھا کرے تو وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے (ترمذی)

دجال کا فتنہ قرب قیامت میں آدمی کے لئے بڑی آزمائش ہوگا۔ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعاءیں دجال کے فتنہ سے پناہ چاہا کرتے تھے، دجال کو اللہ تعالےٰ غیر معمولی قوتیں دے دے گا، اور اس کے ہاتھ پر ایسی ایسی چیزیں ظاہر ہوں گی کہ لوگ اس کی اتباع میں لگ جائیں گے، بڑے بڑے ایمان والوں کا ایمان ڈگمگا جائے گا۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کا ایک علاج یہ بتلایا کہ آدمی سورہ کہف کی شروع کی تین آیتوں کے پڑھنے کا معمول بنالے۔

بہت سے اللہ والے جمعہ کے روز بطور خاص پوری سورہ کہف پڑھنے کا معمول رکھتے تھے۔ سورہ کہف کے پڑھنے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی ظالموں کے ظلم سے محفوظ رہتا ہے۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لئے بستر پر تشریف لے جاتے تو قل ھو اللہ، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اپنے ہاتھوں کو مٹھی بنا کر اس میں پھونک مارتے پھر جہاں تک ہاتھ پہنچتا اپنے بدن پر ہاتھ پھیر لیتے تھے، سر اور چہرہ سے ابتدا کرتے پھر بدن کے پہلے سامنے حصہ پر ہاتھ پھیرتے پھر بدن کے جس حصہ تک ہاتھ پہنچتا آپ وہاں تک ہاتھ پہنچاتے۔ یہ عمل آپ تین مرتبہ کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

کتاب و سنت سے جھاڑ پھونک کا عمل جائز ہے، چاہے آدمی خود کرے یا دوسروں سے کرائے۔ البتہ قرآن و حدیث کو ذریعہ بنا کر جھاڑ پھونک کے کام کو پیشہ بنا لینا اور حرام و حلال کی تمیز کو اٹھا لینا یہ ناجائز اور حرام ہے، اسی طرح شرکیہ کلمات سے دعا و تعویذ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ جھاڑ پھونک کو جنہوں نے پیشہ بنا لیا ہے وہ عموماً غیر محرم عورتوں کو اپنے پاس بلاتے ہیں یا یہ عورتیں خود جاتی ہیں، بعض بے حیا و بے شرم ان عورتوں کے بدن پر ہاتھ بھی رکھتے ہیں، یہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ جھاڑ پھونک کے لئے ان کے پاس جانا چاہئے جو متقی پرہیزگار اور اللہ والے ہوں، ہر جاہل اور بدعتی سے جھاڑ پھونک نہیں کرانا چاہئے۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ کسی عالم سے پوچھ کر احادیث میں جھاڑ پھونک کا جو بیان مذکور ہے اس کو سیکھ لے اور وہ عمل خود کرے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امن روحانیت کیلئے اور جسم و جان کی حفاظت کی خاطر سونے سے پہلے یہ عمل کیا کرتے تھے۔ جو عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا اس سے زیادہ نفع بخش اور برکت والا دوسرا عمل نہیں ہو سکتا ہے ــــــ بعض تصوف کے مخالفین مطلقاً جھاڑ پھونک کے عمل کو ناجائز بتلاتے ہیں یہ انکی انتہا پسندی اور کتاب و سنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے جھاڑ پھونک اور دعا کرنے کرانے کا عمل ثابت ہے اس وجہ سے مطلق انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

حضرت مدنیؒ کے ملفوظات سامیہ

فرمایا ۔ کھانا پینا، سونا جاگنا وغیرہ نیت سے عبادت ہو جاتا ہے اور
بلا نیت یا بنیت ریاء و (شہرت) نماز بھی عبادت نہیں رہتی ۔

فرمایا ۔ اپنے چلنے بیٹھنے، سونے جاگنے کو عبادت بنائیے انسان
تصحیح نیت سے اپنے تمام اوقات کو عبادت کرلے گا ۔

فرمایا ۔ کہ سلوک سے مقصود اصل احسان ہے، یعنی سالک میں ملکۂ
راسخہ پیدا ہو جائے کہ اس کا ہر کام اس طرح ہو کہ اللہ کی طرف اس کا ہر دم دھیان
رہے، اور یہ مبدأ (یعنی سلوک کی ابتدا) ہے اور سلوک کی انتہا یعنی اس کا مقصد
اصلی یہ ہے کہ بندوں کو اللہ کی رضا حاصل ہو جائے ۔

فرمایا ۔ کہ انسان کے اعمال میں نقائص کا ہونا فطری امر ہے مگر انسان
کا فریضہ ہے کہ نقائص کے ازالہ میں کوشاں رہے اور اللہ تعالیٰ ہر نماز میں خلوص
سے کہتا رہے ۔

فرمایا ۔ مجبور اس کو کہتے ہیں کہ جس کو بلا قدرت اور بلا اختیار والے
نے کیا ہو اور اگر کوئی شخص کسی کام کو اپنے اختیار و ارادے سے کرتا ہے، اس کے کرنے
کے وقت میں اس کا ارادہ و اختیار موجود ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میں چاہوں تو اس
کو کروں اور چاہوں تو چھوڑ دوں وہ مجبور نہیں ہے، ہم کو اگر کوئی چھت سے گرادے

تو نیچے آنے میں مجبور ہیں ہم اپنے اندر روکنے کی طاقت نہیں پاتے ہیں، ہمارا نیچے آنا
بغیر ہمارے اختیار کے ہوگا اس میں ہم مجبور شمار کئے جائیں گے، مگر اوپر چڑھنا اور
سیڑھیوں پر قدم رکھنا بلا مجبوری ہوگا۔ اپنے اختیار وارادہ سے ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جو کام
کرنے والے کے ارادہ واختیار سے ہو وہ مجبوریت نہیں ہے خواہ چوری ہو یا ڈاکہ یا
کوئی دوسرا کام اور جس کام میں ہمارا اختیار وارادہ موجود نہ ہو وہ مجبوریت ہے۔
اللہ تعالیٰ کے علم کی وجہ سے لوگ مجبور نہیں ہوتے ان کا اختیار ان کی پوری طرح رہتا
ہے اسی کی بنا پر لوگوں سے مواخذہ ہوتا ہے کہ تم کو ہم نے حکم کیا تھا کہ چوری مت کرو۔
تم نے اپنے اختیار وارادہ سے چوری کیوں کی۔

فرمایا۔ محبوب حقیقی (یعنی اللہ) ہر چیز کو دیکھتا ہے ہر چیز کو سنتا ہے
اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، وہ شدید الغیرۃ ہے، اس کے سامنے بجز خشوع وخضوع اور راز ہائے
سربستہ کے اخفاء اور اظہار عبودیت کا ملہ اور اتباع سید المشتاق (علیہ السلام) کوئی چیز
کارآمد نہیں، جاہ طلبی ومال طلبی اس کی سخت غضبناکی کا باعث ہے۔

فرمایا۔ روزانہ مغرب یا عشاء کے بعد سورہ مزمل گیارہ مرتبہ اول وآخر درود شریف
گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھا کریں اور جب فاتخذہ وکیلا پر پہونچا کریں تو ۲۰ مرتبہ حسبنا
اللہ ونعم الوکیل پڑھا کریں انشاء اللہ تنگدستی رفع ہو جائے گی۔

فرمایا۔ زنا بالقلب (یعنی دل میں کسی غیر عورت کا تصور جمانا) اور اس
قسم کے تفکرات کا علاج سوائے استغفار اور الحاح زاری بارگاہ رب العلمین کیا ہو سکتا
ہے اس قسم کے گناہوں کے لئے ارشاد ہے۔ ان الحسنات یذھبن السیأت
(یعنی نیک اعمال چھوٹے گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں) اور اس قسم کے گناہ پنج گانہ نماز
باجماعت اور نماز جمعہ اور نوافل وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔

فرمایا۔ ذکر واذکار اور معمولات میں فرق نہ آنے دینا چاہئے خواہ دل
لگے یا نہ لگے دل کا لگنا مطلوب نہیں اللہ کا راضی کرنا مقصود ہے اس کی کوشش

جاری رہنا چاہیئے ۔

فرمایا ۔ استغفار اور دیگر اذکار نیت خالص ہی سے پڑھنا چاہیئے ۔ اوراد کو ادا کرنا کوئی مستقل چیز نہیں ہے ۔

فرمایا ۔ دل لگا کر تضرع و زاری کرنا عبادت ہی ہے بلکہ افضل ترہے اس کو عمل میں لانا چاہیئے ۔

فرمایا ۔ کہ ہم کتنی بھی عبادت کریں شانِ الٰہی کے سامنے وہ نہایت حقیر و ناقص ہے، جب کہ سرور کائنات سید الرسل علیہ السلام فرماتے ہیں ما عبدناک حق عبادتک وما عرفناک حق معرفتک (اے اللہ ہم نے جو تیری عبادت کا حق تھا اس طرح کی عبادت نہ کی اور تیری معرفت کے حق کے مطابق ہمیں تیری معرفت حاصل نہیں ہوئی) تو ہم اور آپ کس شمار و قطار میں ہیں ۔

فرمایا ۔ ایک چیز باری تعالیٰ کی صمدیت ہے کہ وہ تمام حاجتوں کا ماوی و ملجا ہے، اسی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اور وہی سب کو پورا کرنے والا ہے اور ہم ہر لمحہ اسی کے محتاج ہیں لیسے دربار میں باخلاص حاضر رہنا، بالخصوص جب کہ وہ ہمارے حرکات و سکنات، اقوال و اعمال، نیات خطرات (وساوس) سب کو جاننے والا ہے، اس غور و فکر سے انشاء اللہ حالت پلٹ جائے گی ۔

فرمایا ۔ جس وقت غصہ آئے اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور اس کی قدرت کو یاد کیجئے ۔

فرمایا ۔ جو رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا، رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا رحم کرے گا، لوگوں پر رحم کرنے اور احسان کرنے کی عادت ڈالیے ۔

فرمایا ۔ نظر کی حفاظت کیجئے، استغفار اور ذکر کی کثرت کیجئے، تقلیل شہوت کو روکئے، مشتبہات سے اجتناب کیجئے ۔

فرمایا ۔ تمام مسلمان آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم ہیں۔
سب سے محبت رکھنی اور خیر خواہی ہونی چاہئے۔ اور ان کیلئے دعا کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

فرمایا ۔ دعا میں دل لگانا ضروری ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے ان اللّٰہ لا یقبل الدعا بقلب لاہ (اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول نہیں
فرماتے جو دل لگا کر نہ کی جائے یعنی دل غافل ہو) لہٰذا دعا میں دل لگنا ضروری ہے،
یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ خلوص دل سے نکلتی ہے
تاہم اگر دل نہ لگے تب بھی فائدہ سے خالی نہیں لیکن کوشش کرنا ضروری ہے۔

فرمایا کہ دعا اور تلاوت کلام پاک میں فرق ہے، قرآن مجید کے الفاظ
اور حروف چونکہ اللہ تعالیٰ سے سرزد ہوئے ہیں اس وجہ سے قرآن مجید کی تلاوت میں
اگر دل نہ بھی لگے تب بھی ثواب آخرت اور اثر سے خالی نہیں ہے اور دعا میں یہ بات کہاں۔

فرمایا ۔ جس نے فریضہ حج ادا نہیں کیا اس کا دوسروں کا حج بدل کرنا
مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک ادا ہی نہیں ہوتا۔

فرمایا ۔ ماں باپ آپ کی جنت اور نار ہیں خبردار ذرا بھی ان
کے دل کو نہ دکھائیے، کوئی صورت ان کی حکم عدولی کی نہ ہونی چاہئے۔ بجز لا طاعۃ لمخلوق
فی معصیۃ الخالق کے (یعنی اللہ کی نافرمانی کی بات ہو تو تب تو ماں باپ کی بات
رد کر دی جائے گی ورنہ اور کسی وجہ سے ان کا حکم ٹالنا جائز نہیں ہے)

فرمایا ۔ تعلق بالشیخ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیخ کو تمام مشائخ سے افضل
و اعلیٰ ہونے کا عقیدہ رکھا جائے اور نہ یہ سلوک میں ضروری ہے، بلکہ اس کا مطلب
یہ ہے کہ جس کو شیخ بنایا جائے اس پر کامل اعتماد ہو دوسروں کی طرف نظر نہ کی جائے
تبھی اس شیخ سے فائدہ متوقع ہے۔

فرمایا ۔ معمولات کا پڑھنا اور خدمت خلق و دین انجام پا جائے لوجہ اللہ
ہو اور کسی دنیاداری اور شخصی طمع سے نہ ہو بہت بڑی نعمت ہے۔

فرمایا۔ تقریر میں زبان جہاں تک ہو عام فہم اختیار کیجئے، جو لوگ الفاظ کی چمک دمک کی طرف جاتے ہیں میرے خیال میں غلطی میں مبتلا ہیں، ہاں نیت کی درستگی ضروری ہے جو کہ واقعہ میں مشکل کام ہے، اپنی شہرت تقریر لوگوں کی واہ واہ ریا و سمعہ وغیرہ مقصود نہ ہونی چاہئے۔

فرمایا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ خواہ صحابہ کرام ہوں یا اولیائے عظام، ائمہ حدیث، فقہ و کلام کوئی بھی معصوم نہیں ہے سب سے غلطیاں ہو سکتی ہیں، مگر ان کے متعلق احادیث کی شہادتیں قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہیں اور ان کے اعمال نامے اور اتقاء و علم کی تاریخی روایات معتبرہ اس قدر امت کے پاس موجود ہیں کہ قرون حالیہ کے پاس اس کا عشر عشیر نہیں ہے، ان پر تنقید انہیں جیسے پایۂ علم و اتقاء والا کر سکتا ہے ہمارے زمانہ کے ٹٹ پونجئے جنکے پاس نہ علم ہے نہ تقوی کیا منہ رکھتے ہیں کہ زبان دراز کریں سوائے اپنی بدبختی کے اظہار کے اور کیا حیثیت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو انکی مدح فرماتا ہو اور یہ کم بخت انکی شان میں ہذیان بکتے ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم من بعدی غرضا اور یہ بدبخت ان کی شان میں بدگوئیاں کرتے ہیں سوائے بدنصیبی کے اور کیا ہے۔

صلا کا بقیہ :-

تمام صحابہ نے اجماع اور اتفاق کیا یہ اتباع کے لائق اور اس سے بہتر ہے۔

(المغنی صفحہ ۲۰۳ ج ۱)

یہی وہ اقوال ہیں جن کے ائمہ اعلام قائل ہیں اور اسی کو حنابلہ نے لیا اور اس پر تمام صحابہ کرام نے اجماع اور اتفاق کیا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

محرم ۱۴۰۱ھ

جمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

اخلاقی امراض کا شرعی علاج

رشوت

معلوم ہے کہ اکل حرام اور کسب حرام بدترین گناہ ہے، قرآن وحدیث میں اس کی برائی مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے، حرام طریقے سے جو چیز بھی حاصل کی جائے گی وہ برکت سے خالی ہوگی، اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہوگا۔

رشوت بھی حرام کمائی کا ایک ذریعہ ہے، جس طریقے سے حرام کمائی کے دوسرے ذریعے اور طریقے حرام ہیں اسی طرح ہماری شریعت میں رشوت کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے مختلف حدیثوں میں رشوت کی برائی مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے، اور صرف یہی نہیں کہ رشوت کا لینا ممنوع اور حرام ہے بلکہ رشوت کا دینا بھی حرام اور ناجائز ہے۔ رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے، طبرانی کی ایک حدیث میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

لعن اللہ الراشی والمرتشی فی الحکم — یعنی اللہ کی اس پر لعنت ہے جو فیصلہ کرنے اور کرانے میں رشوت لیتے ہیں یا رشوت دیتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم بھی رشوت لینے اور دینے والوں پر لعنت فرماتے تھے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی۔ — یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم رشوت کے لینے دینے والوں پر لعنت فرماتے تھے۔

رشوت کا لینا صریح ظلم ہے، رشوت لینے والا ظالم ہوتا ہے اور چونکہ رشوت دینا
یہ ظالم کی اعانت ہے اس لئے رشوت دینے والا بھی ملعون قرار پایا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنی خوشی سے آدمی رشوت پیش کرتا ہے اور یہ
عموماً اس وقت ہوتا ہے جب کہ ناجائز طریقہ پر کوئی کام کرانا ہوتا ہے، جیسا کہ یہ بات
آج کے زمانہ میں عام طور پر رواج پا گئی ہے، رشوتیں دیکر اپنے حق میں مقدمات کا فیصلہ
کرا لیا جاتا ہے۔ دوسروں کی جائیداد پر قبضہ کر لیا جاتا ہے، رشوتیں دیکر ملازمت
حاصل کی جاتی ہے اور افسران کو رشوتیں دیکر حکومت کو ادا کی جانے والی بڑی بڑی
رقمیں ختم یا کم کرالی جاتی ہیں۔ رشوتوں کے ذریعہ ملازمت کا حاصل کرنا عام دستور
بن گیا ہے، غریب انسان اپنی لیاقت اور صلاحیت کی بنیاد پر ایک جگہ کا مستحق ہوتا
ہے، لیکن دوسرا رشوت کی ایک بڑی رقم دیکر اس کا حق مار لیتا ہے۔ غرض رشوت
لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جرم اور گناہ میں برابر کے شریک ہیں اس لئے دونوں
کو اللہ اور اس کے رسول نے ملعون قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے کو یہ سزا سنائی گئی
ہے۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے:

الراشی والمرتشی فی النار
(ترغیب ص۱۴۳ ج۳)

یعنی رشوت لینے والا اور رشوت کا دینے
والا دونوں جہنم میں ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس قوم میں رشوت خوری عام ہو جاتی ہے لوگوں کے دلوں
سے اس کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے، اور اس کے دل میں دوسروں کا خوف و رعب پیدا
ہو جاتا ہے، حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضورؐ سے یہ ارشاد
فرماتے سنا۔

جس قوم میں سود کا لینا دینا پیدا ہو جاتا ہے اس کو قحط میں مبتلا کر دیا
جاتا ہے، اور جس قوم میں رشوت خوری ظاہر ہوتی ہے اس میں دوسروں کا

ڈر اور رعب پیدا ہو جاتا ہے، (ایضاً ص ۳۷۶۱ ج ۲)

آپ دیکھیں گے کہ رشوت لینے والا آدمی عام طور پر اپنے ضمیر کے خلاف کام کرتا ہے، یہ بھی ایک قسم کا اندرونی رعب ہی ہے، بہادر اور غیر مرعوب انسان ضمیر کے خلاف کام کرنا قطعاً گوارا نہیں کرتا ہے، رشوت کا جو انسان عادی ہوتا ہے اس میں تملق اور چاپلوسی کا وصف پیدا ہو جاتا ہے یہ بھی اس رعب ہی کا نتیجہ ہے جو رشوت خور کے قلب پر رشوت خوری کی وجہ سے مسلط رہتا ہے۔

رشوت خور کی زندگی کا آپ مطالعہ کریں، جرأت و شجاعت اور مردانگی کے وصف سے وہ محروم ملے گا۔ قلب اس کا مردہ اور تاریک ہوگا، دوسروں سے وہ آنکھ سے آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتا۔

رشوت لینا کتنا بڑا گناہ ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے الرشوۃ فی الحکم کفر یعنی فیصلہ کرنے میں رشوت لینا کفر کے درجہ کی بات ہے (ترغیب صہ ۳۴۴ ج ۲) حاکم جب حکم اور قاضی کی کرسی پر بیٹھتا ہے تو وہ امین ہوتا ہے اس کو ہر قسم کی جانبداری سے ہٹ کر جو حق سمجھ میں آئے اس کا فیصلہ کرنا اس کی ڈیوٹی اور اس کا فریضہ ہے۔ شریعت نے اس کو بہت اہم ذمہ داری سونپی ہے، جو حق ہو اس کے مطابق فیصلہ کرنا لازم ہے، کسی لالچ میں آ کر حق کے خلاف فیصلہ کرنا خیانت اور بد دیانتی ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ارشاد کی روشنی میں اس کا یہ عمل کفر کا عمل ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ رشوت لے کر کسی معاملہ میں غیر شرعی فیصلہ کیا گیا اور جانب داری سے کام لیا گیا تو اس کا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ سے باندھ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، جہنم میں جس جگہ پھینکا جائے گا اس کی گہرائی پانچ سو سال کی ہے (ترغیب صہ ۳۴۴ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ رشوت خوری شدید جرم ہے اور چند سکے کی خاطر دیانت و امانت کا خون کرنا اور قرآن و حدیث اور شریعت کے خلاف فیصلہ

کتنا ظلم عظیم ہے، اس جرم اور ظلم کا عذاب بھی ایسا ہی شدید ہے ۔

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ رشوت خوری یہودیوں اور منافقوں میں عام تھی، یہود علماء رشوتیں لے کر رشوت دینے والوں کے حسب منشا فتویٰ دیا کرتے تھے، رشوت دینے والا جس طرح سے چاہتا فیصلہ کرالیتا تھا، انھیں یہود اور منافقین کی مذمت میں قرآن کی یہ آیت ہے :

تری کثیرا منھم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلھم السحت لبئس ما کانوا یعملون۔	آپ ان اہل کتاب میں سے بہتوں کو دیکھتے ہیں کہ دوڑتے ہیں گناہوں اور ظلم کی طرف اور حرام کھانے میں تیزی دکھاتے ہیں وہ بہت برا عمل کرتے ہیں ۔

سحت سے مراد حرام ہے، یعنی یہ یہود ناجائز اور حرام طریقہ سے مال حاصل کر کے کھاتے ہیں، اس میں رشوت، غصب، چوری، خیانت سب داخل ہے ۔ اس آیت کے تحت بحر محیط میں لکھا ہے :

الجمهور علی ان السحت هو الرشاء وقیل هو الربا وقیل سائر مکسب الخبیث۔	یعنی جمہور کے نزدیک سحت سے مراد رشوت ہے بعض لوگوں نے اس سے سود مراد لیا ہے اور بعض لوگ ہر خبیث کمائی سے اس کی تفسیر کرتے ہیں ۔

قرآن نے انھیں یہودیوں کے بارے میں کہا ہے اولئك ما یاكلون فی بطونھم الا النار یعنی رشوت نہیں کھاتے ہیں بلکہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں ۔

جس طرح رشوت دینا حرام اور ناجائز ہے اسی طرح ہر وہ عمل حرام ہوگا جو رشوت کا ذریعہ بنے، مثلاً رشوت دینے اور دلانے کی دلالی کرنا ۔ مسند احمد اور طبرانی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے

الراشی والمرتشی والرائش — رشوت لینے والے، رشوت دینے والے اور ان دونوں کے درمیان جو دلالی کرتا ہے ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔

غرض جس طرح رشوت لینا اور دینا حرام ہے اسی طرح رشوت لینے اور دینے کا انتظام کرنا اور اس کے لئے واسطہ بننا بھی حرام ہے۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ رشوت کا عمل خواہ لینے کا ہو یا دینے کا یا اس کی دلالی کرنے کا نہایت مذموم عمل ہے، اس سے آدمی اللہ و رسول کی لعنت کا اور اللہ کے عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

یہ بھی گزر چکا ہے کہ رشوت جب کسی قوم میں عام ہو جاتی ہے تو اس قوم سے شجاعت و مردانگی کی صفت سلب کر لی جاتی ہے اور اس میں رعب و خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے ہر اس مرض کی پوری نشاندہی کر دی ہے جس سے قومیں تباہ و برباد ہوں اور انسانی معاشرہ میں ظلم و زیادتی اور بگاڑ پیدا ہو، اور سماج میں بغض و حسد اور نفرت کا ماحول تیار ہو، اسلام چاہتا ہے کہ آدمی صالح معاشرہ میں زندگی گذارے، آدمیوں کے درمیان محبت و اخلاص کا رشتہ قائم ہو، کوئی کسی کا مال زور زبردستی اور ناجائز طریقہ سے حاصل نہ کرے، ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ ہو، کسی کے حق پر کوئی ڈاکہ نہ ڈالے۔

افسوس آج ہم نے اسلام کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے اور ہر روز ہمارے اندر دین سے دوری پیدا ہوتی جا رہی ہے، ہماری نگاہ دوسروں کی تہذیب و تمدن کی طرف اٹھتی ہے، دین و شریعت سے انحراف بڑھتا جا رہا ہے، دین سے دوری کا جو نتیجہ ہونا چاہئے وہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، آج ہم ذلیل و خوار ہیں، ہمارے اخلاق و اطوار بدل گئے ہیں طرح طرح کے تباہ کن اخلاقی امراض ہم مسلمانوں کی زندگی میں پیدا ہو چکے ہیں یہ اللہ کا عذاب ہے جو ہم مسلمانوں پر دین سے دوری کے نتیجہ

میں مسلط کر دیا گیا ہے۔

کتاب الزہد میں حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

اذا عمل المنکر جهارا استحقوا کلهم العقوبة (ص۲۸۰) یعنی جب برائی کھلے طور پر کی جانے لگے تو سارے لوگ عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں

آج برائیاں عام ہو چکی ہیں کسی کے دل میں خطرہ بھی نہیں گذرتا کہ وہ برا کام کر رہا ہے، رشوت لینے والا رشوت لیتا ہے، اسے نہ شرم آتی ہے اور نہ اس کے دل میں کسی طرح کا کوئی خوف پیدا ہوتا ہے، نہ اس کا نفس اس کو ملامت کرتا ہے، ظلم کرنے والا اپنے ظلم کی داستان بہت فخر سے بیان کرتا ہے۔ خیانت اور بدعہدی جھوٹ اور نفاق مسلمانوں کے معاشرہ میں بھی عام ہے، اور ہر برائی آرٹ اور فن بن چکی ہے، اور لوگ اس آرٹ اور فن کا کھلے طور پر مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ بڑے سے بڑا گناہ کرنے کے بعد بھی خدا کا خوف آدمی کے دل میں نہیں گزرتا۔ خوف و خشیت سے قلوب خالی ہو چکے ہیں اور اللہ کے رسول کا یہ ارشاد حرف بحرف صادق آ رہا ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا اول شئ یرفع من هذه الامة الامانة والخشوع حتی لا تکاد تری خاشعا یعنی پہلی چیز جو اس امت سے اٹھالی جائیگی وہ امانت داری اور خشوع ہے یہاں تک کہ تم اللہ کے سامنے کسی کو جھکنے والا نہیں پاؤگے۔

آج ہمارا حال کچھ اسی طرح کا ہو گیا ہے، اللہ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے اور اپنی مرضیات پر چلائے۔

رشوت کے بارے میں کئی باتیں سوچنے کی ہیں ایک تو یہ ہے کہ یہ کسب حرام ہے اور کسب حرام میں برکت پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا دوسرے یہ کہ عام طور پر رشوت لینے اور دینے والا ظالم اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والا ہوتا ہے۔ جو بہت بڑا گناہ ہے، تیسرے آدمی یہ سوچے کہ جس طرح وہ اپنے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ

اس کا حق مارا جائے اور اس پر ظلم ہو اسے بھی مناسب نہیں ہے کہ یہی معاملہ دوسرے
کے ساتھ اس کی وجہ سے ہو، چوتھے یہ کہ اور اس بات کو دھیان میں رکھا جائے کہ راشی اور
مرتشی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، اور جو شخص خدا اور رسول کی بارگاہ میں ملعون ہو اس کی
زندگی میں کسی طرح کی خیر و برکت کا تصور نہیں کیا جا سکتا، نیز یہ بات بھی ہمیشہ ذہن
میں رہے کہ کسب حرام کا فساد صرف انسان کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ
اس کی نحوست اس کے بال بچوں اور خاندان کے دوسرے افراد تک بھی اثر انداز
ہوتی ہے۔

اگر آدمی ان باتوں کو ذہن میں رکھے تو بڑی حد تک رشوت ہی کیا کمائی کے
ہر ناجائز اور حرام طریقہ سے بچ سکتا ہے۔

صفحہ ۲۵ کا بقیہ :-

(۱۴) مسئلہ نمبر ۱۳ میں صرف یہ واس ہے مولانا غازی پوری نے غیر مقلدین کا جو شاذ
مذہب نواب صدیق حسن خان صاحب اور نواب حیدر آبادی کے اقوال سے ثابت کیا ہے اس کا موصوف
مجیب سلمہ سے رد نہیں ہو سکا، البتہ ایک دھاندلی ان کی ملاحظہ فرمائیے۔
وقیل تجب فیما اذا کانت للتجارۃ کا ترجمہ فرماتے ہیں۔
یعنی مذکورہ اموال زکوٰۃ کے سوا دیگر اشیاء میں بھی زکوٰۃ ہے، اگر وہ تجارت
کے لئے ہوں۔

اہل علم غور فرمالیں موصوف نے اس ترجمہ میں کتنی دیانت کا ثبوت دیا ہے، اصل لفظ
قیل کا ترجمہ ہی اڑا دیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب نہیں
ہے بلکہ یہ ضعیف قول ہے۔ اپنی اس دیانت کے باوصف موصوف سلمہ کتابوں
کی دوکان سجائے ہوئے ہیں۔

(باقی آئندہ)

نور الدین نور اللہ الاعظمی

محرم ۱۴۰۱ھ

کتاب خمار زہد پر ایک نگاہ

مفتاحی

احناف پر غیر مقلدین حضرات کی کرم فرمائیاں اسی وقت سے ہیں جب سے برصغیر ہند میں ان کا وجود ہوا ہے، انکے ذہن و دماغ کی ساری توانائیاں اسی پر خرچ ہوتی رہی ہیں کہ فقہ حنفی سے برصغیر کے مسلمانوں کو برگشتہ کردیا جائے، اس نیک عمل یا دینی جہاد میں ان کا ہر چھوٹا بڑا ہمیشہ حصہ لیتا رہا ہے، ادھر جب سے ان حضرات کا تعلق خلیجی ممالک اور سعودیہ سے ہو گیا ہے، اور یہ اہل حدیث سے سلفی بن گئے ہیں، ان کا میدان عمل بس صرف ایک رہ گیا ہے کہ حضرات ائمہ احناف، فقہ حنفی اور تقلید کے خلاف اپنے اندر کی تمام غلاظتیں باہر کردی جائیں، یہ عمل ایک مدت سے اور بڑے تسلسل سے جاری ہے۔

علماء دیوبند کا ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالمی پیمانہ پر دینی و تحقیقی علمی و ادبی سیاسی و سماجی میدانوں میں جو کارنامہ ہے اس سے پوری دنیا واقف ہے اور اس کا اعتراف ہر جگہ کیا جاتا رہا ہے، غیر مقلدین حضرات کو علمائے دیوبند کی یہ خدمات ایک آنکھ نہیں بھاتی ہیں اس لئے ان کی نگاہ کرم دیوبندیوں پر بطور خاص ہے، آج کل دیوبندیوں کو اسلام سے باہر کردینے کی پوری کوشش ہے الدیوبندیہ نامی کتاب کی اشاعت اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔

یہ کتاب کیا ہے، جھوٹ فریب دھوکا کا پلندہ کہہ لیجئے، مگر غیر مقلدین حضرات کو یہ خوش فہمی ہے کہ اس کتاب نے دیوبندیوں کو اسلام سے باہر کردیا ہے اب اگر کوئی

مسلمان ہے تو بس یہی وہ اور وہ چار والی جماعت ، جس کا قبلہ و کعبہ خلیجی ممالک ہیں اور شیوخ عرب جن کے داتا و آقا ہیں ۔

غیر مقلدین حضرات کی تعدیاں اور ان کا ظلم جب حد سے آگے بڑھ گیا تو انکی زبان و قلم پر روک لگانے کیلئے اور خود وہ کیا ہیں یہ بتلانے کیلئے حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری نے قلم اٹھایا اور بہت قلیل عرصہ میں پانچ کتابیں ، دو عربی میں اور تین اردو میں لکھ کر عوام کے ہاتھوں میں پہونچا دیا ۔

مولانا موصوف کی یہ کتابیں غیر مقلدین کے حق میں بم کا گولہ ثابت ہوئیں اور ان کا قصر سلفیت و اہلحدیثیت دھڑام سے نیچے آگیا ۔ یہ کتابیں ایسا آئینہ ہیں جس میں ان سلفیوں اور اہلحدیثوں کا چہرہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے ، اور پھر یہ کتنے بڑے سلفی اور کیسے اہلحدیث ہیں اس کا اندازہ کرنا اس کیلئے کچھ مشکل نہیں ہوتا ۔

ان کتابوں کے شائع ہونے کے بعد ہی سے غیر مقلدین کا ہر بالغ و نابالغ تلملایا ہوا ہے ، دو سال سے سنا جا رہا تھا کہ ان کتابوں کا رد لکھا جا رہا ہے ۔ بنارس کے ایک مرکزی جامعہ میں اس کے لئے ایک کمیٹی بھی ترتیب دی گئی تھی ۔ ہمیں بھی شوق سے ان کتابوں کے رد کا انتظار تھا ، بالآخر یہ انتظار کی گھڑی ختم ہوئی اور بڑی محنتوں اور کاوشوں کے بعد " اسلم ملک " کے فرضی نام سے ایک کتاب " خمار زہرہ " وجود میں آئی ۔

یہ کتاب مولانا غازی پوری کی صرف ایک کتاب مسائل غیر مقلدین کے چند مسائل کا رد ہے جن کی نگاہ سے یہ کتاب گزرے گی وہ خود ہی جان لیں گے کہ " مسائل غیر مقلدین " جیسی قاہر کتاب کا یہ رد کیونکر ہے ۔ کاشی کے پاٹھ شالہ میں بیٹھ کر سنسکرت زبان میں یہ کتاب لکھی گئی ہے ، کتاب کی زبان اور انداز تحریر کا نمونہ ملاحظہ ہو :

" اچھا تو سُن لیجیے دراصل ایک بلوان مہا پرش شکتی مان اور یدھ لانے سیدانتہ کی دھرتی پہ ایک اردوان شکچھک اور اپدیشک کا روپ دھارن کیا ہے ۔ "

دھنئے ہو، دھنئے ہو کون ہیں وہ میاں پرش؟ کیا شبھ نام ہے ان کا؟
ان کا درشن تو کرائیے؟ ان کا چتر تو بتلائیے؟ کیا آدیش ہے انکا؟
کیا اپدیش دیتے ہیں وہ؟ (ص۱۳۱)

اس طرز نگارش میں مسائل غیر مقلدین کا جواب دیا جارہا ہے، مجیب صاحب کو مسائل غیر مقلدین نے ننگی کا ناچ نچا دیا ہے، اس لئے وہ بہروپئے کے روپ میں نظر آرہے ہیں۔

ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں مجیب صاحب:

"سید واڑیات کا جو بھگوا رنگ ہے وہ خمار زہد کا نتیجہ ہے، اس خمار زہد نے سید واڑیات میں نوع بنوع رقص کیا ہے، عریاں رقص کلاسیکل رقص، بھنگڑا رقص، اپردار رقص وغیرہ اس نے گھونگروؤں کے رقص ہائے حاشا کو ماند کر دیا ہے"(۱) (ص۱)

یہ مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کی کتاب "مسائل غیر مقلدین" کا جواب دیا جارہا ہے اور جواب دینے والے ہیں اسلم ملک نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ وزادہ علماً وفضلاً۔

پوری کتاب جو ۲۲۸ صفحات پر پھیلی ہے اسی طرح کی گندگیوں سے آلودہ ہے نجیب السبیلین سلمہ ص۱۲۴ پر فرماتے ہیں:

بحر سفاہت کے یہ مدہیل اور شارک، غار درایت کے یہ اژدہے کوہ الوند کے یہ گدھ، کتاب الحیل کے جنگل کے یہ بھیڑئے، صحرائے تاویل کے خارہ پشت، دریائے خرد کے مگرمچھ(۲)

---

(۱) (۲) یہی وہ طرز و مزاج کی قسم ہے جس پر غیر مقلدوں کو ضبط کے باوجود اپنی ہنسی پر قابو پانا دشوار ہوتا ہے۔ محدث ص۲۶ جون ۱۹۹۸ء

حضرت کا یہ اقتباس اس لئے دیا گیا ہے کہ ناظرین معلوم کرلیں کہ پوری کتاب کا
انداز تحریر و بیان شروع سے آخر تک یہی ہے۔
ہزار گالیوں کے باوجود بھی مسائل غیر مقلدین میں غیر مقلدین حضرات کی
جو حقیقت نمایاں کردی گئی ہے اس پر کچھ فرق پڑنے والا نہیں ہے۔
یہ کتاب خمار زہرہ جب حضرت مولانا غازی پوری مدظلہ کے ہاتھ میں پہنچی
تو چند ابتدائی صفحات بھی وہ نہ پڑھ سکے، اور نجیب السبیلین سلمہ کے حق میں
چند دعائیہ کلمات کہکر کتاب کو ایک کونہ میں ڈالدیا۔
خمار زہرہ کے مندرجات سے کسی کے لئے بھی اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ
مولانا غازی پوری مدظلہ کی کتابیں فرقہ غیر مقلدین پر صاعقہ آسمانی بن کر گری ہیں،
اوران کے پاس ان کتابوں کا جواب صرف دو طرح پر رہ گیا ہے، ان کتابوں کے مصنف
کو وہ جی بھر کر گالی دیں، دوسرے یہ کہ اپنے اکابر کے عقیدہ و مسلک کی نفی کریں
ان دو راہوں کے علاوہ تیسری راہ کوئی اوران کے پاس نہیں ہے۔
اس کتاب میں مسائل غیر مقلدین کے جواب کا یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے، پوری
کتاب گالیوں اور ہرزہ سرائیوں سے بھری ہے، اس کا جواب تو بس اتنا ہے کہ اللہ
کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اس بات کی حرف بحرف تصدیق ہورہی ہے کہ منافق کی
علامتوں سے ایک علامت یہ ہے کہ اذا خاصم فجر یعنی منافق جب اختلاف
کی بات میں پڑتا ہے تو گالیاں دینے لگتا ہے، ہمارے نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ
نے اس کتاب میں اس کا خوب خوب مظاہرہ کیا ہے، ہم چاہیں تو انھیں کے لب ولہجہ میں
اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش نظر ہے واذا مروا
باللغو مروا کراما یعنی اللہ کے بندے جب لغو چیزوں سے گزرتے ہیں تو شریفانہ
انداز میں گذر جاتے ہیں، اس لئے ہم بھی موصوف مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ کے حق میں
بس دعا، خیر ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو حق کی روشنی عطا فرمائے، عقل سلیم

دے۔ بات کرنے کا شریفانہ انداز ان کو سکھلا دے اور غیر مقلدیت کی گمراہی سے وہ نکلیں، اسلاف کا احترام کرنا سیکھیں، بزرگوں اور اسلاف کی بد دعائیں ان کا مقدر نہ بنیں۔

نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ اپنے مسلم بزرگوں کی باتوں کو تسلیم کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہیں۔ اب اس کا کیا علاج۔ اختلافی مسائل میں گفتگو مسلم شخصیتوں کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہے نہ کہ نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ جیسے برخورداروں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اگر ایک بات ان کے بڑے تسلیم کرتے ہیں اور برخوردار سلمہ اللہ تعالیٰ کو وہ تسلیم نہیں ہے تو ان کو کوئی گھاس بھی نہیں ڈالے گا بڑوں ہی کی طرف نگاہ اٹھے گی، بات انھیں کی معتبر ہوگی اختلافی مسائل میں بڑوں ہی کی بات پر نقد و تبصرہ ہوگا، معلوم نہیں نجیب السبیلین سلمہ اللہ کو یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ ان کا قول اور ان کی رائے اور ان کا فکر ان کے بڑوں کے خلاف در خور اعتنا ہوگا، آپ فرما رہے ہیں:

صفحہ ۱۷

۔ یہ مسائل غیر مقلدوں اور غیر مقلدیت کے ہیں اہل حدیثوں کے نہیں۔

تو مولانا غازی پوری نے یہ کب کہا ہے کہ یہ مسائل اہلحدیثوں کے ہیں، مولانا غازیپوری کی کتاب کا نام ہی ہے۔ مسائل غیر مقلدین، اہلحدیثوں کے یہ مسائل ہو ہی نہیں سکتے ہیں، جو اہلحدیث ہوگا وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے سایہ میں زندگی بسر کرے گا، وہ اسلاف کے طریق پر ہوگا، وہ اللہ والوں کا احترام کریگا وہ اپنے دل و دماغ کو صاف ستھرا رکھے گا، وہ اپنی زبان کو گالیوں سے گندہ نہیں کرے گا اور اس کا عقیدہ و مذہب وہ ہوگا جس پر صحابہ کرام چلا کرتے تھے مولانا غازی پوری نے تو اپنی کتابوں میں یہی دکھلایا ہے کہ یہ عقائد اور مسائل غیر مقلدوں کے ہیں اہلحدیثوں کے نہیں، پھر آپ کیوں خفا ہو رہے ہیں اور گالیوں سے اپنی زبان کو کیوں گندی کر رہے ہیں۔

مجیب السبیلین سلمہ مزید فرماتے ہیں :

"غیر مقلدین اور غیر مقلدیت کون سی چڑیا ہوتی ہے ہمیں نہیں معلوم۔" ص۱۷

اگر اس چڑیا کا آپ کو پتہ نہیں تو آپ مولانا غازی پوری کو گالی کیوں دے رہے ہیں اس میں ان کا کیا قصور ہے ، اس چڑیا سے جاہل رہنا یہ آپ کا قصور ہے گالی دینا تو اس کا علاج نہیں ۔

پھر تعجب ہے کہ آپ کو مولانا غازی پوری کی کتابیں پڑھ کر بھی غیر مقلدیت کون سی چڑیا ہے اس کا پتہ نہیں لگا ، میرے پیارے سلمہ اللہ تعالیٰ ذرا غور سے مولانا غازی پوری کی کتابیں پڑھئے ، غیر مقلدیت کون سی چڑیا ہے اس کا پتہ لگ جائے گا ۔ اور اگر مولانا موصوف کی کتابیں پڑھنے سے الرجی یا عار ہے تو عالیجاہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم کی کتاب ترجمان وہابیہ پڑھ ڈالئے اس سے بھی غیر مقلدیت کونسی چڑیا ہے اس کا پتہ لگ جائے گا۔ عالیجاہ نواب صاحب بھوپالی مرحوم جو غیر مقلدوں کے بہت اونچے عالم ہیں وہ غیر مقلدین کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں :

"یہ لوگ اپنے دین میں وہی آزادگی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا خصوصاً دربار دہلی میں جو سب درباروں کا سردار ہے ۔ (ص۲۲ ترجمان وہابیہ)

کہئے اب آپ کو پتہ چلا کہ غیر مقلدیت اور غیر مقلدین کس چڑیا کا نام ہے؟ اور اس کا مصدر و منبع کیا ہے ؟

مسائل غیر مقلدین کے شروع میں میرا ایک مقدمہ ہے ، جس میں غیر مقلدین اور غیر مقلدیت کے تعارف کے سلسلہ میں ان کے بعض اعتقادات کو ذکر کیا گیا ہے اور حوالہ کے لئے مولانا غازی پوری مدظلہ کی معرکۃ الآراء کتاب وقفۃ مع اللامذہبیۃ کا نام دیا گیا ہے ۔ مجیب السبیلین سلمہ کا فرمانا یہ ہے کہ یہ اعتقادات اہلحدیثوں کے

نہیں ہیں، میں یہاں بھی یہی عرض کروں گا کہ ہم لوگ کب کہتے ہیں کہ یہ اعتقادات اہلحدیثوں کے ہیں یہ تو غیر مقلدوں کے ہیں جن کی پیشوائی اپنے اپنے زمانہ میں نواب وحیدالزماں، نواب صدیق حسن خاں، مولانا سید نذیر حسین دہلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کر رہے تھے۔ اگر آپ اہلحدیث ہیں اور آپ کے یہ اعتقادات نہیں ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد، ہم آپ کو گلے لگاتے ہیں مبارکباد دیتے ہیں، آپ غیر مقلدوں کو اہل حدیث سمجھ کر بلاوجہ ان کی حمایت کر کے اذا خاصم فجر کے مستحق بن رہے ہیں۔

البتہ یہ اعتقادات غیر مقلدوں کے اکابر کے ہیں یا نہیں تو اس کا انکار آپ لاکھ کیا کریں مگر ہم کو تو ان کی کتابوں میں ملتے ہیں، وتحفۃ مع اللامذھبیۃ میں سب کا حوالہ موجود ہے۔ تھوڑا سا اور انتظار کیجئے مولانا غازی پوری کی تیسری عربی کتاب جلد آرہی ہے اس میں اس کا اہتمام کیا جائے گا کہ سب عبارتوں کا فوٹو دے دیا جائے گا کہ آپ جیسے لوگوں کا عناد اور حق پوشی ظاہر ہو۔

مجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں بار بار یہ الزام لگایا ہے کہ حوالہ ناقص ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس کا حوالہ پورا موجود ہے اس کے بارے میں جناب کا کیا ارشاد ہے؟ پوری کتاب میں دو چار مسئلوں کا ذکر تو ہے نہیں ایک سو اسی مسئلوں کا ذکر ہے، آپ نے چند ہی مسئلوں سے تعرض کیا ہے، اور جس انداز میں تعرض کیا ہے وہ بھی خوب ہے کہ اقرار اور انکار دونوں ساتھ ساتھ چل رہا ہے

مجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ کے جواب کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا غازیپوری نے کنز الحقائق کی یہ عبارت نقل کی

من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر

اور اس پر یہ اعتراض کیا کہ تارک صلوٰۃ کو کافر کہنا یہ اہلسنت والجماعت کے جمہور کا مذہب نہیں ہے اگر تارک صلوٰۃ کو کافر کہا جائے تو بہت سے

مسلمانوں کو کافر کہنا پڑے گا، مولانا غازی پوری کا مقصد یہی ہے تعبیر انھوں نے اپنے انداز کی اختیار کی ہے۔

نجیب السبیلین سلمہٗ نے مسائل غیر مقلدین میں جو عبارت ہے اس کو درست نقل نہیں کیا ہے بلکہ اس طرح نقل کیا ہے۔ ومن ترك الصلوٰة فقد کفر، اور اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

"نواب حیدرآبادی نے بالکل الفاظ حدیث نقل کر دیئے ہیں" ص۱۸۹

اہل علم غور فرمالیں کہ کیا حدیث کے الفاظ یہی ہیں۔

اور میں تو کہتا ہوں کہ نواب صاحب کی عبارت نقل کرنے میں مولانا غازیپوری سے بھی سہو ہوا ہے، نواب صاحب کی عبارت یہ ہے

۔ ومن ترك الصلوٰة متعمدًا کفر

الفاظ حدیث یہ بھی نہیں ہیں نواب صاحب اس کے بعد فرماتے ہیں:

ويجب عليه التوبة بالاتفاق فان لم يتب يجب قتله (ص۳ کنز)

یعنی جو عمداً نماز چھوڑے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اس پر توبہ واجب ہے۔ اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس کو قتل کر دینا واجب ہے۔

اب اگر نواب صاحب مرحوم کے اس فتویٰ کی روشنی میں مولانا غازی پوری نے یہ کہا ہے کہ غیر مقلدین کی اکثریت کا فر ہے اس لئے کہ ان کا غالب طبقہ تارک صلوٰۃ ہے۔ تو انھوں نے کون سی بات اپنی طرف سے کہہ دی ہے، کیا نواب صاحب کے فتویٰ اور عبارت کا یہی حاصل نہیں ہے۔

کاش غیر مقلدین حضرات حق کی راہ اپناتے، عناد و تمرد سے دور رہ کر سنجیدہ انداز کی گفتگو کرتے تو ان سے کچھ مزید گفتگو کی جاسکتی تھی۔

(۲) مولانا غازی پوری مدظلہ نے نواب حیدرآبادی کی یہ عبارت نقل کی:

۔ و یبین ان یصلی فی النعلین ۔

یعنی نواب صاحب فرمارہے ہیں کہ جوتوں میں نماز پڑھنا مسنون ہے، جب کوئی یہ کہتا ہے کہ فلاں عمل مسنون ہے تو اس سے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ فلاں عمل کو جائز بتلا رہا ہے بلکہ اس کو یہ بتلانا ہوتا ہے کہ یہی عمل سنت ہے، اس کا چھوڑنے والا تارک سنت ہے اور سنت چھوڑنے کا اسے گناہ ہوگا۔

اس واضح حقیقت اور روز روشن کی طرح کھلی بات سے آنکھ بند کرکے ہمارے نجیب البیلین سلمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

۔ جواز کا راستہ سنت نے دکھلایا ہے اب اگر کوئی پڑھنا چاہے اور ایسے حالات ہوں کہ جوتے میں نماز پڑھنی پڑے تو جواز کا راستہ کھلا ہے۔ [ص۵۹]

عمل مسنون کی یہ تشریح غیر مقلدین کے اجتہاد کا خاص کرشمہ ہے، کسی نے کب بھلا سنت کا یہ مطلب سمجھا ہوگا، مبارک ہو نجیب البیلین سلمہ کو ان کی عبارت فہمی اور سنت کے معنی کی یہ توضیح و تشریح۔

(۳) مسائل غیر مقلدین کتاب کے مسئلہ نمبر ایک اور مسئلہ نمبر ۲ کے بارے میں موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو تاویل کی ہے اس کو کوئی بھی درست نہیں سمجھے گا۔ اور یہ ساری تاویل، ہم خود ہیں اپنے شکست کی آواز، کے قبیل کی ہیں، اس لئے اس پر گفتگو بیکار ہے مسائل غیر مقلدین میں ان دونوں مسئلوں پر جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) عرف الجادی کے حوالے سے مولانا غازی پوری نے یہ ثابت کیا تھا کہ غیر مقلدین کے نزدیک چار سے زیادہ شادی کی جا سکتی ہے۔

اس پر ہمارے نجیب البیلین سلمہ بہت برہم ہیں اور عرف الجادی کی لمبی چوڑی عبارت نقل کرکے ادھر ادھر بھاگنے کا بہت راستہ تلاش کیا مولانا غازی پوری کو منھ بھر کر گالی دی مگر آخر میں وہ بھی پہنچے تو اسی نتیجہ پر۔ فرماتے ہیں:

سید والاجاہ ایک علمی نکتہ پیش کر رہے ہیں، انھوں نے کوئی رائے
قائم نہیں کی ہے مزید انہیں دلائل کی تلاش ہے۔ ص۲۰۶

ہمیں کیا پتہ تھا کہ والا جاہ نے یہ کتاب مسئلہ بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ علمی نکتہ بیان کرنے کے لیے تالیف فرمائی تھی اور والا جاہ ہونے اور مجدد سلفیت غیر مقلدیت کے مقام بلند پر پہونچنے کے باوجود ان کو چار سے زیادہ نکاح کی حلت وحرمت میں شبہ ہی رہا اور اسی تردد وشبہ پر ان کا انتقال بھی ہو گیا یکو اس کا نام نجیب السبیلین سلمہ نے جواب رکھا ہے، والا جاہ صاف فرماتے ہیں:

" دعوی خصوصیت مفتقر بدلیل ست "

یعنی چار سے زیادہ بیوی رکھنے کو آنحضور کی خصوصیت بتلانا دلیل کا محتاج ہے، اس صاف اور صریح عبارت کے باوجود بھی نجیب السبیلین سلمہ کا یہ فرمانا کہ والاجاہ صرف ایک علمی نکتہ بیان فرما رہے ہیں، اپنا مذہب نہیں، عناد وتعصب کی بدترین مثال ہے۔

(۵) مسائل غیر مقلدین میں یہ لکھا گیا ہے کہ غیر مقلدوں کے یہاں تراویح کا کوئی متعین عدد نہیں ہے۔ اور حوالہ عرف اور کنز کا دیا گیا ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نواب حیدرآبادی اور نواب صدیق حسن خاں دونوں گیارہ رکعت تراویح کو اولی بتلاتے ہیں۔ مگر اس سے مولانا غازی پوری کی بات کا رد تو ہوتا نہیں ہے یہاں پر کیا پڑھتے ہیں اس کی بات نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ان اکابر غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کا کوئی متعین عدد نہیں ہے جب عدد متعین نہیں ہے تو وہ کوئی بھی عدد پڑھیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے، ہر شخص کے نزدیک وہ عدد اولیٰ ہوگا جو اس کی سہولت کے مطابق ہوگا۔

نجیب السبیلین سلمہ کو بھی احساس ہے کہ جواب بنتا نہیں، اسی لئے وہ فرماتے ہیں

" مسلک اہلحدیث کے ماننے والے آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں،

جمہور امت وائمہ عظام کیا کہتے ہیں۔ نواب حیدرآبادی، سید والاجاہ
کیا کہتے ہیں، ابن قدامہ اور شیخ الاسلام کی کیا رائے ہے، اس کی طرف
ملتفت ہونے کی ضرورت نہیں (مختصراً) ص۲۰۹

عزیزم سلمہ آپ ملتفت مت ہوئیے۔ آپ کے ملتفت ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے،
آپ کی حقیقت کیا ہے، کے آند و کے پیرشدی، مگر ہمیں تو متوجہ ہونے دیجئے۔ ہمارے
نزدیک والاجاہ، نواب حیدرآبادی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابن قدامہ حنبلی سب متوجہ
ہونے کی چیزیں ہیں، اور ہمیں ردا و اثباتاً ان کے اقوال سے استناد و احتجاج کرنے
کا حق حاصل ہے۔

سوال یہ بھی ہے کہ جب آپ کے نزدیک والاجاہ اور حیدرآبادی صاحب کا یہی
مقام ومرتبہ ہے تو پھر ان کی طرف سے دفاع وردکا آپ کو کیوں شوق ہو رہا ہے، مولانا
غازی پوری کے مخاطب تو وہ لوگ ہیں جو والاجاہ اور نواب حیدرآبادی کو اپنا مقتدیٰ
اور پیشوا مانتے ہیں اور ان کی باتوں کو اپنا دین ومذہب بتلاتے ہیں۔

ہمیں خوب معلوم ہے کہ آپ میں ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے جو شاہ ولی اللہ اور
سید اسماعیل شہید کو بھی اپنا مقتدیٰ نہیں مانتا ہے، والاجاہ اور حیدرآبادی کی بات
تو دور کی ہے۔

(۲) مولانا غازی پوری نے لکھا تھا کہ غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ جو روزہ رہنے پر
قادر نہ ہو تو اس پر فدیہ نہیں ہے اور دلیل میں عرف الجادی کا حوالہ دیا تھا، مجیب
السبیلین سلمہ سے اس کا انکار نہ ہو سکا تو فرماتے ہیں۔

مسلک اہلحدیث افراد کے خیالات پر قائم نہیں ہے، سید والاجاہ
ہوں یا تمام علماء وائمہ کرام۔ (مختصراً) ص۲۱۱

تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی والاجاہ کو مجدد سلفیت کا خطاب بھی دیا جائے گا، اور
ان کی حمایت میں دوسروں کے بارے میں گالیوں کا انبار بھی لگایا جائے گا۔ کر دیجئے انکار

اپنے تمام اکابر کا انشاء اللہ پھر آپ کے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا۔

(۷) مولانا غازی پوری نے نواب صاحب بھوپالی کے حوالے سے لکھا تھا کہ غیر مقلدین کے یہاں اگر کسی کا گھر مسجد سے قدرے فاصلہ پر ہو تو اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں اگرچہ وہ اذان کی آواز سنتا ہو، اس پر مجیب السبیلین سلمہٗ بہت برہم ہیں اپنے خاص انداز میں گالیوں سے نوازنے کے بعد جو کچھ فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ

"یہ سید والا جاہ کا خیال ہے شاید کوئی اہلحدیث اس سے ہم آہنگ ہو" ص ۲۱۴

اگر موجودہ زمانہ کا کوئی تو جو اپنے کو اہلحدیث کہتا ہے، نواب بھوپالی مرحوم کا انکار کرتا ہے تو کیا کرے مولانا غازی پوری کے پیش نظر تو وہ غیر مقلدین ہیں جو والا جاہ کو مجدد سلفیت قرار دیتے ہیں، آپ حضرات تو وہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تک کا انکار کرتے ہیں۔ آپ کو حجت تو اس چیز میں نظر آتی ہے جو آپ کے اجتہاد کے نتیجہ میں برآمد ہو، آپ کی جماعت ہی کے ایک محترم کا ارشاد ہے:

"شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الہٰی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں۔ (طریق محمدی ص ۲۰)

آپ کی جماعت کے انہیں محترم کا قول ہے:

"پس آؤ سنو بہت صاف صاف اور موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی۔ (ص ۲۰)

آپ ہی جیسے ایک صاحب جو آپ ہی کی طرح اہلحدیث ہیں امام بخاری کے متعلق فرماتے ہیں: "ہمارے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرما دیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیائے کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی قبائے بسیط میں دھجیاں بکھر جائیں۔ (ص ۱۰، صدیقہ کائنات)

جب سید الانبیاء، صحابہ کرام اور امام بخاری جیسے لوگوں کے بارے میں آپ لوگ اس طرح

کا اظہار خیال کر سکتے ہیں تو آپ کے نزدیک حیدرآبادی اور والا جاہ جیسے لوگوں کی کیا حقیقت ہوگی ۔

(۸) مولانا غازی پوری نے عرف الجادی کے حوالے سے یہ لکھا تھا کہ غیر مقلدین کے یہاں اموال تجارت میں زکوۃ نہیں ہے ۔

اس پر نجیب السبیلین سلمہ مولانا غازی پوری کو اپنی خاص زبان میں پہلے تو گالی دیتے ہیں پھر فرماتے ہیں :

"سید والاجاہ کی رائے کو اجتہادی غلطی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ص۲۱۹"

تو پھر آپ کو گالیاں دینے کی کیا ضرورت تھی صاف صاف صرف اتنا ہی کہدیتے کہ سید والاجاہ نے غلط مسئلہ لکھا ہے جسکی تائید قرآن وحدیث سے نہیں ہوتی ۔

(۹) مولانا غازی پوری نے نواب صاحب حیدرآبادی کی بھی اسی مسئلہ کے ضمن میں ایک عبارت پیش کی تھی جو نواب صاحب کی بات کی تائید کرتی ہے ، اس پر نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ان کی عبارت آدھی نقل کی گئی اور آدھی عبارت جس سے ناروا کوشش پر پانی پھر سکتا تھا نظر انداز کر دیا گیا ۔ (ص۲۱۹)

مولانا غازی پوری نے کچھ نظر انداز نہیں کیا ہے ، حیدرآبادی کی عبارت ملاحظہ ہو :

ولا شئ فی غیرھما من الجواھر والعروض ولو کانت للتجارۃ

وقیل تجب ۔

یعنی سونے اور چاندی کے علاوہ جواہرات اور سامانوں میں اگرچہ تجارت کیلئے ہو زکوۃ نہیں ہے ۔ اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ واجب ہوگی ۔

اس عبارت میں مولانا غازی پوری نے اصل مسلک بتلانے کے لئے جو عبارت نقل کی ہے اس میں سے کچھ بھی نظر انداز نہیں کیا ہے ، اہل علم جانتے ہیں کہ قیل سے اصل مسئلہ نہیں بیان کیا جاتا ہے ، بلکہ قول ضعیف کا اظہار مقصود ہوتا ہے ۔

گالیوں سے فرصت ملی ہوتی تو نجیب السبیلین سلر عقل کا بھی استعمال کرتے۔

(۱۰) مولانا غازی پوری نے دلائل کی روشنی میں ثابت کردیا ہے کہ جماعت فریضہ موکدہ ہے ، غیر مقلدین کے والاجاہ فرماتے ہیں کہ جماعت حتمی فریضہ نہیں ہے ۔ اگر نواب صاحب کی بات ہی غیر مقلدین کو اچھی معلوم ہوتی ہے تو دوسروں کو گالی مت دیجئے اور جماعت کے حتمی فریضہ نہ ہونے کا مذہب اختیار کر لیجئے، البتہ ائمہ دین میں سے کسی کی عبارت سے یہ ثابت کر دیجئے کہ وہ جماعت کے حتمی فریضہ ہونے کا قائل نہیں تھا۔ خاں صاحب نے جماعت کے حتمی فریضہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے :

" بنابر تعارض ادلہ "

" یعنی دلائل کے تعارض کی وجہ سے "

تعارض ادلہ تو قرأت خلف الامام میں بھی ہے ، پھر قرأت خلف الامام کو فرض کیسے مان لیا گیا ، غیر مقلدیت نام ہے اپنے من کی دنیا بسانے کا جب چاہا اور جس چیز کو چاہا دین بنا لیا ، اور پھر ہم ہیں اہلحدیث برادر کی قوالی گانے لگے ۔

(۱۱) مولانا غازی پوری کی کتاب سے نجیب السبیلین سلر نے یہ عبارت نقل کی ہے :

" غیر مقلدین اہل حدیث کا مذہب ہے کہ پانی خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں کسی طرح کی نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا ۔ ص۲۱۵ "

اور اس کو نقل کر کے اپنے خاص انداز میں مولانا غازی پوری کو خوب سنایا ہے ، حالانکہ مولانا غازی پوری کی عبارت نقل کرنے میں زبردست خیانت کی ہے ، مولانا نے لکھا ہے کہ :

" الایہ کہ نجاست پڑنے سے اس میں بو پیدا ہو جائے یا اس کا رنگ بدل جائے یا اس کے مزہ میں فرق پیدا ہو جائے ۔ "

نجیب السبیلین نے یہ تمام باتیں حذف کر کے مولانا نے جو غیر مقلدوں کا مسئلہ بیان کیا ہے اس کو کمال ایمانداری سے ناقص نقل کیا ہے ، اور اس بے ایمانی کے باوجود گالیوں

اور ناگفتنیوں کا آبشار کھولے ہوئے ہیں، حالانکہ مولانا غازی پوری نے خانصاحب کی وہ عبارت ذکر کی ہے جس سے مولانا کی بات کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے، مگر اس پر بھی ہمارے مجیب سلمہ جامہ سے باہر ہوئے جا رہے ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۱۲) مولانا غازی پوری نے نواب صاحب کے حوالہ سے یہ عرض کیا تھا کہ غیر مقلدین کے یہاں صرف دو نفر یعنی ایک امام اور ایک مقتدی سے بھی جمعہ واجب ہوگا، یہ غیر مقلدین کا شاذ قول ہے۔ مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نواب صاحب کی ہم نوائی زبانی ہے مگر گالیوں سے نوازنے کے بعد۔ فرماتے ہیں:

سیدھی سی بات ہے کہ جماعت بن جانے کی صورت میں خواہ دو نفر کے ذریعہ ہو جمعہ کی نماز ادا ہونی چاہیے۔ ص۲۲

مجیب السبیلین سلمہ کا مشورہ بجا ہے، غیر مقلدین اس پر عمل کریں، اہل حدیث تو حدیث پر عمل کریں گے۔ آنحضورؐ کا ارشاد بسلسلہ کتاب المغنی میں مذکور ہے،

حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ پچاس آدمی ہوں تو واجب ہوگا اس سے کم پر نہیں۔

(۱۳) مولانا غازی پوری نے لکھا کہ غیر مقلدین کے یہاں رات میں مردہ دفن نہیں کرنا چاہیے" اور حوالہ دیا نواب صاحب کی کتاب عرف الجادی کا اس پر جناب مجیب کا رد ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

یہ عبارت ٹھیٹھ حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ہے رسول گرامی نے قطعاً کہ نماز جنازہ پڑھے بغیر رات میں مردہ دفن نہ کیا جائے الا یہ کہ انسان اس کے لیے مجبور ہو۔

نواب صاحب کا مسئلہ کیا ہے اور حدیث کا مسئلہ کیا ہے۔ مجیب السبیلین سلمہ کو بھنگ پی کر قلم و کاغذ کا تماشہ دکھا رہے ہیں۔

باقی ص۲۲ پر

ڈاکٹر رشید الوحیدی
نئی دہلی

کیا یہ مسلک کا فرق ہے؟

مولانا ابو الکلام آزاد اُن بڑے لوگوں میں سے تھے جن کا تذکرہ تاریخ میں محفوظ ہو جاتا ہے اور نسلیں ان کی بڑائی کے مختلف پہلو کو پڑھتی رہتی ہیں اور حیرت کرتی ہیں۔

مولانا آزاد بعض اوقات کسی علمی واقعے، شخصیت یا مقامات کے بارے میں ایک رائے پیش کرتے ہیں اور اسی کو صحیح مانتے ہیں جبکہ کبھی ہم عصر شہادتیں اور کبھی اُن سے پہلوں کی تحقیق اس کے خلاف ہوتی ہے ایسے مقام پر ایک طالب علم اور ایک قاری بڑی الجھن میں پڑ جاتا ہے کہ کس بات کو صحیح مانے اور کسے ترک کر دے۔

مثلاً محی الدین نووی کے بارے میں ایک مقام پر لفظ نووی (جو دمشق سے دو دن کی مسافت پر حوران کا ایک شہر ہے) کے بارے میں فرماتے ہیں:

"نووی صحیح ہے جو لوگ نواوی الف کے ساتھ کہتے ہیں وہ غلط ہے" [۱]

جبکہ تدریب الراوی، علامہ ابو بکر سیوطی (۸۴۹ھ — ۹۱۱ھ) میں ذکر ہے۔

"النووی — بحذف الالف واثباتها" [۲]

---

[۱] حواشی آزاد، مسیح الحسن صاحب، مکتبہ جامعہ نئی دہلی ۱۹۸۲ [۲] تدریب الراوی۔ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۹۷۱ء ص ۲۹/۱

اور خود کتاب کے ٹائٹل پر کتاب کا نام۔ الف۔ کے ساتھ لکھا ہے۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی۔ ظاہر ہے اس تحقیق کو تقدم حاصل ہے اس لئے طبیعت اسی کو قبول کرنے پر آمادہ ہوتی ہے۔

سردست جس چیز نے یہ تحریر لکھنے پر آمادہ کیا وہ مولانا آزاد کی ایک اور تحریر ہے جس نے ذہن کو جھنجھوڑ دیا۔ اپنے ایک مضمون میں شاہ ولی اللہؒ اور ان کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیزؒ کا تقابل فرماتے ہوئے ایک ایسی بات لکھ گئے ہیں جو شاہ عبدالعزیز کے شایان شان ہرگز نہیں ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ مسلک حق پر قائم تھے ان کے مسلک کو گو قبول عام نہ تھا مگر طبیعتاً وہ گوشہ نشین شہرت سے گریزاں تھے اس لئے ان تمام علائق سے بے پرواہ اپنے کام میں لگے رہے، مگر شاہ عبدالعزیز صاحب کو خوب شہرت حاصل تھی نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ممالک کے لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے تھے، چنانچہ وہ اس شہرت اور طلب جاہ سے تو دستبردار نہ ہو سکے البتہ اپنے والد کی شاہراہ سے ہٹ گئے جس سے ان کی شہرت کو خطرہ تھا۔ (مفہوم)

شاہ عبدالعزیزؒ کے بارے میں اتنی بڑی بات ممکن ہے مولانا آزاد لکھ سکے ہوں باقی ہندوستان میں بڑے بڑے علماء اور محدثین کا بڑا طبقہ جو حدیث پر شاہ عبدالعزیز اور اس سلسلے کا خوشہ چیں ہے اس کے تو وہم و خیال میں بھی ایسی بات نہیں آسکتی، اب ہم وہ تحریر مع حوالہ پیش کرتے ہیں۔ عنوان یہ ہے:

"شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیزؒ" [1]

اس عنوان کے بعد ذیلی عنوان ہے "مسلک میں فرق" اصل حوالہ ذکر کرنے سے قبل یہ عرض ہے کہ یہ ذیلی عنوان۔ بجائے خود ذہنی خلجان کا باعث ہے، ہمارا ذہن تو یہ بتاتا ہے اور اس پر علماء کی شہادتیں بھی موجود ہیں کہ:

---

[1] حوالہ از مولانا ابوالکلام آزاد۔ تحقیق آزاد۔ مرتبہ غلام رسول مہر کتاب منزل لاہور ص ۲۱۸ - ۱۹۵۸

"شاہ ولی اللہ رحمہ نے علوم دینیہ کی جس نشأۃ ثانیہ کی بنا ڈالی تھی شاہ عبدالعزیزؒ نے ان کی تکمیل فرمادی" [1]

"تاریخ دارالعلوم" کے مقدمے میں حضرت حکیم الامت قاری طیب صاحبؒ فرماتے ہیں:

"حضرت الامام شاہ ولی اللہؒ کا علم، ذوق اور رنگ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ تک پہنچا اور آپ نے اسے عالمگیر بنادیا" [2]

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کو اپنے بھائیوں میں وہ مقام حاصل ہوا جو حضرت مجددؒ کے صاحب زادوں میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کو حاصل ہوا تھا اور ان کے ذریعے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے سلسلہ اور آپ کے علوم وتعلیمات کی عالمگیر اشاعت ہوئی اور بعض شعبوں کی تو اس طرح توسیع وتکمیل ہوئی کہ ادب کے ساتھ کہنا پڑتا ہے ؎ اگر پدر نتواند پسر تمام کند" [3]

ایک طرف یہ شہادتیں کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے شاہ صاحبؒ یعنی اپنے والد کے کاموں کی تکمیل فرمائی ان کے کاموں کو جو مخصوص اور محدود حلقے تک تھا عالمگیر شہرت دی۔ دوسری طرف مولانا آزاد کے "مسلک میں فرق" کا عنوان یا للعجب

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں (پورے مضمون کے بجائے ضروری جملے نقل کیے جارہے ہیں درمیان میں بریکٹ کے اندر کی تحریر راقم الحروف کی ہے)

"شاہ ولی اللہ کی زندگی فقر واتزوا میں گزری (؟) کوٹلہ میں رہتے تھے، شہر کی آلائشوں سے دور تھے (آخر میں شاہ صاحب فصیل بند شہر

---

[1] تاریخ دارالعلوم مطبوعہ اہتمام دارالعلوم دیوبند، محبوب رضوی مرحوم ۱۹۷۶ء ج ۱ ص ۱۴

[2] تاریخ دعوت وعزیمت حصہ پنجم، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۱۹۸۹ ص ۳۲۶

کے اندر شاہ محمد شاہ کے بنائے ہوئے مدرسے میں لگ گئے تھے ۔ تاریخ دعوت وعزیمت ج ۵ ص ۱۱۵) چند خاص حقیقت شناس تھے جنہوں نے ان کے مقام و مرتبہ کو سمجھا تھا (شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے ملفوظات میں اس کے برعکس لکھتے ہیں ، میری پیدائش کے وقت بہت سے بزرگ اور اولیاء تھے جو والد صاحب کے احباب و خواص میں سے تھے ۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۱۵)

لیکن شاہ عبدالعزیز کو شہرت و قبولیت کی عالمگیر شہرت ملی ، نتیجہ یہ نکلا کہ مقبولیت عام کی ذہنوں سے بے پرواہ ہوکر کام ذکر کے اوائل میں ان کا قلم بے اختیار اپنے والد کے مسلک پر چلنے لگا تھا کہ پھر رک گئے اور احتیاط کے ساتھ قدم اٹھانے لگے (یعنی اوائل میں بے اختیار جس راستے پر چل پڑے تھے ظاہر ہے اس میں ان کا ذوق و وجدان اور اس راستے کی صحت و حقانیت کا اذعان شامل تھا اور اندر سے تقاضا بھی اسی راہ پہ چلنے کا تھا مگر پھر یہ تکلف اور مصلحت کے پیش نظر احتیاط کو اختیار کرلیا مولانا آزاد کی تحریر کے سیاق و سباق سے تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ احتیاط عوام کے رجحان کے خیال سے اور مقبولیت عام کی وجہ سے تھی ۔ شاہ عبدالعزیز کی عظمت کے سامنے ہم مبتدی اس بات سے حیران ہیں)

ہماری عقیدت ، جس کی بنیاد بڑے بڑے علماء محدثین کی تحریریں ہیں ، اس بات کو ماننے سے انکار کرتی ہے کہ شاہ صاحب شہرت و مقبولیت کو سامنے رکھ کر اپنے لئے کام کرنے کا راستہ متعین فرمائیں ۔

مولانا مناظر احسن گیلانی رح کے تاثرات ، حوالوں اور تحریروں سے یہ بات پوری طرح روشن ہے کہ شاہ عبدالعزیز رح آخری عمر تک اپنے والد کے قدم بہ قدم چلے بلکہ شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ رح) کے کاموں ہی کی تکمیل فرمائی ۔ فرماتے ہیں :

اپنے اپنے دائرہ عمل میں حضرت شاہ ولی اللہ کے چاروں بیٹوں نے بڑے باپ کے بیٹے ہونے کی شان کو بوجہ کمال آخر عمر تک باقی رکھا [1]

---

[1] تذکرہ شاہ ولی اللہ مناظر احسن گیلانی ، اسلامک اکیڈمی لائلپور پاکستان ۱۹۶۵ ص ۲۸۴

غور کیجئے کسی مرد کامل کی نیابت اور جانشینی کا تقاضا کیا یہی ہے کہ جانشین (کسی بھی مصلحت سے) اپنے پیش رو کے افکار، نظریات، طریقہ کار اور مسلک ذہنیت کو چھوڑ کر اپنا راستہ خود متعین کرے؟ پھر جب کہ جانشین صاحب عزم و حوصلہ صاحب علم و دیانت ہو، اگر یہ بات جانشینی کی شرط کے خلاف ہے اور بے شک ہے تو شاہ عبدالعزیز سے کیونکر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ شہرت عام کی لالچ میں اپنے والد کی متعین کردہ راہ سے دور جا پڑے جبکہ آپ اپنے والد کے صحیح جانشین تھے۔[1]

اور خود شاہ عبدالعزیز رح کے ملفوظات کے حوالے سے۔ شاہ ولی اللہ رح نے ان کے سر پر دستار مبارک رکھی تھی۔[2]

کیا دستار مبارک کا یہی احترام یہی حق وفاداری تھی؟ یہ ضرور ہے کہ شاہ ولی اللہ رح کی حکمت و دعوت جو خواص تک محدود تھی شاہ عبدالعزیز نے اسے شہرت عام عطا کیا۔ اس نسبت سے ان کے تلامذہ، معتقدین احباب کی کثرت ہو گئی لیکن اس انبوہ کثیر میں شاہ عبدالعزیز رح اپنے والد رح کی میراث اور علوم و حکمت ہی کو پھیلاتے رہے سرمو اس سے تجاوز نہ کیا۔ یہ نکتہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ شاہ ولی اللہ رح کا عہد علوم عقلیہ اور فقہ کے رواج عام کا عہد ہے جس میں شاہ صاحب کو حدیث کی طرف رجوع عام کا کام کرنا پڑ رہا تھا پھر شاہ عبدالعزیز کا دور آتے آتے ان کے والد کی کوششوں سے حدیث کی اہمیت اور عام دلچسپی کا مذاق پیدا ہو چکا تھا اب فقہ کی طرف بھی توجہ کرنے میں کوئی اشکال نہ رہ گیا تھا ممکن ہے حدیث و فقہ کی اپنے اپنے وقت میں اسی اہمیت و خدمت کی طرف مولانا آزاد نے اشارہ کیا ہو کیونکہ مذاق اور ذوق کے لحاظ سے مولانا آزاد اصحاب حدیث کی طرف زیادہ رجحان رکھتے تھے اسلئے شاہ صاحب کی فقہی خدمت خصوصاً حنفی ذوق و وجدان کے میلان کو "مسلک کا فرق" بتا رہے ہوں اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ

---

[1]، [2] تذکرہ شاہ ولی اللہ ص ۲۸۰

اور شاہ عبدالعزیز رح کی اپنی دینی تحریروں کے عمیق مطالعے، ان دونوں کے عہد اور تقاضوں کے جائزے، شاگردوں کا علمی مقام، تعداد اور کثرت وغیرہ سے اس بات پر مزید روشنی ڈالی جاسکتی ہے اور دلائل مہیا کئے جا سکتے ہیں کہ دونوں بزرگوں کا فکر اور علمی انداز یکسر متحد تھا البتہ علوم و موضوعات میں فرق ہو سکتا ہے، شاہ صاحب نے کسی موضوع اور کسی فن پر زور دیا ہو ان کے بعد ان کے فرزندوں نے اس پر اضافہ کر لیا ہو۔ بہر حال اس کام کے لئے مستقل کام اور گہرے مطالعے کی ضرورت ہے۔

یوں بھی جہاں کہیں شاہ ولی اللہ رح کا تذکرہ ہے اس بات کی وضاحت ملتی ہے شاہ عبدالعزیز رح نے انھیں کے کام کو شہرت عام دی اور آگے بڑھایا قاری طیب صاحب نے حکمت ولی اللہی کے تین اہم عناصر کے بارے میں یہی بات یوں فرمائی۔

• حضرت شاہ ولی اللہ کا علم، ذوق اور فکر شاہ عبدالعزیز پھر شاہ محمد اسحاق اور شاہ عبدالغنی کے واسطوں سے مولانا قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد گنگوہی تک پہونچا۔ [1]

اور پھر ہندوستان میں تو از ہر ہند دارالعلوم کے اکابر کا سلسلہ ہے شاہ عبدالعزیز کے واسطے سے قائم ہوا، شاہ اسحاق صاحب، شاہ ابو سعید، شاہ عبدالغنی، شاہ رفیع الدین مولانا یعقوب صاحب، مولانا مظفر الدین، مولانا رشید الدین، مولانا مملوک علی، مولانا سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید، مولانا قاسم صاحب، مولانا رشید احمد اور تمام علماء کے شاگردوں کا تمام ہندوستان بلکہ بیرون ملک جو سلسلہ شاہ ولی اللہ سے قائم ہوتا ہے ان سب میں شاہ عبدالعزیز کا نام نامی ضرور لیا جائے گا۔ کیا فیوض ولی اللہی کے اس سلسلۃ الذہب میں شروع میں مسلک کا فرق پیدا ہو گیا تھا؟

---

[1] تاریخ دارالعلوم اول ص ۲۲

محمد ۱۰۱ جمل مفتاحی

سمیع الحق قاسمی

بیس رکعات تراویح باجماع امت ثابت ہے

مکہ مکرمہ سے نکلنے والا عربی مجلہ "مجلۃ الحج" میں ایک مضمون شیخ محمد علی صابونی استاذ کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ کے قلم سے لکھا ہوا باصرہ نواز ہوا، لوگوں کے فائدہ کیلئے اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ! نماز تراویح رمضان ہی میں قائم کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز تراویح قائم کرنے کی دعوت دی، اور اپنے قول و فعل اور ارشاد سے لوگوں کو اس پر ابھارا۔ صحابہ نے تراویح کی نماز کو رمضان میں پڑھا اور بڑے شوق و رغبت اور جذبہ سے اس کو ادا کیا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ (رواہ البخاری) جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ تراویح کو قائم کیا اس کی اگلی گناہیں معاف کر دی جاتی ہیں۔

نماز تراویح افضل ترین عبادت ہے اور رمضان کی راتوں میں فرض روزہ کے بعد عظیم ترین طاعت ہے جس سے مومن کو طاعت کی لذت اور عبادت کی حلاوت ملتی ہے۔ جب وہ اپنے رب کریم سے مناجات اور سرگوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے خزانہ کھول دیتا ہے اور اس پر رحمت کی بارش ہوتی ہے اور امید کے دروازہ وا ہو جاتے ہیں اور تراویح رمضان کی زینت ہے اس سے رمضان کی راتیں دن کی طرح روشن اور منور ہو جاتی ہیں۔

دنیا کے تمام مسلمان، علماء دین اور ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ رکعات تراویح بیس ہیں
امت میں پہلے وہ شخص جنہوں نے اس کو جاری کیا وہ نبی رحمت ہادی امت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
جنھوں نے پہلے دوسرے اور تیسرے دن صحابہ کرام کو نماز تراویح پڑھائی دکھائی (صحیح البخاری)
چوتھے دن مسجد مصلیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارک سے
باہر تشریف نہیں لائے اس خوف سے کہیں یہ نماز فرض نہ قرار دی جائے، فجزاہ اللہ عن الاسلام
والمسلمین خیر الجزاء ۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہترین بدلہ دے اسلام اور
مسلمانوں کی طرف سے، اس کے بعد سے مسلمان نماز تراویح تنہا تنہا اور جماعت کے ساتھ
پڑھنے لگے اور ہر جماعت اپنے پسندیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھتی اور انکی اقتدا کرتی یہاں تک
کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر میں ان تمام لوگوں کو
ایک امام کے پیچھے جمع کردوں تو کیا ہی افضل اور بہتر ہوتا، لہذا انھوں نے صحابہ کرام میں سے جو
سب سے زیادہ اقرا اور اعلم تھا انکو امام بنادیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے جن کے پیچھے
تمام لوگ نماز تراویح پڑھتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد رسول میں داخل ہوئے
تو دیکھا کہ سبھی لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ (یہ بدعت
اچھی ہے) اخرجہ الامام البخاری فی صحیحہ۔

جس شخص کا گمان یہ ہو کہ نماز تراویح صرف آٹھ رکعات ہے اور یہی سنت ہے اور اس
سے زیادہ پڑھنا بدعت ہے تو وہ گمراہ ہے اور اس نے صحابہ کی طرف گمراہی کو منسوب کیا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کیا کیونکہ وہ مندرجہ ذیل احادیث اور اس کے اسباب کو سمجھ
نہیں پایا۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت اور ان کے
طریقہ کو مضبوطی سے پکڑنے کو کہا ہے اور فرمایا ومن یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم
بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، عضوا علیہا بالنواجذ، جو شخص تم میں سے
زندہ رہے گا تو وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا لہٰذا تم لوگ میری سنت اور میرے خلفاء کی

سنت کو مضبوطی سے دانتوں سے اسکو پکڑ لو۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور صحابا اس پر جمع ہے لہٰذا یہ اجماع ہوا اور اجماع کی مخالفت کرنا دین کے لئے مہلک اور خطرناک ہے، کیونکہ اس سے صحابہ کی گمراہی سمجھ میں آرہی ہے اور ان کا اعتماد مجروح ہو رہا ہے، اور صرف یہی نہیں بلکہ اس سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت سمجھ میں آرہی ہے جو آپ نے فرمایا کہ خلفاء الراشدین کے طریقے کو مضبوطی سے تھام لو، کیا حضرت عمر فاروق رضہ خلفاء راشدین میں سے نہیں ہیں؟ بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مستند ہیں اور سنت مطہرہ کی سند ہیں۔ کیا اس میں کسی کو شک ہے؟

(۳) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کریں گے جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ بیشک اللہ نے حق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل اور زبان پر جاری کر دیا ہے اور قرآن حضرت عمر کی رائے کے موافق کئی جگہوں پر اترا جیسا کہ صحیحین بخاری اور مسلم میں صراحتاً آیا ہے کہ وافقت ربی فی ثلاث۔

(۴) رکعات تراویح بیس رکعات ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا کر دیا جو لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھاتے تھے پس جب رمضان کا آخری عشرہ آیا تو حضرت ابی لوگوں سے الگ اپنے گھر ہی میں نماز پڑھا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت ابی بھاگ گئے۔

(۵) ان الناس کانوا یصلون فی زمن عمر بعشرین رکعة ویوترون بثلاث (رواہ مالک فی الموطا) لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک)

(۶) تمام ائمہ مجتہدین امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بالاتفاق اجماع ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے صحابہ کرام کے اجماع پر اعتماد کرتے ہوئے اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی، بیس سے کم کی کسی نے روایت نہیں کی لیکن بیس سے زیادہ

کی روایت ہے جیسا کہ امام مالک نے ۲۰ اور ۳۰ رکعت تک کی روایت کی ہے، اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل بدعت ہے وہ خود بدعتی ہے اور کتنا بڑا گستاخ، جری اور ڈھیٹھ ہے وہ شخص جو صحابہ کرام پر کم مائگی، جہالت اور عدم معرفت کا الزام لگاتا ہے۔

(۷) حرمین شریفین (مسجد حرام اور مسجد رسول) میں دور صحابہ سے آج تک چودہ سو سال گذر گیا دونوں مسجدوں میں بیسؔ رکعات تراویح ہو رہی ہے تو کیا آج تک جتنے صحابہ اور مسلمانوں نے حرمین شریفین میں نماز تراویح ادا کی وہ سب بدعتی اور گمراہ تھے؟ حالانکہ مکہ اور مدینہ کے علماء بدعات کے سخت مخالف اور اس کے منکر ہیں، اگر بیس رکعات نماز تراویح والا فعل بدعت ہوتا تو وہاں کے علماء اور محدثین ضرور اس کو بدل کر آٹھ رکعات کر دیتے، اور حرمین شریفین میں آٹھ رکعات نماز تراویح ہوتی، مگر ایسا آج تک نہیں ہوا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور صحابہ کرام کا فعل جس پر امت محمدیہ کا اجماع ہے سنت کے مطابق ہے اور وہ بیس رکعات تراویح کی نماز ہے۔

(۸) اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور یہ روایت جسکو وہ اپنے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے دیکھتی تھیں اور حضرت عائشہ آپ کی نو بیویوں میں سے ایک ہیں جن کے پاس آپ ایک رات گذارتے تھے اور باقی آٹھ راتیں اپنی دوسری ازواجات مطہرات کے پاس ان کی باری کے مطابق گذارتے تھے لہذا صرف ایک رات میں حضرت عائشہ کیسے آپ کے پورے اعمال وافعال کو دیکھ سکتی ہیں؟

اس قول کی تائید اس روایت سے ہو رہی ہے جس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھا بارہ رکعات پڑھا پھر وتر پڑھا، اگر وتر ایک رکعت پڑھا تو تراویح تیرہ رکعات ہو گئیں اور اگر تین رکعت وتر پڑھا تو تراویح پندرہ رکعت ہو گئی اور یہ روایت صحیح بخاری میں پانچ جگہ آئی ہے، اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات

سترہ رکعت تراویح پڑھی اور حضرت ابن عباس نے خود آپ صلعم کے ساتھ پڑھی ہے جیسا کہ بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث کا محل تہجد کی نماز ہے جیسا کہ بعض اہل علم و فضل اس کے قائل ہیں۔

(۹) بعض اہل علم نے کہا کہ جس نے آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھی وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے فجر کی نماز چار رکعت پڑھی اور کوئی فرض نماز دو رکوع اور چار سجدہ کے ساتھ پڑھی ہو، یہ ایسا قول ہے جس کو سن کر آدمی ورطۂ حیرت اور استعجاب میں پڑ سکتا ہے، نماز تراویح سنت ہے جو اجماع سے ثابت ہے سنت کو فرض کیساتھ کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے اور اس تمثیل کے ساتھ کیسے کسی مثال دی جا سکتی ہے۔

(۱۰) خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی سے جو منقول ہے اس سے باطل کی کمر ٹوٹ رہی ہے انھوں نے کہا المغنی میں پسندیدہ ابو عبداللہ کے نزدیک یعنی احمد بن حنبلؒ کے نزدیک کہ بیشک تراویح بیس رکعات ہے اور یہی قول سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک کا ہے اور ایک روایت میں امام سے مروی ہے کہ تراویح چھتیسؔ رکعت ہے اور اہل مدینہ کا فعل اسی سے متعلق ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے کہا . . . ہمارے لئے کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کیا اور انھوں نے تمام لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی (رواہ ابو داؤد)

مالک نے زید بن رومان سے روایت کیا اور کہا . . . کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت نماز تراویح ادا کرتے تھے (رواہ ابو داؤد) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور یہ بھی اجماع کے مثل ہے۔ اور اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے کہ مدینہ والے چھتیس رکعت تراویح پڑھتے تھے تو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا اور جس پہ

باقی ہے

محمد ۱جمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیتؒ

غیر مقلدین اپنے ایمان کی خیر منائیں

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی جو حکم متواتر حدیث سے ثابت ہو وہ تو قطعی ہوتا ہے ؟

باپ - جی بیٹا جو حکم متواتر حدیث سے ثابت ہو وہ قطعی ہوتا ہے۔

بیٹا - اباجی اس حکم کے قطعی ہونے کا کیا مطلب ہے ؟

باپ - بیٹا کسی حکم کے قطعی ہونے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اگر کوئی اس کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے ، مثلاً وضو میں قرآن سے چار چیزیں ثابت ہیں ، منہ کا دھونا ، ہاتھ کا کہنیوں تک دھونا ، سر کا مسح کرنا اور پاؤں کا دھونا ، اور قرآن سے جو حکم ثابت ہو وہ قطعی ہوتا ہے ، اب اگر کوئی کہے کہ وضو میں منہ نہیں دھویا جائے گا یا ہاتھ نہیں دھویا جائے گا یا سر کا مسح نہیں ہوگا یا پاؤں کا دھونا واجب نہیں ہے تو ایسا شخص حکم قطعی کا منکر کہلائے گا اور وہ کافر قرار پائے گا۔

اسی طرح اگر متواتر حدیث سے کوئی حکم معلوم ہوتا ہو تو اس پر عمل کرنا فرض ہوگا اور اس کا منکر کافر قرار پائے گا۔

بیٹا - اباجی ہمارے جماعت سلفیہ کے ایک بہت بڑے محقق صاحب جو بنارس والے جامعہ سلفیہ کے نمبر اول کے ٹیچر ہیں۔ فرماتے ہیں

.اہل حدیث کا قرأت خلف الامام کا مسلک ایک دو حدیث سے نہیں

بلکہ متواتر حدیث سے ثابت ہے ۔ (محدث شمارہ اکتوبر ۱۹۹۶ء)

ابا جی جب قرأت خلف الامام والا ہم لوگوں کا مسلک (یعنی مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنا فرض ہے) فاتحہ متواتر حدیث سے ثابت ہوا تو وہ بھی قطعی ہوگا اور جو اس کا انکار کرے کافر ہوگا ۔

باپ ۔ جی بیٹا ، اسی وجہ سے تو ہم لوگ مقتدی کے ذمہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کو ضروری اور فرض قرار دیتے ہیں جماعت سلفیہ کے محقق نے تو کوئی غلط بات نہیں کہی ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی اگر ہمارے ان محقق صاحب نے غلط بات نہیں کہی ہے تو پھر ہمارے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور زمانہ حال کے عظیم محدث شیخ محمد ناصر الدین کے ایمان کا کیا ہوگا ، وہ لوگ تو جہری نماز میں امام کے پیچھے کچھ پڑھنے کے منکر ہیں ۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

ان الاستماع الی قرأة القرآن امر دل علیه القرآن دلالة قاطعة ۔ (فتاوی ص ۲۷۰ ج ۲۳)	یعنی (مقتدی کو) قرآن کی تلاوت کو کان لگا کر سننا یہ وہ بات ہے جس پر قرآن کی دلیل قطعی قائم ہے ۔

اور یہی مذہب علامہ محمد ناصر الدین البانی کا بھی ہے ، تو کیا یہ دونوں کافر ہیں ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا ، ان کو کافر کون کہے گا ؟

بیٹا ۔ کیا ابا جی اگر محقق صاحب کی یہ بات صحیح ہے کہ قرأۃ خلف الامام کا حکم متواتر حدیث سے ثابت ہے ، اور جب یہ بھی معلوم ہے کہ متواتر حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے اور علماء کا جب یہ بھی فیصلہ ہے کہ حکم قطعی کا منکر کافر ہے تو پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ محمد ناصر الدین کو کافر ہونے سے ہم اہلحدیث کیسے بچالیں گے ؟

باپ ۔ بیٹا ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ محمد ناصر الدین البانی کو کافر نہیں کہہ سکتے نہیں کہہ سکتے ۔ خواہ اس کیلئے ہمیں اپنے جامعہ سلفیہ کے اونچے درجے کے ٹیچر کی

بیٹا ۔ ہمارے جامعہ سلفیہ کے ٹیچر صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ قرأت خلف الامام کا حکم حدیث متواتر سے ثابت ہے تو کیا بخاری شریف میں یہ لکھا ہے ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا بخاری میں ایسا نہیں لکھا ہے ۔

بیٹا ۔ تو پھر امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ بات لکھی ہوگی ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا مسلم شریف میں بھی یہ بات کہیں مذکور نہیں ہے

بیٹا ۔ اباجی شاید ابوداؤد شریف میں یہ بات لکھی ہو ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا میں نے ابوداؤد شریف کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے اس میں بھی یہ بات کہیں نظر نہ آئی کہ مقتدی کو فاتحہ کا پڑھنا متواتر حدیث سے ثابت ہے ؟

بیٹا ۔ تو اباجی امام ترمذی نے اپنی کتاب میں لکھا ہوگا ؟

باپ ۔ اگرچہ امام ترمذی حدیث کے سلسلہ میں عام محدثین سے زیادہ تفصیلی گفتگو کرتے ہیں مگر ترمذی میں بھی محقق صاحب والی یہ بات نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ تو پھر اباجی یہ بات نسائی میں ہوگی ورنہ ابن ماجہ میں تو یقیناً ہوگی ؟ اس لئے کہ ابن ماجہ صحاح ستہ کی بالکل آخری کتاب ہے ۔

باپ ۔ یہ بات نسائی اور ابن ماجہ میں بھی نہیں ہے ، صحاح ستہ کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں ہے بیٹا ۔

بیٹا ۔ جب یہ بات صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں نہیں بخاری میں نہیں مسلم میں نہیں ابوداؤد میں نہیں ترمذی میں نہیں نسائی میں نہیں ابن ماجہ میں نہیں اور ہم اہل حدیث کتاب و سنت ہی سے کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں تو ہمارے ان محقق صاحب نے کہاں سے یہ بات اڑائی ہے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ کا پڑھنا متواتر حدیث سے ثابت ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

مزعومہ سلفیت کا فساد اور علماءِ عرب کی بےچینی

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ہمارے گزشتہ کسی عالم نے اپنے کو سلفی نہیں کہا تھا، سلفیت کا لقب ہم لوگوں نے کب سے استعمال کرنا شروع کیا ہے ذرا اس کی تاریخ پر روشنی ڈالیے؟

باپ ۔ ادھر کچھ دنوں ہی سے ہم لوگوں نے اپنے ناموں کے ساتھ مقلدین سے الگ اپنی شناخت کیلئے "سلفیت" کا استعمال شروع کردیا ہے، پہلے ہمارے علماء اپنے کو سلفی واقعی نہیں لکھتے تھے۔

بیٹا ۔ ابا جی یہ نیا لقب ہم اہلحدیثوں نے کب سے اختیار کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے بتلائیے۔

باپ ۔ بیٹا تم نے شیخ ناصر الدین البانی کا نام تو سنا ہوگا، انھوں نے مقلدین کے خلاف بڑا زبردست کارنامہ انجام دیا ہے، جن لوگوں نے ان کی شاگردی اختیار کی یا ان کے فکر سے متاثر ہوئے انھوں نے اپنے کو سلفی کہنا شروع کردیا چونکہ شیخ ناصر الدین البانی نے تمام مذاہب متبوعہ کے خلاف بڑی زبردست تحریک چلا رکھی ہے اس وجہ سے ہم تمام اہل حدیث لوگ شیخ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے ساتھ اپنی وابستگی ظاہر کرنے کے لئے ہمارے علماء نے بھی اپنے کو ان کی متابعت میں سلفی کہنا و لکھنا ضروری سمجھا۔

بیٹا ۔ ابا جی سنا ہے کہ آج کل عرب کے علماء البانی صاحب کی مزعومہ سلفیت سے بہت بےچین نظر آتے ہیں اور اس کو امت اسلامیہ کے لئے بہت بڑا فتنہ سمجھتے ہیں۔

باپ ۔ نہیں بیٹا، شیخ البانی کی تحریک سلفیت سے عرب کے بڑے بڑے علماء

بہت متاثر ہیں ہمارے مولانا شیخ ابن باز بھی ان کے بڑے حامی اور مؤید ہیں۔

بیٹا ۔ مگر دیکھئے جامعۃ الامام محمد بن سعود کلیۃ الدعوۃ کے عمید شیخ عبدالعزیز بن ابراہیم العسکر البانی کی سلفیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

باپ ۔ کیا انھوں نے اس کے خلاف کچھ کہا ہے کیا ؟

بیٹا ۔ ابا جی سعودیہ کے اخبار عکاظ ۲۲ ذوقعدہ میں ان کا ایک مضمون چھپا ہے جس کا عنوان ہے ۔

ای سلفیۃ یدعیہا الشیخ الالبانی واتباعہ ؟

یعنی یہ کون سی سلفیت ہے جسکے شیخ البانی اور انکے متبعین مدعی ہیں ؟

اور پھر انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ ناصرالدین البانی کا اپنی اس سلفیت سے مقصود ائمہ اربعہ اور ان کے فقہ کے خلاف کم عقلوں اور کم تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ابھارنا اور ورغلانا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا ہم اہل حدیث تو شیخ البانی کو بہت پہنچا ہوا سمجھتے ہیں ۔

بیٹا ۔ ابا جی ہم اہل حدیث ہندوستان و پاکستان میں رہ کر البانی صاحب کو بہت پہونچا ہوا سمجھتے ہیں اور عرب کے علماء عرب میں رہ کر ان کو پہنچا ہوا کیوں نہیں سمجھتے ۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدین پرچوں میں کفریہ وشرکیہ اشعار کی اشاعت

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اگست ۱۹۹۸ء کا محدث کا شمارہ آگیا ہے ۔

باپ - بیٹا اگر تم نے پڑھ لیا ہے تو مجھے دیدو میں بھی اس کی تلاوت کروں -

بیٹا - اباجی ہم موحد لوگ بھی دھیرے دھیرے اب شرک کی طرف کھسکتے جارہے ہیں -

باپ - کیا ہوا بیٹا تم ہم اہلحدیثوں کی توحید پر سوالیہ نشان کیوں لگا رہے ہو ؟

بیٹا - آپ بتلائیے کہ ہوا کا چلانا، پانی کا برسانا، سیلاب کا آنا جانا کھیتوں کا اگنا اگانا یہ سب کام کس کی قدرت کے تابع ہیں ؟

باپ - بیٹا بات واضح ہے ہم سب اہل توحید کا عقیدہ ہے کہ یہ سب کام اللہ ہی کے حکم کے تابع ہیں، اللہ چاہے تو یہ کام ہوں نہ چاہے تو نہ ہوں -

بیٹا - اباجی مگر اب اہلحدیثوں کا عقیدہ بدل گیا ہے، یہ سب کام بندوں کے حکم سے بھی ہوتے ہیں - اب ہمارا یہی عقیدہ ہو گیا ہے، دیکھئے محدث کے اسی شمارہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے -

. حکم کے جسکے تابع تھا سیلاب بھی .

کیا کسی موحد کا یہ عقیدہ ہو سکتا ہے ؟

باپ - بیٹا یہ شاعرانہ خیال ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اہل حدیثوں کا عقیدہ بھی بدل گیا ہے، شاعر اپنے خیال میں گم رہتا ہے اسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، اس کو ردیف قافیہ سے مطلب ہوتا ہے - دیکھو اسی نظم میں شاعر صاحب کا یہی فرمان ہے -

لاج امت کی رکھ لی بوقت اجل

کہہ کے منبر سے یا ساریہ الجبل

ہمارے شاعر صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے یہ بات یعنی یا ساریہ الجبل بوقت اجل یعنی اپنی موت کے وقت کہی تھی، اب اس جہالت کا کیا علاج، شاعر لوگ کی بات سے عقیدہ پر ضرب نہیں پڑ سکتی نہ ان کی بات سند ہے -

بیٹا ۔ مگر اباجی کبھی کبھی تو شاعر کی بات اس حد تک پہونچ جاتی ہے کہ اس کا اثر براہ راست عقیدہ پر پڑتا ہی ہے اور اس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ دیکھئے ہماری جماعت اہل حدیث کے مرکزی پرچہ دہلی کا ترجمان اہلحدیث ۲۰ جون ۱۹۸۱ء اس میں ایک لمبی چوڑی نظم شائع ہوئی ہے۔ اس کا عنوان ہے " ولی سید واڑہ کا " شاعر صاحب اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اے میرے مہرباں، میرے رب جلیل	تجھ سے فریاد ہے کتنی آہیں بھر دیا
کور چشمی نے تیری حس کر دیا	ہر حقیقت کو ٹیڑھا و کج کر دیا
تیرے عشووں نے کیسے ستم ڈھائے ہیں	تیری باطن سیاہی نے حد کر دیا

اللہ کو مخاطب کرکے اس کی شان اقدس میں یہ گستاخانہ کلام کہنے والا بھی مسلمان ہی رہے گا؟ کیا ہم اس کی بھی تاویل کریں گے اور اگر تاویل کریں گے تو کیا ہم اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکیں گے۔

باپ ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، کیا واقعی ہمارے ترجمان اہلحدیث میں یہ اشعار چھپے ہیں، یہ تو صریح کفر ہیں، جس کا یہ شعر ہے اس کا ایمان جاتا رہا۔

بیٹا ۔ اباجی ۲۰ جون والا شمارہ جن کے پاس ہے۔ ان کے پاس فضیلۃ الشیخ کلو بھی تھے اور مجلس جماکر جھوم جھوم کر یہ اشعار گائے جا رہے تھے۔

باپ ۔ تو تم نے فضیلۃ الشیخ کلو اور شیخ جمن کو بتلایا نہیں کہ یہ کفریہ اشعار ہیں ان کا زبان پر لانا جائز نہیں۔

بیٹا ۔ اباجی میں نے ان کو اس پر کئی دفعہ ٹوکا منع کیا، انھوں نے کہا کہ یہ اشعار ہماری جماعت کے مرکزی پرچہ میں چھپے ہیں، ان کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ فضیلۃ الشیخ سلفی جمع سالف کی نگاہ سے یہ پرچہ گزر چکا ہے ان کو کوئی اعتراض نہیں، تو ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں۔

باپ ۔ بیٹا میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ ہماری جماعت راہ مستقیم سے بھٹک گئی ہے
افسوس ہماری جماعت کے لوگوں کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں ۔
بیٹا ۔ ابا جی کہیں یہ اشعار پروف ریڈنگ میں کوتاہی کی نظر تو نہیں ہو گئے ؟
باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

پروف ریڈنگ کا ہینڈل اور ڈاکٹر رضاء اللہ

بیٹا ۔ ابا جی ۔
باپ ۔ جی بیٹا ۔
بیٹا ۔ آج کل ہمارے ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری پریشاں پریشاں سے نظر آتے
ہیں ، جہاں دیکھو پروف ریڈنگ کا ہینڈل تھامے دکھلائی دیتے ہیں ۔
باپ ۔ بیٹا بہادری یہ ہے کہ آدمی اپنی غلطی کا اعتراف کرلے ، جب کوئی ہمہ داں بن جانے
کا مدعی ہو تو پریشانی اس کا مقدر بنی ہوتی ہے ، ڈاکٹر رضاء اللہ کی پریشانی
کا سبب یہی ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی جرأت نہیں رکھتے ورنہ
ان کی پریشانی منٹوں میں ختم ہو جاتی ۔
انھوں نے ناسمجھی سے یہ لکھ دیا کہ سلفی سالف کی جمع ہے ، اس پر جب
گرفت ہوئی تو ان کو مان لینا چاہئے تھا کہ یہ انکی غلطی ہے مگر اپنی اس غلطی
کو صحیح ثابت کرنے کے لئے پروف ریڈنگ کا ہینڈل تھامے نظر آتے ہیں
اب وہ کہہ رہے ہیں کہ اصل میں عبارت یہ تھی سلف سالف کی کی جمع ہے ،
سلف غلطی سے سلفی بن گیا اور پروف ریڈنگ میں رہ گیا ، یہ محض انکی سخن سازی
ہے ، اگر انکی بات مان لی جائے تو سوال یہ ہے کہ اگر سلف سالف کی جمع ہے
تو اسلاف کس کی جمع ہے ؟ کیا وہ جمع الجمع ہے ، اگر وہ صرف المنجد ہی اٹھا کر
دیکھ لیتے تو ان سے اس قسم کی شدید غلطیاں نہ ہوتیں ، المنجد میں دیکھو مسئلہ

صاف ہو جائے گا۔ المنجد میں لکھا ہے، سلف، ج اسلاف، کل من تقدم من آبائک وذوی قرابتک، یعنی سلف کی جمع اسلاف آتی ہے، سلف انکو کہا جاتا ہے جو بزرگوں اور رشتہ داروں میں گذر چکے ہوں۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ ہم لوگ جو سلف یا اسلاف کا استعمال کرتے ہیں وہ یہی سلف اور اسلاف ہے، اور یہاں سلف کو سالف کی جمع بتلانا اور اس سے مراد ہم سلفیوں والا سلف کا مفہوم لینا نہایت درجہ بے خبری اور نادانی کی بات ہے، ڈاکٹر صاحب لاکھ بات بنانا چاہیں وہ بنے گی نہیں بگڑتی جائیگی۔ سلف جو سالف کی جمع آتی ہے، اس کا مفہوم ہم سلفیوں والا سلف کا نہیں ہے المنجد میں لکھا ہے، السالف ج سلف، الماضی المتقدم تقول کان ذٰلک فی سالف الایام، ای ماتقدم منھا، یعنی سالف کی جمع سلف ہے جو ہر گزری ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے، تم کہتے ہو کہ یہ بات زمانہ سالف میں تھی یعنی گزشتہ زمانہ میں ہوئی۔

پروف ریڈنگ کا ہینڈل پکڑ کر ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب نے مزید اپنی جہالت کو آشکارا کیا ہے، جو سلف واحد تھا اسکو جمع والے سلف سے گڈمڈ کر دیا، اور اس پر بھی بیچارے کو شوق ہوا ہے کہ وہ بیضاوی کا مطلب حل کریں گے۔ اب پی ایچ ڈی لوگ بیضاوی کا مطلب حل کریں گے۔

۔ موشے بجواب اندر شتر شد ۔

بیٹا اباجی آپ کی یہ خالص علمی گفتگو پی ایچ ڈی رضاء اللہ کے سمجھ میں آجائیگی۔

باپ پتہ نہیں بیٹا۔

محمد ۱جمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

الفرقان کی اشاعت خاص

مولانا محمد منظور نعمانی نمبر

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ان بزرگوں میں سے تھے جنکو بلا تردد اس دور کی عہد ساز شخصیت کہا جا سکتا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طویل زندگی بڑی مشغول گزاری اور دین وملت کی بیش بہا خدمات انجام دیں، ان کا قلم حیات مستعار کے آخری لمحہ تک متحرک رہا۔ اہم موضوعات پر درجنوں کتابیں ان کے قلم سے نکلیں جن میں سے بعض ایسی کتابیں بھی ہیں جن کے پڑھنے سے ہزار ہا لوگوں کی زندگی کی کایا پلٹ ہوئی، کم خوش نصیب ایسے اصحاب قلم ہیں جن کی کتابوں اور تحریروں سے انسانی زندگی میں ایسا انقلاب برپا ہوا ہو۔

مولانا نے بے شمار موضوعات پر لکھا اور جو بھی لکھا وہ یادگار تحریر بن گئی، الفرقان کی پچاس ساٹھ سالہ فائلیں گواہ ہیں کہ ہر حساس اور وقت کے اہم موضوع پر مولانا نے لکھا اور بے باکانہ اور مومنانہ شان سے لکھا، مولانا کی تحریروں میں جو خاص بات بڑی اہمیت کے ساتھ نظر آتی ہے وہ ان کے بے انتہا خلوص، دردمندی، دینی غیرت اور اسلامی حمیت کی شان ہے، مولانا نعمانی کا یہ وہ امتیازی وصف تھا جس کی وجہ سے بلا کسی ادنیٰ شک وشبہ اس مقام پر ان کو "مومن مخلص" کہا جا سکے، مومن مخلص ہونا یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ بڑی ریاضتوں اور بڑے مجاہدوں اور بڑی قربانیوں کے بعد کوئی اس مقام پر پہنچتا ہے۔

مولانا نعمانی کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اللہ کے اس بندہ کے دل میں دین وملت کے لئے کیسی تڑپ تھی، مولانا اصلاح امت کا فریضہ کتنے سوز اور کتنی دردمندی کے ساتھ انجام دیتے تھے، مولانا کی ہر سعی وعمل کا محور اللہ کی رضا اور محض اللہ

کی رضا ہوتا تھا، اخلاص و للّٰہیت اور نفس کے ساتھ دشمنی کرنے کی بات ہر واعظ و مصلح کرتا ہے، مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہمیں جو اس کا نمونہ ملتا ہے اس کی مثال اس دور میں بہت کم نظر آتی ہے۔

بریلویت کے خلاف مولانا نے زبردست جہاد کیا تھا اور وہ اوائل عمری ہی میں شہرت و مقبولیت کی انتہائی بلندی پر پہونچ گئے تھے، اپنے اکابر اور اساتذہ کا انھیں پورا اعتماد حاصل تھا، بریلویوں سے مناظرے نے ان کو جماعت دیوبند کا ایسا ہر دلعزیز فرد بنا دیا تھا کہ ان کے مشائخ و اکابر بھی ان پر فخر کرتے تھے، اس مقام سے نیچے اترنا اور اپنے نیت و ارادہ سے اترنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، نفس اس راہ کا سب سے بڑا رہزن ہوتا ہے، مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا چونکہ ہر کام محض خلوص، للّٰہیت اور رضائے الٰہی کے جذبہ سے ہوتا تھا اس وجہ سے جب مولانا کو احساس ہوا کہ بریلویت کے نام سے جو طبقہ موجود ہے وہ جاہل نہیں ہے بلکہ متجاہل ہے، تو مولانا نے اس موضوع کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کر دیا، اس لئے کہ بریلویت کے خلاف آپ کے اقدام کا مقصد شہرت و ناموری حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ واقعۃً مولانا نعمانی اس طبقہ کی اصلاح چاہتے تھے اور جب ان کو یہ احساس ہوا کہ وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے تو انھوں نے اس سلسلے کے مناظرے اور گفتگو کا سلسلہ بند کر دیا۔

مولانا محمد منظور نعمانی نے جماعت اسلامی کے قائد مولانا مودودی کو اسلام کا مخلص خادم سمجھ کر ان کا پورا ساتھ دیا، مولانا مودودی کو عوام اور دینی طبقہ سے قریب کرنے میں مولانا نعمانی کا زبردست ہاتھ تھا، الفرقان کی فائلیں شہادت دیں گی کہ مولانا نعمانی نے جماعت اسلامی کے قائد کی شہرت و مقبولیت بڑھانے اور ان کی طرف سے دفاع کرنے میں اپنا خونِ جگر بہا کر رکھ دیا تھا مگر جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو احساس ہوا کہ انھوں نے جماعتِ اسلامی کے جس قائد کو دین کا مخلص خادم اور حق کا داعی و نقیب سمجھ کر اس کا ساتھ دیا تھا، یہ نظر کا فریب تھا تو انھوں نے اللہ کے حضور مسئولیت اور جواب دہی کے احساس کے پیش نظر اس سے اپنا تعلق ختم کر لیا اور اس کے لئے ان کو اپنے نفس اور ضمیر سے کتنی

لڑائی لڑنی پڑی اس کا علم کچھ ان لوگوں کو ہو گا جنھوں نے ان کا رسالہ "مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت" پڑھا ہو گا۔

مومن مخلص کی ایک شان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ حق کی خاطر اپنے اعزہ اقربا، دوست یار، استاذ شاگرد کے تعلقات اور رشتوں کو آڑے آنے نہیں دیتا وہ آوازہ حق اور صداقت کے اعلان کی خاطر ان تمام تعلقات کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے، اس کے سامنے صرف اللہ، اللہ کا رسول اور اللہ کا دین ہوتا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کئی مناظر ہم نے اس کے بھی دیکھے ہیں، اس کی وجہ سے مولانا کی قدر اور ان کا احترام ہمارے دلوں میں بہت سے بزرگوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا۔

دینی غیرت وحمیت میں مولانا نعمانی اپنی نظیر آپ تھے، میری نگاہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس وصف میں خود اپنی جماعت میں ان کا ہمسر کوئی دوسرا نہیں تھا، مولانا نے اس راہ کے جو نقوش چھوڑے ہیں وہ بڑے تابندہ ہیں اور دین ودعوت کے کام میں لگے رہنے والوں کی دیدہ عبرت وا کرنے کیلئے کافی ہیں بشرطیکہ کوئی دیدۂ عبرت رکھتا بھی ہو۔

مولانا نعمانی حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جماعت تبلیغ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے، مولانا نعمانی نے ان کی صحبت میں خاصا وقت گزارا تھا، عرصہ تک تبلیغی جماعت میں لگ کر کام کیا، تبلیغ والوں کی زبان میں "چلت پھرت" خوب کی مگر یہ ان کی حق پسندی اور دین کے صحیح ذوق اور فطرت سلیمہ ہی کی بات تھی کہ وہ جماعت تبلیغ والوں کے اس غلو میں کبھی ان کے ساتھ نہیں رہے کہ دین کا کام بس یہی ہے۔ اخلاص کے ساتھ دین کا جو کام بھی کر رہا ہو مولانا نعمانی ان سب کاموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی ہمت وحوصلہ افزائی کرتے تھے۔

مولانا نعمانی سیاسی میدان کے آدمی نہیں تھے مگر چونکہ دار العلوم دیوبند کے فارغ تھے اور اکابر جمعیۃ علماء سے وابستہ تھے اس وجہ سے اس میدان میں بھی جب بھی ضرورت

محسوس کی ملت کی خیرخواہی و بہبودی کی خاطر اپنا وقت لگانے سے گریز بھی نہیں کیا ہے ان کے نزدیک کوئی شجر ممنوعہ چیز نہیں تھی، مولانا بڑی حساس طبیعت کے مالک تھے اور اس صفت والا آدمی ملک و ملت کے کاموں سے اپنے کو الگ نہیں رکھ سکتا ہے۔

مولانا نعمانی میں عبدیت و تواضع کی شان قابل رشک حد تک تھی، اللہ کے سامنے عجز و نیاز اللہ کے سامنے گریہ و زاری اور آہ و بکا، دعا میں بلک بلک کر رونا کہ دیکھنے والوں کو بھی اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہ سکے اور ان کا دل اندر سے باہر آتا ہوا محسوس ہو، ہر دم توبہ و استغفار، اپنی غلطیوں کا اعتراف یہ سب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی وہ خاص بات تھی جس کی وجہ سے وہ بلاشبہ مقربین کی جماعت کے ایک فرد تھے ——— مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ستانوے سالہ زندگی کے یہ کچھ گوشے اور کچھ اشارے ہیں انکی تفصیل آپ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں شائع ہونے والے الفرقان کے ضخیم یادگار نمبر میں پڑھئے۔

جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے کہ مولانا نعمانی نے الفرقان کے ذریعہ تقریباً ساٹھ سال تک دین و ملت کی بیش بہا خدمات انجام دی تھیں، انکی وفات کے بعد ان کا یہ حق تھا کہ ادارہ الفرقان انکی یاد میں ان کا یادگار نمبر شائع کرے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب صلاحیت فرزندوں اور خاص طور پر حضرت مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی مدظلہ سے بجا طور پر توقع تھی کہ وہ اس کام کو مولانا کے شایان شان انجام دیں گے اور حق یہ ہے کہ انھوں نے اس کام کو بہت مختصر عرصہ میں اور بڑی آن و بان سے انجام دیا، ہمارے سامنے اس خاص اشاعت کا عام اڈیشن ہے ضخامت، ٹائیٹل کا دیدہ زیب، شاندار طباعت و کتابت، مضامین کے تنوع ہر اعتبار سے یہ نمبر اس قابل ہے کہ اس کو نظروں میں بسا لیا جائے، دل میں جگہ دی جائے، عقیدت و احترام کے جذبہ سے پڑھا جائے۔

اس نمبر کی یہ بات بہت خاص ہے کہ اس میں تکرار بہت کم ہے جبکہ عموماً اس طرح کے یادگاری نمبروں میں یہ بات مفقود ہوتی ہے، ادارہ زمزم ادارہ الفرقان اور خاص طور پر مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی کو اس شاندار نمبر کی اشاعت پر اپنی دلی مبارکباد پیش کرتا ہے، عام اڈیشن کی قیمت صرف ایک سو پندرہ روپیہ ہے، اتنے شاندار اور ضخیم نمبر کی یہ بہت کم قیمت ہے۔ اس پتہ سے اس نمبر کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ دفتر الفرقان ۳۱ نظیر آباد نیا گاؤں لکھنؤ۔

(۱) وقفة مع اللامذهبية فی شبه القارة الهندية (عربی)

(۲) وقفة مع معارضی شیخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب والأمراء السعوديين ۔ (عربی)

(۳) مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں (طبع دوم)

(۴) غیر مقلدین کی ڈائری (طبع دوم)

(۵) غیر مقلدین کیلئے لمحۂ فکریہ

(۶) محدثین کی قوت حفظ تاریخ کی روشنی میں

(۷) بریلوی مذہب پر ایک نظر

(۸) تذکرہ طیب

(۹) امام ابوحنیفہ اور قیاس

(۱۰) مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی

(۱۱) آئینۂ غیر مقلدیت

درج ذیل پتوں سے بھی آپ ان کتابوں کو حاصل کر سکتے ہیں ۔

(۱) ربانی بکڈپو ، جامع مسجد دیوبند ، سہارن پور

(۲) ربانی بکڈپو ، کٹرہ شیخ چاند ، لال کنواں دہلی نمبر ۶

(۳) مکتبہ حسینیہ دیوبند ، سہارنپور

(۴) مدرسہ مرقاۃ العلوم مئو

(۵) مولانا رضوان الرحمن قاسمی جامعہ اسلامیہ بنارس

محمد اجمل مفتاحی

خوش خبری

ناظرینِ زمزم وجملہ اہل علم کو یہ خبر دیتے ہوئے
ادارہ مکتبہ اثریہ مسرت محسوس کرتا ہے کہ مولانا
محمد ابوبکر غازی پوری مدظلہ کی معرکۃ الآراء عربی
تالیف "وقفۃ مع اللامذھبیۃ" کا ترجمہ "آئینہ
غیر مقلدیت" کے نام سے چھپ کر سامنے آگیا ہے۔

کتاب کا ترجمہ مولانا **رضوان الرحمٰن قاسمی**
استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس نے کیا ہے، اور اس پر حضرت
مولانا مفتی **ابوالقاسم** صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ
بنارس کا گراں قدر پیش لفظ ہے۔

کتاب کی عام قیمت صرف ساٹھ ۶۰ روپے ہے۔

ناظرین
آرڈر دینے میں
تاخیر نہ کریں

مدرسہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دوماہی دینی و علمی مجلہ
شمارہ (۶)
جلد (۱)
ذی قعدہ ، ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۹ھ
زمزم
مدیر مسئول و مدیر التحریر
محمد ابوبکر غازی پوری
سالانہ چندہ ۶۰/ روپے
پتہ
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور یوپی
پن کوڈ- ۲۳۳۰۰۱
فون نمبر- ۲۲۱۷۵۶-۰۵۴۸

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحمدہ تعالیٰ زمزم نے اس شمارہ پر اپنا پہلا ایک سال مکمل کر لیا ہے ،
یہ بھی خدا کا فضل تھا کہ وسائل اور افراد کی قلت کے باوجود ہر شمارہ اپنے وقت پر بلکہ
وقت سے پہلے ہی شائع ہوتا رہا ، زمزم کے قارئین نے اپنے خطوط میں زمزم کے
بارے میں اپنے بہترین تاثرات کا اظہار فرمایا۔ عام پرچوں کی روش سے ہٹ کر
ہم نے ان تعریفی خطوط کو شائع نہیں کیا ، اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ زمزم کے صفحات
محدود ہیں ، ہم نے ضروری مضامین ہی کو اولیت دی ، دوسرے یہ کہ اپنا مزاج بھی یہ
نہیں ہے کہ اپنی تعریف میں لکھے گئے خطوط کو شائع کیا جائے ، ہم نے پوری کوشش
کی زیادہ سے زیادہ ان مضامین کو جگہ دی جائے جن سے زمزم کی اشاعت کا مقصد
پورا ہو ، اپنے معزز قارئین کا شکریہ ادا کرتا ہوں ، جنہوں نے اپنے خطوط میں ہماری
حوصلہ افزائی فرمائی ، مگر اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ خداوند قدوس ہماری اس سعی کو
اپنی رضا سے سرفراز کرے ، خدا بہتر جانتا ہے کہ بہت غور و فکر کے بعد اور مختلف
شواہد و دلائل کی روشنی میں دین و عقیدہ کے اعتبار سے ہم نے سلفیت زدہ غیر مقلدیت
کو وقت کا اہم ترین فتنہ محسوس کیا ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ زمزم نے اس موضوع
کو بطور خاص اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے ، اور ہمیں بے انتہا خوشی ہے کہ اس فتنے

ہم نے اپنے ناظرین کو بہت حد تک متعارف کرادیا ہے، خدا سے دعا ہے کہ ہمیں نفس اور نفسانیت کے مُنفذ سے محفوظ رکھے۔ آمین

کسی جماعت کی بلاوجہ مخالفت نہ ہمارا مزاج ہے اور نہ ہم اس کو دین کی کوئی خدمت سمجھتے ہیں۔ مگر اس کا بھی اظہار ضروری ہے کہ جس جماعت کو ہم مسلمانوں کے لئے یا اسلام کے لئے واقعی خطرہ محسوس کرتے ہیں اس کا تعاقب بھی اپنا اولین دینی فریضہ سمجھتے ہیں، سلفیت زدہ غیر مقلدیت کو ہم اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم ترین فتنہ سمجھتے ہیں، اس گروہ نے مسلمانوں کو انتشار کا شکار بنادیا ہے، صحابہ کرام سے لے کر فقہاء، محدثین اولیاء کرام بزرگان دین سب کو یہ جماعت مجروح قرار دیتی ہے، یہ اسلام کی ایک نئی تفسیر کرتی ہے، اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو گمراہ اور مشرک قرار دیتی ہے، اسلاف پر سے اعتماد ختم کرتی ہے، کتاب و سنت کی من مانی تفسیر کرتی ہے اس کے نزدیک وہی حدیث قابل عمل ہے جس کو یہ قابل عمل سمجھے اس طرح یہ احادیث کے ذخیروں اور محدثین کی کاوشوں کو کالعدم قرار دیتی ہے اس کے نزدیک کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ دونوں برابر درجہ کی چیز ہے جس کا امت میں کوئی قائل نہیں، بلکہ قرآن کے مقابلہ میں حدیث کو اول درجہ دیتی ہے جو بہت بڑی گمراہی ہے۔ اس طرح اس نے گمراہیوں کا ایک سلسلہ پھیلا دیا ہے اور ذہنی تاریکی اور فکری آوارگی کا چوپٹ دروازہ کھول دیا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس فتنہ کا سدباب پوری قوت سے ہو، خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اپنی استطاعت بھر اس میں کوتاہی نہیں کی۔ زمزم نے اس فتنہ کا جس استقلال اور پامردی سے تعاقب کیا ہے اس سے اس جماعت کے افراد گھبرا اٹھے ہیں اور اب دلائل و براہین کی جگہ گالیوں سے کام چلا رہے ہیں، مگر ہم نے بھی یہ طے کر لیا ہے کہ گالیوں کا جواب نہیں دیں گے، ہمیں کوئی لاکھ گالیاں دے اس سے ہمارے اوپر کوئی خاص اثر پڑنے والا نہیں ہے ہم کیا ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے، ہم اس سے

بھی زیادہ برے ہیں جتنا ہمارے غیر مقلدین برادران سمجھتے ہیں، اگر وہ صرف ہمیں گالیاں دے کر اپنی روش بدل لیں اور صحابہ کرام ائمہ دین فقہاء و محدثین اولیاء اللہ، بزرگان امت اور اسلام کے جان بازوں کے خلاف اپنی زبان بند کر لیں اور اپنی ان کتابوں اور تحریروں پر روک لگا لیں جس سے اسلاف پر سے اعتماد ختم ہوتا ہے اور ان کی ذوات قدسیہ مجروح ہوتی ہیں اور اسلام کی غلط تصویر سامنے آتی ہے تو ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ ہمیں اس سے زیادہ گالیاں دو ہم خوش ہیں اور ہم تمہارے حق میں دعا کرتے ہوئے اپنا قلم اور اپنی زبان بند کر لیں گے لیکن اگر تم نے اسلاف کے مجروح کرنے کا سلسلہ باقی رکھا اور صحابہ کرام اور ائمہ دین اور بزرگوں کے خلاف بدزبانی جاری رکھی اور دین کی اپنی من مانی تشریح اور کتاب و سنت کی لفظی اور معنوی تحریف سے باز نہ آئے اور اسلاف کے عقیدہ و مسلک پر تمہارا حملہ جاری رہا تو پھر جس قدر بھی وسائل ساتھ دیں گے اور زبان و قلم میں طاقت رہے گی ہم تمہارا تعاقب جاری رکھیں گے ۔ ان شاء اللہ العزیز۔

ایک بات ہم اپنے معزز قارئین سے عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ بہت سے حضرات ہمیں ایک ساتھ کئی سالوں کے لئے زمزم کا زر اشتراک بھیجتے ہیں ہماری ان سے گذارش ہے کہ وہ صرف ایک سال کا بھیجیں اور اگر پرچہ جاری رہے تو نئے سال کا بھیجیں اس بات کو ہمارے قارئین بطور خاص نوٹ کر لیں ۔

ایک دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ مکتبہ اثریہ سے وی پی کتابیں بھیجنا بند کر دی گئی ہیں اسلئے کوئی صاحب کتابوں کو وی پی کے ذریعہ نہ طلب کریں اگر مکتبہ اثریہ سے کتابیں منگوانی ہوں تو پہلے پیسے بھیج دیں کتابیں ان کو

ذمہ داری کے ساتھ بھیجی جائیں گی۔

خریداران زمزم سے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ زمزم کی خریداری جن حضرات کو باقی رکھنی ہے وہ نئے سال کا چندہ مبلغ ساٹھ روپے بھیجکر کرم فرمائیں۔

ہمارے بعض قارئین کی خواہش ہے کہ طٰہٰ شیرازی کی تحریر خمار سلفیت کو کتابی شکل دی جائے اطلاعاً عرض ہے کہ انشاء اللہ اس بارے میں جلد ہی کوئی فیصلہ کیا جائے گا ہمارے بھائی مطمئن رہیں۔

اب اخیر میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ اگر زمزم کو آپ وقت کی ضرورت سمجھتے ہیں اور اس کے جاری رہنے سے آپ کو دلچسپی تو براہ کرم اس کا حلقہ اشاعت بڑھانے کی آپ فکر کریں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ اس وقت ادارہ پر زمزم کی اشاعت کی وجہ سے زبردست مالی بوجھ ہے، آپ کے تعاون کی ہمیں شدید ضرورت ہے۔ ہم فقیروں اور گداؤں کو دوسری جماعتوں اور اداروں پر قیاس نہ کریں یہاں حال یہ ہے کہ صرف عزم ہے ہمت ہے اور خدائے وحدہٗ لاشریک پر بھروسہ ہے ورنہ جھولی ...... تو جھولی بالکل خالی ہے اس لئے ہم اپنے قارئین سے زمزم کی توسیع اشاعت کیلئے بطور خاص گذارش کرتے ہیں۔

محمد اجمل مفتاحی

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عروہ بن ابی جعد کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دینار دیا کہ وہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری خریدیں، انھوں نے اس ایک دینار سے دو بکریاں خریدیں، پھر ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے ساتھ ساتھ ایک دینار بھی واپس کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس عمل سے خوش ہوئے اور ان کے لئے تجارت میں برکت کی دعا فرمائی۔ اب ان کا حال یہ تھا کہ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتے برکتوں کا مشاہدہ کرتے حتیٰ کہ مٹی کی بھی خرید و فروخت کرتے تو اس میں بھی انکو نفع ہی ہوتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے مال میں ایسا تصرف صاحب مال کی اجازت کے بغیر بھی کیا جا سکتا ہے جس سے مال والے کو نفع پہونچے، البتہ اگر نفع کے بجائے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس قسم کا از خود تصرف جائز نہ ہوگا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کے مال سے جو نفع حاصل ہو اس کا مستحق مال والا ہی ہوگا، یہ نہیں کہ اس کا مالک وہ خود بن جائے گا جس نے دوسرے کے مال میں تصرف کر کے کچھ نفع حاصل کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی مدرسہ یا کسی ادارہ کے خرچ سے کسی نے سفر کیا اور بحیثیت سفیر یا مبلغ مدرسہ سفر کرنے والے کو کچھ ہدیہ وغیرہ ملا تو اس کا مالک مدرسہ یا ادارہ ہوگا، مدرسہ یا ادارہ کے خرچ سے سفر کرنے والا اس کا مالک نہ ہوگا۔

لوگ اس زمانہ میں اس کا لحاظ نہیں کرتے ہیں اور مدرسوں اور اداروں کی طرف سے چندہ یا تبلیغ کے کام کے لیے مدرسوں اور اداروں کے خرچے پر سفر کرتے ہیں مگر ان کو مدرسہ یا ادارہ کے تعلق سے جو نذرانہ یا ہدیہ ملتا ہے اس کے وہ خود مالک بن بیٹھتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کیلئے غلہ وغیرہ (خوراک کی چیزوں) کا ذخیرہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جذام اور افلاس کے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ آپ دوسروں کے ساتھ ہمدردی کریں، دوسروں کو پریشانی میں نہ ڈالیں، بعض خود غرض قسم کے تاجر اور کاروباری لوگ اشیاء کی قلت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور کمیاب چیزوں کا ذخیرہ بنا کر منہ مانگا بلکہ دگنا تگنا کر کے فروخت کرتے ہیں، یہ سخت ناپسندیدہ اور غیر اخلاقی و غیر انسانی حرکت ہے، اسلام اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنا جیب بھرا جائے۔

کچھ قسم کے تاجر قحط کے زمانہ میں غلہ وغیرہ جمع کر لیتے ہیں اور ان میں جو ہوشیار ہوتے ہیں وہ حالات کا اندازہ کر کے کہ فلاں چیز کمیاب ہونے والی ہے اس کا ذخیرہ پہلے سے کرنا شروع کر دیتے ہیں اور وقت پر نہایت گراں داموں بیچتے ہیں، یہ اسلام میں قطعاً جائز نہیں ہے، اور ایسے تاجر اللہ کے عذاب کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں لوگوں کی بددعائیں بٹورتے ہیں، یہ مالدار کیا ہونگے ان پر فقر و افلاس کا دروازہ کھل جاتا ہے، مسلمانوں کو بطور خصوص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں بہت زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے خوب سمجھو برکت اسی عمل میں ہے جو اللہ کی مرضی اور دین کی ہدایات کے مطابق ہو،

خدا و رسول کے احکام کو توڑ کر کے مسلمان اپنی دنیا بھی ضائع کرے گا اور دین بھی

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی آفت رسیدہ شخص کو دیکھو تو یہ دعا پڑھو۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔ آپ نے فرمایا کہ جو یہ دعا پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس آفت سے محفوظ رکھے گا۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر ہر موقع کیلئے ہدایت فرمائی ہے، اگر کوئی شخص کسی آفت میں گرفتار ہے تو اس موقع سے آپ نے مذکورہ بالا دعا پڑھنے کا حکم فرمایا، اور اس کا اثر یہ بتلایا کہ اس دعا کو پڑھنے والا اس آفت میں گرفتار نہیں ہوگا۔

(۴) طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب نئے چاند کو دیکھتے تھے تو یہ دعا فرماتے اللھم اھلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام ربی و ربک اللہ۔

نیا چاند طلوع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آج سے نیا زمانہ اور نیا مہینہ شروع ہو رہا ہے، اس زمانہ میں جو خیر و برکت ہے اس کے لئے دعا چاند دیکھتے ہی کر لینی چاہئے۔ ایمان کی دعا مانگنی چاہئے کہ یہی تمام معنوی قوتوں کا سرچشمہ ہے، امن کی دعا مانگنی چاہئے کہ امن و امان سے بڑھ کر انسان کو تفکرات سے چھڑانے والی کوئی چیز نہیں، اسلام کی دعا مانگنی چاہئے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدایا ہم تیری ہی تابعداری اور تیرے احکام کی پابندی میں اپنا وقت گذاریں گے۔ سلامتی کی دعا مانگنی چاہئے۔ یعنی تنگدستی، بیماری، خوف، اور تمام آفات ارضی و سماوی سے عافیت کی خواہش کا اظہار بندہ اپنے آقا سے کرے چاند دیکھ کر مذکورہ بالا دعا پڑھنے کا جو ان تمام باتوں کی جامع دعا ہے۔ آنحضور اکرم

صلے اللہ علیہ وسلم معمول تھا اور چاند دیکھ کر ہمارے لئے بھی اس دعا کا پڑھنا مسنون ہے۔ انشاء اللہ اس سے بڑی خیر و برکت پیدا ہوگی۔

(۵) حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا۔ اے اللہ میں آپ سے صبر کا سوال کرتا ہوں، تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم نے بلا اور آزمائش کا سوال کیا ہے اب عافیت کا بھی سوال کرو۔

بندہ کو حکم ہے کہ وہ اللہ سے مانگے، مگر کیا مانگے اس کا دھیان رکھنا بھی ضروری ہے، اللہ سے ہمیشہ کشایش دست، بسر عافیت، فضل، مہربانی اور عفو و مغفرت کی دعا مانگنی چاہئے۔ زبان سے ایسی بات کی درخواست نہ نکلے جو بندہ کے لئے آزمائش ہو، اور بندہ جس کا تحمل نہ کر سکے، اس حدیث میں آنحضور نے سنا کہ ایک شخص صبر کی دعا مانگ رہا ہے صبر پریشانی اور مصیبت پر ہوتا ہے یعنی گویا اس نے یوں کہا کہ اے اللہ پہلے پریشانی میں ڈال دے اور پھر مجھے اس پر صبر کی قوت دے۔ یہ دعا بندہ کی شان نہیں ہے، اسی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ تم نے پریشانی کا سوال کیا ہے، اب تم اللہ سے عافیت کی دعا مانگو۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

حضرت مدنی کے ملفوظاتِ سامیہ

فرمایا ۔ آخری شب میں نماز کے اندر قرآن کی تلاوت کرنا تزکیۂ قلب کے لئے سب سے مفید اور موثر ہے خصوصاً اس وقت جب کہ قرأت لمبی اور تفکر وتدبر کے ساتھ ہو ۔

فرمایا ۔ وسوسوں اور پریشان خیالات کی بنا پر کوئی وظیفہ ترک نہ کرو کبھی کبھی یہ خوف وساوس نیک نتائج کا پیش خیمہ اور سبب بنتے ہیں ۔

فرمایا ۔ عبادت پر گھمنڈ کرنا خطرناک ہے ، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کاموں سے بچائے جو اسے پسند نہ ہوں یا عمل کے ضائع ہونے کا باعث ہوں ۔

فرمایا ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے اگر وسوسے زیادہ پریشانی کا باعث ہوں تو سورہ قل اعوذ برب الناس کا وظیفہ کیجئے یہ اکسیر اعظم ہے ۔ روزانہ ایک سو مرتبہ یا کم از کم چالیس مع خیال معنی پڑھ لیجئے ۔

فرمایا ۔ حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ، اگر خدا کی جانب سے مصیبت وآزمائش نہ ہوا کرتی تو خدا تک پہنچنے کا راستہ ہی مفقود ہو جاتا ۔

فرمایا ۔ کسی کو بھی خدا کی رحمت سے اس وہم کی بنا پر مایوس نہ ہونا چاہئے کہ وہ عاجز اور کمزور اور ناچیز ہے اور اللہ کی ذات وراء الوراء ہے ، تمہارا کام یہ ہے کہ اس کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو کہ یہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے ،

لاما لگھولیا جاتا ہے۔

فرمایا ۔ اگر ذکر کرتے وقت کیفیات کا ظہور نہ ہوتا ہو یا لذت محسوس نہ ہوتی ہو تو اس سے پریشان نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ مقصود نہیں، یہ تو ایسی چیزیں ہیں کہ راہ طریقت کے بچوں کو ان سے بہلایا جاتا ہے مقصود حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کا فضل ہے۔

فرمایا ۔ آج بڑے خاندان اپنی اولاد کو انگریزی اسکول کی تعلیم دلوا کر انکو دوزخ کا کندہ بنا رہے ہیں اور دنیا کے لالچ میں ان کو بے دینی اور الحاد کی تعلیم دلوا کر دین سے برگشتہ اور اسلام کے لئے بلکہ دشمن بناتے ہوئے اپنی اور ان کی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔

فرمایا ۔ اولاد کا دیندار حافظ قرآن اور حافظ دین متین ہونا لازوال اور عظیم الشان نعمت ہے۔

فرمایا ۔ تصوف کا ضروری اور مضبوط اصول یہ ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ بدظنی اور دوسروں کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے۔

فرمایا ۔ امت کے جن افراد کے بارے میں پہلے ہی سے حسن اعتقاد قائم ہے اور ان کے اقوال و افعال مسائل خاصہ کے سوا مرضی و پسندیدہ ہیں، ان کے ساتھ بداعتقادی وغیرہ نہ چاہئے، حسن ظن رکھنا چاہئے، اگرچہ بعض ان خاص مسائل میں جن کے بارے میں ہمارا خیال ہو کہ ہم ہی حق پر ہیں پھر بھی ان مسائل کی وجہ سے بزرگوں اور متقدمین کے بارے میں نہ زبان درازی چاہئے اور نہ بداعتقادی بلکہ ان کے اور اپنے لئے دعا کرنی چاہئے اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

فرمایا ۔ (تصوف کے جتنے طرق ہیں سب حق ہیں) ہر شخص جس راستہ سے فیضیاب ہوا ہے اسی کا گیت گاتا ہے اور اسی کا مداح و ثناخواں ہوتا ہے اور یہ اس کا

ذریعہ ہے ورنہ لطف خداوندی منحصر کسی خانوادہ اور کسی طریقہ میں نہیں ہے۔

فرمایا۔ ہر طریقہ میں غلط کار، نقال پست ہمت روٹی کھانے والے نفس پرست نام کے بندے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ظاہر بیں طریقہ پر حرف اعتراض زبان پر لاتا ہے مگر یہ غلطی ہے کسی غلط کار کی وجہ سے اسلاف پر تنقید نہیں کی جا سکتی نہ کسی کی بے راہ روی سے نفس طریقہ پر اعتراض کرنا درست ہو سکتا ہے۔

فرمایا۔ اس عالم اسباب میں جو ثمرہ اپنی کوشش سے حاصل ہوتا ہے وہ دیرپا اور کثیر النفع ہوتا ہے اسلئے آپ اپنی کوشش جاری رکھئے۔

فرمایا۔ جن صاحب کے یہاں میلاد اور عرس ہوتا ہے اور چونکہ خلاف شرع ہوتا ہے اسلئے اولاتو ان کی اصلاح ہونی چاہیے اگر یہ ممکن نہیں تو آپ ان کے افعال میں شرکت نہ فرمائیں، ہاں اگر ظن غالب ہو کہ وہ لوگ اس کی وجہ سے آپ کی ایذا کے درپے ہوں گے یا تعصب وغیرہ میں پڑ کر اس سے زیادہ گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے یا مسلمانوں میں افتراق کا زہریلا بازار گرم ہو جائے گا تو شریک ہونا جائز ہے۔

فرمایا۔ اپنی جائیداد کا انتظام نہایت بیداری اور جفاکشی سے کیجئے کارکنوں اور ملازموں پر بھروسہ کرنا اور خود غافل ہو جانا بہت سے رؤسا کو برباد کر چکا ہے انسان کو توکل کرتے ہوئے سمجھ بوجھ کے ساتھ اپنی معیشت کے اسباب درست کرنا ضروری امور میں سے ہے۔

فرمایا۔ وضو میں مسواک کسی لکڑی کی ہو جائز ہے مگر وہ لکڑیاں جن میں کڑواہٹ یا کھٹاپن ہو وہ مفید تر ہوتی ہیں ان کا استعمال انسب ہے پیلو کی سب سے افضل ہے مگر دوسری لکڑیاں بھی جائز ہیں۔

فرمایا۔ شب کو اور قیلولہ کے وقت میں اگر ممکن ہو تو وضو ورنہ تیمم کر کے سوئیں لیٹنے سے پہلے کہ داہنی کروٹ پر قبلہ رو سوئیں یہ حالت ابتدائی ہے پھر جس

طرف بھی انسان کروٹ بدل لیگا جائز ہوگا۔

فرمایا۔ قرضہ سخت مصیبت ہے خصوصاً سودی قرض تو زہر قاتل ہے اگر ممکن ہو تو کچھ حصہ جائیداد کا کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر کے اس سے سبکدوشی حاصل کیجیے، اگر مسلمان خریدار نہ پیدا ہو تو کافر تک کے ہاتھ فروخت کریں اور ہمیشہ احتیاط رکھیں کہ قرضہ خصوصاً سودی ہرگز نہ لیں۔

فرمایا۔ کسی ناقص (شیخ) کو چھوڑ کر کامل کو اختیار کرنا ممنوع نہیں بلکہ یہی سمجھ کی بات ہے اور اکابر نے ایسا کیا ہے۔

فرمایا۔ ہمت بلند رکھئے غفلت پر لعنت کیجیے جس قدر ممکن ہو اپنے سانس اور اعضاء و ارکان کو پروردگار حقیقی کے نام لینے میں صرف کیجیے۔

مولانا محمد ابوبکر غزنوی

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مشہور اہل حدیث عالم تھے، آپ کے دادا حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی متبع کتاب و سنت ولی کامل صوفی بزرگ تھے تصوف و سلوک میں ان کا مقام بہت بلند تھا، مستجاب الدعوات تھے درویشانہ زندگی گزارتے تھے اور کلمۂ حق کہنے میں نہایت جری و بیباک تھے، مولانا داؤد غزنوی کے صاحبزادہ مولانا محمد ابوبکر غزنوی نے اپنے والد ماجد کے حالات میں "مولانا داؤد غزنوی" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے، اس کتاب میں حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کا بھی مفصل تذکرہ ہے، ہم اسی کتاب سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات ذکر کر رہے ہیں، اس سے اندازہ ہوگا کہ جب اہل حدیث حضرات میں ایسے لوگ تھے جو واقعۃً اہل حدیث تھے، اور جن کا تعلق تصوف و سلوک سے تھا تو ان میں کیسے کیسے اللہ والے پیدا ہوئے، ان کی ظاہری و باطنی کیفیت کا کیا حال تھا، اور پھر مقابلۃً اس سے آج کے غیر مقلدوں کا بھی حال معلوم کیا جا سکتا ہے، جو اہل حدیث تو نہیں صرف غیر مقلد ہیں اور سلفیت کا عنوان لگا کر اچھل کود رہے ہیں، جن کا طرۂ امتیاز آج اللہ والوں سے بدظنی، تصوف سے عداوت و دشمنی ائمہ دین و بزرگان تصوف کے بارے میں سب و شتم، صحابہ کرام کے بارے میں سوءِ ظن پیدا کرنا ہی بن گیا ہے۔

(محمد ابوبکر غازیپوری)

حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ امجد للّٰہیت، تقویٰ اور علم دین میں یکتائے روزگار تھے۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے "نزہۃ الخواطر" میں حضرت عبداللہ غزنوی کے حالات قلمبند کرتے ہوئے ابتداء یہ جملہ لکھا ہے:

الشیخ الامام العالم المحدث عبد اللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی الشیخ محمد اعظم الزاهد المجاهد الساعی فی مرضاۃ اللّٰہ مؤثر رضوانہ علی نفسہ واهله وماله واوطانہ صاحب المقامات الشهیرۃ والمعارف العظیمة الکبیرۃ۔[1]

حضرت عبداللہ بن محمد شریف الغزنوی شیخ تھے، امام تھے، عالم تھے، زاہد تھے، مجاہد تھے۔ رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے۔ اللہ کی رضا کے لیے اپنی جان، اپنا گھر بار، اپنا مال، اپنا وطن سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔ علاء ربوں کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔

شیخ شمس الحق دیانوی رحمۃ اللہ علیہ "غایۃ المقصود" کے مقدمے میں حضرت عبداللہ غزنوی کی مدح و توصیف میں یوں لکھتے ہیں:

انہ کان فی جمیع احوالہ مستغرقا فی ذکر اللہ عزوجل حتی ان لحمہ وعظامہ واعصابہ واشعارہ وجمیع بدنہ کان متوجها الی اللّٰہ تعالیٰ فانیا فی ذکرہ عزوجل۔[2]

(وہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کا گوشت، ان کی ہڈیاں، ان کے پٹھے ان کا

---

[1] نزہۃ الخواطر وبهجة المسامع والنواظر ص ۳۰۲ ج ۷۔

[2] بحوالہ نزہۃ الخواطر ص ۳۰۳ ج ۷۔

برابر ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ تھا۔ اللہ عزوجل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے۔)

نواب صدیق حسن خانؒ معاصر من تذکار جیود الاحرار میں حضرت عبداللہ غزنویؒ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"چرخ اگر ہزار چرخ زند مشکل کہ چنیں ذات جامع کمالات بروئے ظہور آید ہم محدث بود و ہم محدث بہ"[1]

(آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے۔ وہ محدث بھی تھے اور اللہ سے ہمکلامی کا شرف بھی انھیں حاصل تھا۔)

حضرت عبداللہ غزنویؒ کے فرزند حضرت الامام عبدالجبار غزنویؒ جو آپ کے ساتھ دن رات سفر اور حضر میں رہے اور جنھیں آپ کو بہت قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، ان کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

عابد کثیر الذکر رجاع الی اللہ المتذلل لہ الخاشع الخاضع الورع التضرع المتبرع المتواضع المبتھل الحنیف المتبتل الی اللہ الکامل التابع الملھم المحدث المخاطب المخلص الصدیق الکریم الجواد الاواہ العلیم المتوکل المنیب الصابر القانت لم تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم قط۔[2]

(وہ عبادت گزار، بہت ذکر کرنے والے، اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے اس کے سامنے بہت جھکنے والے، اور خشوع و خضوع کرنے والے تھے۔ گناہوں سے بچنے والے، اللہ کے حضور میں گریہ وزاری کرنے والے، بہت صدقہ و خیرات کرنے والے، عاجزی کرنے والے، سب کٹ کر اللہ ہی کی طرف

---

[1] صفحہ ۱۹۲ [2] مخطوط حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی صفحہ ۱

متوجہ ہونے والے اور اسی سے دعا و التجا کرنے والے تھے۔ مرد کامل اور یگانۂ روزگار تھے، اللہ کی طرف سے الہام اور خطاب سے نوازے جاتے تھے اور اس کی ہمکلامی کا شرف انہیں حاصل ہوتا تھا۔ وہ اللہ کیلئے خالص کر لئے گئے تھے۔ بہت سچے، بزرگ اور سخی تھے۔ بڑے دردمند، بردبار، اللہ پر بھروسہ کرنے والے، اس کی طرف رجوع کرنے والے، مصیبتوں پر صبر کرنے والے اور اللہ کے اطاعت گزار تھے۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت انہیں اللہ کی راہ سے قطعاً نہ روک سکتی تھی۔)

پیدائش اور نام و نسب

آپ ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۰ء میں قلعہ بہادر خیل کے مقام پر جو شہر غزنی کے مضافات میں واقع ہے، پیدا ہوئے۔ یہ جگہ افغانستان میں خواجہ بلال پہاڑ کے قریب ہے۔ آپ کا نام و نسب محمد اعظم بن محمد بن محمد شریف ہے۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام محمد اعظم رکھا تھا آپ نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا۔ آپ فرماتے تھے۔

• محمد کہ اعظم از کائنات افضل از مخلوقات است ہماں رسول است تسمیہ با عبداللہ خوب است[1]

(محمد کا اسم گرامی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو زیبا ہے جو ساری کائنات سے زیادہ عظمت رکھنے والے اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ میرا نام عبداللہ ہی بہتر ہے)

امام صاحب لکھتے ہیں کہ عبداللہ نام آپ نے اس لیے رکھ لیا تھا کہ اس نام میں خدا کی الوہیت اور بندے کی عبدیت کا اظہار اور فروتنی کا اقرار ہے۔

آپ کے جد امجد محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل تھے۔ ان کا مزار مرجع خلائق تھا۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار اور جد امجد کا شمار بھی اولیاء وصلحاء امت میں ہوتا تھا۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کریم ابن الکریم ابن الکریم تھے اور آپ کے آباؤ اجداد سب اقلیم فقر کے فرمانروا تھے۔ سب نشۂ درویشی سے سرشار تھے اور مال وجاہ دنیوی سے یکسر بے نیاز تھے۔ ایک خط میں آپ لکھتے ہیں:

"صاحبا! فقیر و فقیر زادہ ام و غریب زادہ ..... عاجزی و انکساری و خاکساری کار ماست و گوشہ نشینی و زاویہ گزینی شعار ماست۔"[1]

حضرت الامامؒ لکھتے ہیں:

"غزنی میں آپ کا خاندان مشہور سادات میں تھا، مگر جب آپ سے کوئی پوچھتا کہ کیا آپ سید ہیں؟ تو آپ فرماتے، لوگ کہتے ہیں کہ ہم سید ہیں، لیکن عجم میں انساب کچھ ایسے خلط ملط ہو گئے ہیں کہ سیادت کا حال کچھ معلوم نہیں ہوتا۔"[2]

آپ نے سید ہونے سے تو انکار نہیں کیا۔ از راہ تواضع محض یہ کہا کہ عرب سے جب عجم میں سیادت منتقل ہوئی تو وہ کہاں تک خالص و بے آمیز رہی ہو گی۔

تعلیم

آپ بچپن میں غزنی کے علماء سے پڑھتے رہے۔ علوم متداولہ کی تحصیل آپ نے وہیں کی۔ آپ کی تیزی فہم اور سلامتی فکر پر لوگوں کو حیرت ہوتی تھی۔ تفسیر و حدیث سے آپ کو والہانہ شغف تھا۔ غزنی میں کوئی ایسا متبحر عالم نہ تھا جس سے آپ کا علمی ذوق تسکین پا سکتا۔[3] کسی مشکل مقام کے سمجھنے میں دقت ہوتی یا کسی دینی مسئلے میں اشکال پیدا ہوتا، تو غزنی کے علماء سے انھیں تسلی بخش جواب نہ ملتا۔ آپ فرماتے تھے مجھے ان دنوں الہام ہوا کہ حضرت شیخ حبیب اللہ قندھاری

---

[1] مکاتیب غیر مطبوعہ [2] ایضاً [3] حضرت الامامؒ

سے رجوع کرو۔[1] غزنی سے قندھار تک کا راستہ کافی طویل ہے اور اس زمانے میں تو سخت دشوار گذار بھی تھا۔[2]

شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے چشمۂ علم سے پیاس بجھانے کی خاطر آپ سفر کی سختیاں جھیلتے ہوئے قندھار پہونچے۔ کچھ مدت ان سے استفادہ کیا اور وطن لوٹ آئے۔ اس کے بعد جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا آپ انھیں کو لکھ بھیجتے حضرت الشیخ کا جواب ہمیشہ محققانہ ہوتا۔ کچھ مدت کے بعد آپ نے ایک بار پھر قندھار کا سفر کیا اور بعض اشکالات کے حل کے لئے اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت الشیخ کو تعجب ہوتا کہ یہ شخص محض چند مسائل پوچھنے کے لئے اتنی لمبی مسافت طے کرتا ہے۔ حضرت الشیخ علما کی بھری محفل میں فرمایا کرتے:

• مسائل دینیہ را چنانکہ این شخص می فہمد من خود نمی فہمم۔

(دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے میں بھی نہیں سمجھتا ہوں)

دوسری بار جب آپ حضرت الشیخ سے رخصت ہونے لگے تو حضرت الشیخ نے آپ سے فرمایا: قندھار آپ کے شہر سے بہت دور ہے اور آپ کو یہاں تک آنے میں سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ آپ یہ زحمت نہ فرمایا کیجئے۔

حضرت نے فرمایا، میرا آنا دین کی خاطر ہے اور سفر کی یہ صعوبتیں جو میں جھیلتا ہوں تو اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے جھیلتا ہوں۔ حضرت الشیخ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ خدا خود آپ کی تربیت کر رہا ہے۔ آپ کو میری ضرورت نہیں ہے۔ خدا آپ کو کبھی ضائع نہ کرے گا۔ اگر کبھی کوئی عقدہ پیش آیا تو مجھے یقین ہے کہ خدا کے بزرگ و برتر کسی دیوار اور کسی درخت کو آپ کیلئے گویا کر دے گا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] میاں صاحبؒ [2] سید سلیمان ندویؒ نے ۱۹۳۳ء میں افغانستان کا سفر کیا تھا۔ انھوں نے بھی اپنے سفرنامہ میں اس راستے کی خرابی کا ذکر کیا ہے۔ ملفوظ حضرت الامامؒ

"حب باطل نشانہ، موافق گفتۂ شیخ پاس معاملہ کردہ است"[1]

(میرے پروردگار نے شیخ کے ارشاد کے مطابق درودیوار کو میرے لئے گویا کر دیا)

منازل سلوک فرماتے تھے کہ جب میں الہام کی حقیقت نہیں سمجھتا تھا اور توحید کی معرفت پوری طرح مجھے حاصل نہ تھی، ایک بار میں اپنے دادا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گیا جو اس علاقے میں مرجع خلائق ہے تو القاء ہوا "لا الٰہ غیرک" اس وقت میں نے گمان کیا کہ یہ ورد مجھے وظیفہ کیلئے سکھایا گیا ہے۔ اب مجھے سمجھ آیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے الہام تھا کہ میرے سوا کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنا عبادت اور استعانت میں شرک ہے۔ ساری توجہ صرف اللہ ہی کی طرف کرنی چاہئیے۔

بزرگوں کے مزاروں پر اس نیت سے جانا کہ میرا فلاں مطلب حاصل ہو جائے توحید میں رخنہ ڈالتا ہے اور کلمۂ شہادت کے منافی ہے۔

فرماتے تھے اگر کوئی خیال کرے کہ میں کسی نیک آدمی کی قبر پر اس لئے نہیں جاؤں گا کہ ان سے کچھ مانگوں، بلکہ اس لئے جاؤں گا کہ قبر بابرکت جگہ ہے، وہاں میری دعا جلد قبول ہوگی، تو یہ بھی شرعاً غلط ہے، عبادت کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد مقرر کی ہے۔ مقبرہ عبادت کی جگہ نہیں ہے، جیسے حافظ ابن قیم نے "اغاثۃ اللھفان" میں اس کی وضاحت کی ہے۔ فرماتے تھے کہ بچپن میں مجھے اس بات کا بہت شوق تھا کہ جنگل میں جاکر تنہائی میں دعا کروں۔ اس زمانے میں بعض اہل اللہ آپ سے فرماتے تمہاری پیشانی میں ہم ایک نور دیکھتے ہیں، دیکھو علمائے سوء کی صحبت میں رہ کر اپنے دل کو خراب نہ کر لینا، اور تمام لوگ، کیا خواص، کیا عوام بچپن ہی میں ان کی نسبت اور بزرگی

---

[1] ملفوظ حضرت الامام

پر حیرت زدہ تھے۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپ کو عنایتِ ربانی اور جذبۂ غیبی نے پالیا اور اللہ کے سوا ہر چیز سے بیزار ہو گئے اور اپنے رب کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے آپ نے خلوت اختیار کر لی اور لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ حضور دائمی اور پاس انفاس جو مرتبۂ احسان سے عبارت ہے، یکایک آپ کو عطا کیا گیا اور آپ مرجعِ خلائق ہو گئے۔

فرماتے تھے کچھ مبادی ہیں اور کچھ مقاصد ہیں۔ مبادی سے مراد مقاصد تک پہنچنے کے وسیلے اور واسطے ہیں۔ لوگ وسیلوں اور واسطوں کے ذریعے مقاصد کو حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً صوفیاء کے اشغال جوان کے مقرر کردہ لطائف سے متعلق ہیں یہ اخلاقِ حمیدہ جیسے تواضع، توکل، دنیوی خواہشوں میں اختصار، قناعت، صبر، رضا زہد، تقویٰ، رتبۂ یادداشت اور حضور دائمی کے حصول کے لئے وسائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے بے پایاں فضل سے اس حقیر کی تربیت کی ہے۔ اس فقیر کے دل میں اللہ تعالیٰ نے لطائف کے شغل کے بغیر ہی مقاصد کو دفعتاً ڈال دیا اور تمام اوصافِ ذمیمہ کو اپنی بے انتہا رحمت سے میرے وجود سے کھینچ لیا اور احسان کا مرتبہ مجھے عطا کیا اور ماسوی اللہ کو میرے دل سے اچک لیا اور یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہو گئی کہ مربیِ حقیقی اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

ابتدائے سلوک میں آپ پر جذب اس قدر غالب تھا کہ مخلوق سے گریزاں رہتے تھے۔ سب رشتہ داروں اور دوستوں سے الگ تھلگ خواجہ لال پہاڑ میں جہاں کسی شخص کی رہائش نہ تھی، اقامت اختیار کر لی۔ پس حسبِ ارشادِ نبوی کہ جب اللہ کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو اس کے لئے اہلِ زمین کے جی میں قبولیت القا کر دی جاتی ہے، لوگ اس جگہ بھی آپ کے پیچھے پہنچتے تھے۔ زمانے کے علماء اور فضلاء آپ کے بارے میں حیرت زدہ تھے۔

حضرتؒ کا فیضان بعض لوگ محض آپ کی صحبت میں بیٹھنے سے اور بعض صرف

آپ کی زیارت سے صاحبِ حال ہو گئے اور ان پر روحانی کیفیات طاری ہو گئیں۔ حضرت کے پاس سے کبھی استفادہ کرنے والوں کو فیض حاصل ہوا۔ ایک طالب علم محض پوستین اٹھانے سے وجد میں آ گیا۔ اس وجہ سے وہ طالب علم "مریدِ پوستین" کے نام سے مشہور ہوا۔

دور دراز علاقوں سے علماء اور مشائخ آپ سے فیض حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے اور جب سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتے، تو جمادات بھی آپ کے ساتھ باآوازِ بلند تسبیح و تہلیل کرتے اور وجد و اضطراب میں آ جاتے۔

دنیاداروں سے گریز امیروں اور دنیاداروں سے آخری دم تک گریزاں رہے۔ ان کے انتہائی اصرار کے باوجود بھی ان سے ملاقات نہ کرتے تھے اور اپنے بچوں اور دوستوں کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے رہے کہ دنیاداروں کی صحبت سمِ قاتل ہے۔ اپنے رب کی طرف متوجہ رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ضائع نہ کریں گے۔ فرماتے تھے، الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امراء اور دنیاداروں سے عمر بھر محفوظ رکھا۔ ابتدا میں تو حالت یہ تھی کہ امیر لوگ سینکڑوں روپے خرچ کرتے کہ ایک بار میرا چہرہ دیکھ لیں، لیکن میں انھیں ہرگز اجازت نہ دیتا تھا کہ وہ میرے گھر کے قریب بھی پھٹکیں۔

محمد اجمل مقاتی

محمد اجمل مفتاحی

شیخ محمد اکرم

مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

۱۸۶۳ء — ۱۹۴۳ء

دیوبند سے متعدد بلند پایہ ہستیوں نے فیض حاصل کیا ان میں سے بعض مثلاً مولانا انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، اس لائق ہیں کہ انکے کارنامے علیحدہ عنوانات کے تحت بیان ہوں۔ انشاء اللہ یہ کمی آئندہ اشاعت میں پوری کی جائے گی، لیکن ایک بزرگ ایسے تھے کہ ان کے ذکر کے بغیر گزشتہ پچاس سال کی مذہبی تاریخ کسی طرح مکمل نہیں ہو سکتی۔ یہاں ان کا مختصر تذکرہ تبرکاً و تیمناً درج کیا جاتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی ۱۹ ستمبر ۱۸۶۳ء کو ضلع مظفر نگر، یوپی کے قدیمی قصبہ تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ اس کے بعد چودہ پندرہ برس کی عمر میں مدرسہ دیوبند میں داخل ہوئے اور پانچ برس کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں سے مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور مولانا محمود الحسن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، لیکن شاید ان سے بھی زیادہ اثر آپ پر شیخ العالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا تھا۔ سنہ ۱۸۸۱ء میں مولانا رشید احمد گنگوہی حج کے لئے تشریف لے گئے تو مولانا نے جو ابھی دیوبند زیر تعلیم تھے بذریعہ خط شیخ العالم سے بیعت کی خواہش کی۔ وہ یہ درخواست شیخ نے نہ صرف یہ درخواست قبول کی

بلکہ ان کے والد کو لکھا کر حج کے موقع پر صاحبزادے کو ساتھ لیتے آئیں۔ چار سال بعد اس کا بھی موقع مل گیا اور ۱۲۹۹ھ میں حج کے موقع پر مولانا اشرف علی نے حاجی صاحب سے بالمشافہ بیعت کی۔ حاجی صاحب اپنے نوجوان مرید پر بڑی شفقت کرتے تھے۔ (شاید کچھ وطنی تعلق کا بھی اثر تھا) اور مرید کو بھی مرشد سے بے انتہا عقیدت تھی۔ ان سے مسلسل خط و کتابت جاری رکھی اور اندازاً آٹھ نو سال کے بعد پھر مکہ معظمہ کا رخ کیا اور حج کے بعد چھ مہینے مرشد کی خدمت میں گزارے۔ اپنی صلاحیتوں جد و جہد اور حاجی صاحب کی توجہ سے آپ کی باطنی ترقی اس حد تک ہوئی کہ بالآخر اپنے وقت کے سب سے بڑے شیخ ہوگئے۔ آپ کے پرجوش مریدوں میں سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا بادی اور مولانا عبدالباری ندوی جیسے عالم فاضل بزرگوں کے نام آتے ہیں۔

مولانا اشرف علی کی اہمیت فقط سلوک و طریقت کی وجہ سے نہ تھی۔ آپ ایک زبردست عالم اور کامیاب مدرس تھے۔ دیوبند سے تکمیل تعلیم کے بعد پہلے کانپور کے مدرسہ فیض عام میں صدر مدرس مقرر ہو گئے۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد کانپور ہی میں ایک اور مدرسہ (جامع العلوم) آپ سے اخذ فیض کے لئے جاری ہوا۔ آپ نے چودہ سال تک درس و تدریس کا شغل جاری رکھا۔ کئی اکابر علماء آپ کے شاگرد ہوئے۔ طریق درس و تدریس میں بھی اصلاحیں کیں، لیکن دوسرے حج کے بعد آپ کی توجہ تعلیم باطنی اور تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ ہوگئی۔ مرشد سے اجازت لے کر خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قیام اختیار کیا۔ آپ کی تصنیفی زندگی کانپور ہی میں شروع ہوگئی۔ چنانچہ مشہور اور ضخیم کتاب بہشتی زیور (جس کا کچھ حصہ آپ کے ایک شاگرد مولانا احمد علی نے لکھا تھا) یہیں مکمل ہوئی۔ تھانہ بھون میں آپ کو تصنیف و تالیف کے لئے پوری فراغت تھی، نظم اوقات اور شوق سے کام کرنے کا آپ کو بڑا ملکہ تھا۔ چنانچہ متعدد ضخیم تصانیف اور بے شمار مختصر رسائل آپ کے قلم سے نکلے جن کی کل تعداد آٹھ نو سو بتائی جاتی ہے۔

طریقت اور اسی طرح نے دوسرے مسائل میں آپ کا طریقہ شاہ ولی اللہ

کا ساتھ تھا۔ اعتدال، انصاف اور معاملہ فہمی کا پورا خیال رکھتے تھے۔ یہ آپ کی فراست ایمان اور معاملہ فہمی کا فیض تھا کہ اندرون ملک کے معاملات جن میں کئی علمائے دیوبند (مثلاً مولانا حسین احمد مدنی) انگریز دشمنی کے سیلاب میں بہہ کر کانگریس سے اس طرح وابستہ ہو گئے کہ اپنی قوم سے رشتہ توڑ لیا۔ آپ نے صحیح سلامت روی کا طریقہ اختیار کیا۔ آپ نے علانیہ مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ اور آپ کے اکثر عزیز، معتمد مثلاً مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع، مولانا ظفر احمد تھانوی استاذ دارالعلوم ٹنڈوالہ یار، تحریک پاکستان سے وابستہ رہے۔

آپ کی عمر مبارک میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی اور ایک زمانے کو اپنے قلم و زبان اور وجود مسعود سے فیض یاب کرنے کے بعد ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۴۳ء کو رحلت فرمائی۔ مزار مبارک تھانہ بھون میں ہے۔ (ماخوذ از موج کوثر)

ص۲۳ کا بقیہ

فوق حقوق ایشانست[1]

(یہ بندۂ کمینہ انہی کے روحانی خرمنوں کا خوشہ چیں ہے اور انہی کی نوازشوں کے دسترخوان کا پس خوردہ کھانے والا ہے ... مگر کیا کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ان کے حقوق سے بڑھ کر ہیں)

پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ بھی اکثر نقل فرماتے تھے:

بعضے از بزرگاں می گویند کہ ایں بدعت حسنہ است و ایں بدعت سیئہ است
فقیر با ایشاں موافقت ندارد۔

(بعض بزرگ کہتے ہیں کہ ایک بدعت حسنہ ہے اور ایک بدعت سیئہ ہے، لیکن فقیر ان بزرگوں سے اتفاق نہیں کرتا)

---

[1] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، حصہ ششم، دفتر دوم ص ۱۰۵

مولانا محمد ابوبکر غزنوی

مولانا داؤد غزنوی اور بزرگوں کا ادب

(اجمل مقتاحی)

مولانا داؤد غزنوی بزرگوں کا غایت درجہ ادب فرماتے تھے اور ان کا نام نہایت احترام سے لیتے تھے۔ اگر کوئی بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتا یا کسی امام کا نام لیتے ہوئے آداب کو ملحوظ نہ رکھتا تو سخت برہم ہوتے اور بعض حالتوں میں طبیعت اس قدر مکدر ہوتی کہ اس آدمی سے گفتگو ہی موقوف فرما دیتے۔ ائمہ کرام اور اولیاء اللہ کے ادب پر ہر سال دو چار خطبے ضرور دیتے تھے۔ ان کی آواز میرے کانوں میں اب بھی گونج رہی ہے۔ وہ مولانا روم کا یہ شعر پڑھتے :

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم ماند از فضل رب

(ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اللہ کے فضل و کرم سے محروم ہے)

یہ بھی فرماتے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی۔

اندر رہ حق جملہ ادب باید بود   تا جاں باقی است در طلب باید بود

در ہر دم اگر ہزار دریا بخشی   کم باید بود خشک لب باید بود

(اللہ کی راہ میں سراپا ادب رہنا چاہئے جب تک جسم میں جان باقی ہے، تلاش جاری رہنی چاہئے۔ اگر ہر سانس میں فیضان کے ہزار دریا بھی تو پی جائے تو پھر بھی کم ہے اور ہونٹ خشک رہنے چاہئیں۔)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

کا جو ادب اور احترام کرتے تھے بڑے ذوق و شوق سے بیان فرماتے۔ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادوں کے نام حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک خط کی یہ عبارت سناتے۔

"ایں فقیر از سر تا قدم غرق احسانہائے والد بزرگوار شما است۔ و دریں طریق سبق الف ب را از ایشاں گرفتہ است و ہجی حروف ایں راہ را از ایشاں آموختہ"[1]

(یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد ماجد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے اور اس راستے میں ابجد ہوز بھی انہی سے حاصل کی تھی)

"اگر مدت عمر سر خود را پامال اقدام خدمہ عتبہ علیہ شما کردہ باشد ہیچ نکردہ باشد"[2]

(اگر زندگی بھر آپ کے آستانۂ عالیہ کے خادموں کے پاؤں تلے اپنے سر کو پامال کردوں تو بھی نیاز مندی کا حق ادا نہیں ہوتا)

فرماتے کہ شیخ علاء الدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اپنے مشائخ سے ایک اعتبار سے آگے نکل گئے تھے۔ مگر فرماتے یہی تھے

"اگر سر من بآسمان ساید، ہنوز خاک آستانہ مشائخ من بالا باشد"

(اگر میرا سر آسمان سے بھی جا لگے تو میرے مشائخ کے آستانے کی خاک بھی مجھ سے برتر ہے)

فرماتے تھے کہ بزرگوں سے اختلاف بھی کیا جائے تو نہایت ادب اور تواضع سے اختلاف کرنا چاہئے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کس قدر ادب اور سلیقے سے اختلاف رائے کا اظہار فرماتے تھے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"من کیستم کہ چوں نوسہائے دول ایشاں را در ذیلے زیر دار خواہم کہ اینجا..... اما چہ تواں کرد کہ حقوق خداوندی جل سلطانہ

بقیہ حاشیہ

---

[1] و [2] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ ج ص ۲۰۶ دفتر اول

نورالدین نوراللہ الاعظمی

دوسری قسط

کتاب خمار زہد پر ایک نگاہ

۱۵۔ مسئلہ نمبر ۱۳ کے بعد زبردست چھلانگ لگا کر مسئلہ نمبر ۳۰ پر آ گئے، مولانا غازیپوری کی چار سو صفحات سے زیادہ اور غیر مقلدین کے ۸۰۰ شاذ مذہب بیان کرنے والی اس کتاب میں یہی ایک مسئلہ وہ ہے جس میں مولانا غازی پوری سے واقعۃً چوک ہو گئی ہے اس لئے موصوف نے گالیوں کا یہاں انبار لگا دیا ہے، ہم اس کو نقل بھی نہیں کر سکتے۔ بہر حال اس پوری کتاب میں واحد یہی ایک جگہ ہے جہاں نجیب السیلین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی گالیوں کو صحیح جگہ استعمال کیا ہے۔

(۱۶) مسئلہ نمبر ۳۱ میں جمہور کے خلاف شاذ مذہب کی ہم نوائی کی ہے، مسئلہ نابالغ کی امامت کا ہے غیر مقلدوں کے نزدیک نابالغ بچہ کی امامت فرض و نفل ہر جگہ جائز ہے یہ کسی امام کا مسلک نہیں ہے۔ غیر مقلدوں کا شاذ قول ہے، ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ولم يصح ائتمام البالغ بالصبي في الفرض نص عليه احمد۔

یعنی بالغ آدمی کا فرض نماز میں بچے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں ہے حضرت امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور یہی چاروں ائمہ کا بھی مسلک ہے مگر میاں جی کی پیروی میں اور دلا جاہ کی اقتدا میں غیر مقلدین نے اسلاف امت کے خلاف یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ نابالغ فرض و نفل نماز میں امام ہو سکتا ہے۔

۱۷۔ مسئلہ نمبر ۳۲ میں مولانا غازی پوری نے غیر مقلدوں کا مذہب سونے اور

چاندی کے استعمال کے سلسلہ میں جمہور کے خلاف جو نقل کیا ہے۔ اس کا جواب اقوال سلف یا صحیح حدیث تو ہو نہیں سکا، صرف ادھر ادھر کی ہانک لگا کر اور گالیاں دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی گئی ہے، موصوف کا یہ خیال ہے کہ ہر مسئلہ کے ضمن میں صفحہ کی صفحہ عبارت نقل کر دو، اگر کبھی صفحہ نمبر غلط لگ گیا ہے تو اس کو بھی مولانا غازی پوری کے عظیم گناہ میں سے شمار کیا گیا ہے اور لطف یہ ہے کہ خود خاں صاحب کی عبارت سے جو موصوف نے نقل کی ہے مولانا غازی پوری کی بات کی مزید تصدیق ہوتی ہے، موصوف کا ترجمہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ خاں صاحب فرماتے ہیں :

> اسی طرح سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے روکا گیا ہے، کھانے پینے کے سوا ان دونوں کے استعمال پر رکاوٹ کی کوئی دلیل نہیں ہے جس کا خیال ہو اس کی بات بے دلیل ہے قابل قبول نہیں، اس لئے کہ ہر چیز کی اصل حلت ہے ، ص۲۲

مجیب السبیلین سلمہٗ نے جو عبارت نقل کی ہے اس کا خود موصوف نے یہ ترجمہ کیا ہے۔

اب ذرا مولانا غازی پوری نے اسی مسئلہ کو اپنی عبارت میں جو ذکر کیا ہے اس کو بھی آپ ملاحظہ فرمالیں۔ مولانا فرماتے ہیں :

> غیر مقلدین کے یہاں سونے چاندی کا استعمال صرف کھانے پینے کے برتن کیلئے حرام ہے اور بقیہ جگہوں پر سونے چاندی کا استعمال مردوں کے لئے جائز ہے۔

مجیب السبیلین سلمہ کی نقل کردہ عبارت اور مولانا غازی پوری کی اس عبارت میں کیا فرق ہے بلکہ مجیب السبیلین سلمہ کی نقل کردہ عبارت کا ترجمہ تو مولانا غازی کی بات سے بھی سخت اور زور دار ہے۔

مگر موصوف اپنی پوری شان غیر مقلدیت کے ساتھ اذا خاصم فجر کا مظاہرہ کر رہے ہیں، افسوس یہ بیچارے کتاب وسنت اور اسلاف امت کا راستہ چھوڑ کر

کس ڈگر پر جا پڑے ہیں۔

۱۰ ۔ مسئلہ نمبر ۲۲ کو نجیب السیلین صاحب نے ہلکے پیچھے نقل کر کے گمراہ کن سروع کر دیا ہے۔ مولانا غازی پوری فرما رہے ہیں اور آپ بک رہے ہیں، یہ لو کا ہے آپ مسئلہ کجے پھر گالیوں کا بھنڈار کھول لئے ۔

۱۰ ۔ مولانا غازی پوری نے غیر مقلدوں کا مسئلہ ذکر کیا ہے کہ ان کا مذہب ہے کہ ہر مصلی کو ہر مصلی کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے، بعض مصلی کے پیچھے بعض صورتوں میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور دلیل میں نواب صاحب کا فرمان ذیشان نقل کیا ہے، پھر یہ دکھلایا ہے کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کے مسلک کے خلاف ہے اور المغنی کی متعدد عبارتوں سے اس کو ثابت کیا ہے ۔

نجیب السیلین صاحب سے اس کا انکار تو ہو نہیں سکا البتہ نواب صاحب کی عبارت کا من مانا توجہ کر کے اس کا من مانا مطلب بتلانا شروع کر دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

۔ اس عبارت میں دراصل وقت کے ایک مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے ص۱۲۱

یعنی نجیب السیلین صاحب کا مطلب یہ ہے کہ سید والا جاہ کا یہ مسئلہ دائمی نہیں وقتی مسئلہ ہے، اگر والا جاہ کے فرمان کی اسی طرح تاویل کی جانے لگے تو والا جاہ اپنی قبر میں تڑپ جائیں گے ۔

والا جاہ تو اپنی دوسری کتاب الروضۃ الندیہ میں صاف صاف فرماتے ہیں:

والاصل ان الصلوٰۃ عبادۃ تصح تادیتہا خلف کل مصل . . .

. . . . وان کان الامام غیر متجنب للمعاصی ، ولا متورع عن کثیر مما یتورع عنہ غیرہ ۔ ص۱۰۳

نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ہر نمازی کے پیچھے ہو جاتی ہے، اگرچہ امام گناہوں سے بچنے والا نہ ہو اور ان باتوں سے

بچنے والا ہو جن سے بہت سے لوگ بچا کرتے ہیں۔

خاں صاحب والا جاہ نے اسی بات کو فارسی میں بھی ادا کیا ہے، فارسی کی عبارت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

واصل صحت اقتدائے بر مصلی ہر مصلی ست وہر کہ زاعم بعض صور ممنوع ست بر آوردن دلیل واجب ست ونیست دلیل۔

اس عبارت کا بھی حاصل وہی ہے جو عربی عبارت کا حاصل ہے، خاں صاحب نے یہ مسئلہ بطور اصل اور قاعدہ کلیہ کے بیان فرمایا ہے، مگر ہمارے مجیب البیبین سلمہ نے واصل کا ترجمہ در اصل کر کے خاں صاحب کی بات ہی مسخ کر دی ہے۔

ہمارے مجیب سلمہ خواہ جتنا ادھر ادھر کریں امام اہلسنت والجماعت کے مذہب سے غیر مقلدوں کا مذہب میل نہیں کھاتا اور مولانا غازی پوری نے صرف اسی کو بتلایا ہے۔

(۲۰) مولانا غازی پوری نے فتاویٰ نذیریہ کی ایک عبارت سے جو مولانا سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے یہ بتلایا تھا کہ غیر مقلدین کے اکابر رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں کو سنت مانتے ہیں، پہلے تو مجیب البیلین سلمہ نے مولانا کی مذکورہ بات کو مشکوک قرار دینے کی کوشش کی مگر اس کا انکار عین دوپہر کے وقت روشن سورج کا انکار تھا اس وجہ سے وہ پینترا بدل کر فرماتے ہیں۔

صحیح حدیث سے عدم رفع یدین ثابت نہیں۔ ہم نہ امام ابو حنیفہ کو معصوم مانتے ہیں اور نہ سید الساداتؒ کو اکابر پرست ان چکروں میں پڑتے ہیں اور توہمات کا شکار ہوتے ہیں حق پرست نہیں۔ ص ۲۳۲

پتہ نہیں مجیب سلمہ کو یہ غلط فہمی کہاں سے ہوگئی ہے کہ والا جاہ اور سید السادات کے مقابلہ میں ان جیسے بالشتیے کی لوگ بات مانیں گے۔ واہ رے خوش فہمی۔

والا جاہ نواب بھوپالی مولانا سید اسماعیل شہید سے نقل کرتے ہیں:

ولا يلام تارك ما دان تركه مدة عمره (ص۱۵ الرفعة النبيه)

یعنی رفع یدین کے تارک پر ملامت نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ عمر بھر رفع یدین نہ کرے۔

مولانا اسماعیل شہید کو بھی کل تک مجدد سلفیت کہا جاتا تھا اگرچہ آج انکے خلاف بھی غیر مقلدوں نے بد زبانی شروع کر دی ہے، بلکہ شاہ ولی اللہ اور ان کے پورے خاندان پر لعنتیں بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔

۲۰۔ مولانا غازی پوری نے اپنی کتاب میں غیر مقلدین کا یہ مذہب ذکر کیا تھا کہ ان کے نزدیک پانی نہ ملنے کی شکل میں پانی کی تلاش و جستجو کئے بغیر بلا تاخیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی جائے اور خان صاحب بھوپالی کی کتاب عرف الجادی کا حوالہ دیا تھا، غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور مسلمین کے خلاف ہے، اس کا جواب مجیب لبیب سلمہ نے گالیوں سے دیا ہے، اور پھر فرماتے ہیں،

> سید والاجاہ آسان زبان میں سنت نبوی کے مطابق تیمم کرنے کی حالت بیان کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے پانی کے نہ ہونے کا علم یا ظن غالب بھی علم و یقین ہے جیسا کہ شرعی اصطلاحی مفہوم محدثین کے یہاں مانا جاتا ہے یہی تیمم کے لئے معتبر ہے" ص۲۳۳

مولانا غازی پوری نے کب کہا ہے کہ والاجاہ مشکل زبان میں تیمم کرنے کی حالت بیان کر رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ والاجاہ کا یہ بیان کرنا علماء و محدثین کے نزدیک معتبر بھی ہے، مولانا غازی پوری کا کہنا یہ ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور مسلمین اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے اس کا آپ نے کیا جواب دیا، اب والاجاہ کے مقابلہ میں امام بخاری کو بھی غیر مقلدین نظر انداز کرنے لگے ہیں امام بخاری تو صاف فرما رہے ہیں:

التيمم في الحضر اذا لم يجد الماء وخاف فوت الصلوٰة

یعنی حضر میں تیمم اس وقت جائز ہے جب پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو ____ اور سید والاجاہ فرماتے ہیں کہ پانی کی تلاش و جستجو کی ضرورت

نہیں اگر گمان بھی ہو کہ پانی موجود نہیں ہے تو بلا تاخیر نماز پڑھ لے۔

مجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ نواب صاحب کی عبارت ومعتبر ورواں علم یا ظن بعدم وجود ماء ومت میں جو ظن کا لفظ ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ظن بمعنی علم ویقین ہے اس جہت پر شق ہوا ہے کہ وہ مولانا غازی پوری کی کتاب مسائل غیر مقلدین کا جواب لکھیں یا حرف تردید موصوف کو نظر نہیں آتا ہے، نواب صاحب اپنی عمر کے آخر میں الروضۃ الندیۃ میں لکھتے ہیں ۔

ولیس المراد بعدم الوجود فی ذلک ان لا یجدہ بعد الکشف والبحث واحصاء السوال بل المراد ان لا یکون معہ او ظن بوجود شئ منہ ھنالک ص ۹۱

یعنی تیمم میں پانی کے عدم وجود کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تلاش وجستجو کے بعد پانی نہ ملے بلکہ اگر اسے یقین یا گمان بھی ہو کہ پانی وہاں نہیں ہے تو پانی کا عدم وجود متحقق ہو گا۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور محدثین اور ائمہ مذاہب کے خلاف ہے اس کا جواب تو مجیب السبیلین میاں صاحب زادہ سلمہ اللہ تعالیٰ سے ہو نہیں سکا البتہ گالیاں دیکر اپنے شاذ مذہب کو قوی دکھلانے کی مزید کوشش کی گئی ہے ۔

(۲۲) نواب صاحب کے حوالے سے مولانا غازی پوری نے غیر مقلدوں کا مذہب یہ ذکر کیا تھا کہ ان کے نزدیک شراب پینے والوں کو کوڑا مارنے کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے، غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ جمہور محدثین وائمہ کے نزدیک شراب کی حد متعین ہے ۔

مجیب السبیلین سلمہ کی عقل وفہم پر داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ مولانا غازی پوری کی بات ہی کو انھوں نے نواب صاحب کی مزید عبارتیں نقل کر کے اور بھی مؤید کر دیا ہے، مگر اس کے باوجود ان کے منہ سے مولانا کے خلاف گالیوں کا فوارہ ایسا چھوٹ رہا ہے

کہ ذو میعنوں کو شرم آئے ۔ انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیے، فرماتے ہیں :

۔ مرچومیاں کو تھرکنا اور رقص کرنا بہت پسند ہے اس لئے محمدیات کے
کسی شعر کو پڑھنے کی دیر ہے بس تادھنک دھن تاک دھنک دھن
مرچومیاں شروع ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک پنج نہیں چھوڑتے
ہیں جب تک پسینہ نہ آجائے ۔(۱) ص۲۳

یہ مسائل غیر مقلدین مصنفہ مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کا جواب دیا جا رہا ہے ، اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا غازی پوری کی تالیفات نے غیر مقلدوں کو کتنا حواس باختہ کر دیا ہے ۔

۔ عجیب البیلین سلہ بیج کا ایک مسئلہ چھوڑ کر جس میں انکی زمین تنگ ہو رہی تھی آگے بڑھ گئے ہیں اور مسئلہ نبیذ پر خامہ فرسائی فرماتے ہیں :

(۲۲) مولانا نے نواب صاحب کی عبارت پیش کی تھی، آب نبیذ پاک ست، یعنی نبیذ کا پانی پاک ہے۔ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ والا جاہ مطلق نبیذ کے پانی کو پاک بتلا رہے ہیں مسکر اور غیر مسکر کی کوئی قید نہیں ہے۔ مولانا غازی پوری نے اس کو بیان فرمایا ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں مطلق نبیذ کا پانی پاک ہے، غیر مقلدین کے مذہب میں نبیذ شراب ہے اس کو مولانا محمد اسماعیل سلفی کی عبارتوں سے ثابت کیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جب نبیذ کا پانی پاک ہے اور نبیذ غیر مقلدوں کے یہاں شراب ہے تو یہ شراب ان کے یہاں پاک ہوئی۔ مولانا نے جو کچھ کہا ہے اس کا اس بدگو سے تو جواب نہ ہو سکا، البتہ گالیوں کا بھنڈار کھول کر کے رکھ دیا ہے۔ مولانا کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

۔ اس ثقاہت کی ہمارے پاس قیمت نہیں ہم یہی کہہ سکتے ہیں رقص کرتا ہے

بقیہ ص۴۴ پر

---

(۱) یہ بھی طنز و مزاح کی وہی قسم ہے جس پر محدث پرچہ میں اس کتاب پر تبصرہ نگار کے بقول غیر مقلدوں کو باوجود ضعف کے جنسی کاروکاد شروع ہو جاتا ہے ۔

ایک خط اور اس کا جواب

محمد اجمل مفتاحی

امامت کا حقدار کون اقرأ یا اعلم؟

مکرمی و محترمی حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مزاج گرامی!

زمزم پابندی وقت سے مل رہا ہے، خدا کا شکر ہے اس کا ہر شمارہ ایک نئی آن بان سے جلوہ افروز ہوتا ہے۔ غیر مقلدیت کی حقیقت سے اب تک ہمارے بہت سے بھائی بے خبر تھے، زمزم کے شماروں سے ہمیں بہت آگاہی ملی، آپ کی کتابوں سے غیر مقلدین پریشان ہیں، اب ان کا مشغلہ سب وشتم ہی رہ گیا ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث دہلی سے شائع ہونے والے جریدہ "ترجمان اہل حدیث" میں آپ کے خلاف مختلف حضرات کے مسلسل مضامین آرہے ہیں، ایک مضمون "تقلید کے برگ و بار" کے عنوان سے قسط وار آرہا ہے، مضمون نگار کوئی فرشتے معلوم ہوتے ہیں زبان بڑی تیز اور طرز نگارش بہت دل آزار، موصوف آتش زیر پا۔

آٹھویں قسط (۱۰ر نومبر ۱۹۹۸ء) میں امامت کے مسئلہ پر بحث ہے، موصوف کا فرمانا ہے کہ حدیث میں اقرأ کو پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے، اور فقہ حنفی میں حدیث کی ترتیب کے خلاف اعلم بالسنۃ کو پہلے رکھا گیا ہے، نیز ثم الاکبر اسنا والاصغر عضوا کا مسئلہ بھی درمختار میں ہے، اس کی تشریح اتنے پھوہڑ انداز میں کی ہے کہ اس کو نقل

نہیں کیا جا سکتا، باتیں تو اور بھی بہت کچھ ہیں مگر ان میں اہم یہ دو باتیں ہیں، براہ کرم آپ ان دونوں باتوں کی اپنے قلم سے وضاحت فرما دیں، بعض حضرات کو بالخصوص انھیں دو باتوں میں خلجان ہے، آپ کے جواب سے انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔

والسلام

خادم انیس الرحمٰن کریم نگر آندھرا پردیش

زمزم

ترجمان اہلحدیث ہمارے پاس نہیں آتا ہے، کبھی مئو کبھی دہلی میں اس کی زیارت ہو جاتی ہے، غازی پور میں ایک صاحب منگواتے ہیں کبھی وہ کرم فرماتے ہیں تو اس سے قلب و نظر کو سرور حاصل ہوتا ہے، آپ کا خط پاکر میں نے یہ شمارہ حاصل کیا اور دیکھا، مضمون نگار کے بارے میں آپ کا تاثر درست ہے، بیچارے نوشتۂ ہی ناہیں۔ مطالعہ محدود، فکر سطحی، ذہن آلودہ، قلب مریض، قلم بے باک یعنی موصوف مضمون نگار میں وہ تمام صفات ہیں جو سلفیت زدہ غیر مقلدیت کا خاصہ بن گیا ہے۔

زمزم کی یہ پالیسی نہیں ہے کہ ہر شخص کو منہ لگایا جائے اور ہر مخالف تحریر کا جواب دیا جائے، آپ کے مکتوب میں ذکر کردہ ان دو مسئلوں کے بارے میں آپ اور آپ کے رفقاء کے اطمینان کی خاطر سطور درج ذیل پیش خدمت ہیں۔

امامت میں اعلم کو مقدم کیا جائے یا اقرأ کو سلف دونوں طرف گئے ہیں، ائمہ فقہ و حدیث میں جو مذہب حنفیہ کا ہے، یعنی مجرد اقرأ کے مقابلہ میں اعلم باحکام الشرع کو امامت کے لئے مقدم کیا جائے گا، یہی مذہب امام شافعی اور امام مالک کا بھی ہے فتح الباری میں ہے:

قال النووی قال اصحابنا الافقه مقدم علی الاقرأ	یعنی امام نووی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا کہنا یہ ہے کہ عالم شریعت کو اقرأ پر مقدم

کیا جائے گا۔ (ص ۱۸۱ ج ۲)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے الکافی مالکیہ کی مشہور کتاب ہے اس کی جلد اول ص ۲۱۰ میں اس کی تصریح ہے، اور جو مذہب ان تینوں ائمہ کرام یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا ہے یہی مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فاذا كان الرجلان من اهل الديانة فايهما كان اعلم بالكتاب والسنة وجب تقديمه على الآخر متعينا۔	یعنی اگر دو آدمی ہوں اور دونوں دیندار ہوں تو ان میں سے کتاب و سنت کے واقف کار کو مقدم کرنا متعین طور پر واجب ہے۔

(فتاوی ص ۲۷۱ ج ۲۳)

اور جو مذہب ائمہ ثلاثہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ہے، وہی مذہب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، امام بخاری بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔

باب اهل العلم والفضل احق بالامامة (بخاری)	یعنی اس کا بیان کہ علم وفضل والے امامت کے زیادہ حقدار ہیں

اب اگر غیر مقلدین میں عدل پرستی و جرأت رہتی ہے تو اس مسئلہ کرنے کردہ فقہ حنفی کے خلاف جتنی فحش کلامی کرتے ہیں وہ تمام بدکلامیاں حضرت امام مالک حضرت امام شافعی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ کے خلاف کر کے دکھلائیں اور ان تمام اسلاف کرام کو حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف گردانیں۔

آپ کے مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں

حدیث رسول میں قرآن کے قاری کو اول درجہ دیا گیا ہے لیکن فقہ حنفی میں یہ کہا جا رہا ہے کہ امامت کا مستحق وہ ہے جو نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو۔

اگر مضمون نگار کا مطالعہ وسیع ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ یہ صرف فقہ حنفی ہی کی بات

نہیں ہے بلکہ یہی جمہور ائمہ فقہ و حدیث اور امام بخاری اور امام ابن تیمیہ کا مذہب ہے۔ اس لئے وہ فقہ حنفی کے خلاف بدزبانی کرنے کے بجائے پہلے امام مالک، امام شافعی، امام بخاری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں فیصلہ فرمائیں کہ ان کا مذہب حدیث کے خلاف ہے یا حدیث کے موافق۔

مضمون نگار صاحب اقرأ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

جسے قرآن پڑھنے کا علم زیادہ ہو گا یا قرآن زیادہ یاد ہو گا اسے امامت کیلئے منتخب کیا جائے گا پھر جو عالم دین ہو گا وہ امامت کا حقدار ہو گا۔

اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ اقرأ کی یہ تفسیر کتاب و سنت کی روشنی میں ہے یا موصوف کی اپنی رائے ہے، اگر کتاب و سنت کی روشنی میں یہ تفسیر ہے تو اس کا حوالہ دیں اور اگر یہ ان کی یا کسی اور کی رائے ہے تو حدیث کے کسی لفظ کا اپنی رائے سے مطلب بیان کرنا غیر مقلدین کے نزدیک کہاں سے جائز ہو گیا ہے، دین میں رائے سے کوئی بات کہنا تو غیر مقلدین کے نزدیک حرام ہے، یہ کام تو مقلدین کرتے ہیں۔

دوسری گذارش ہے کہ اقرأ کا معنی قرآن کی زیادہ تلاوت کرنے والا لینے کی کون سی چیز مانع ہے، اگر کوئی احکام شریعت اور مسائل نماز سے ناواقف اور جاہل شخص روزانہ پانچ پارہ تلاوت کرنے کا عادی ہو اور دوسرا شخص جو احکام شریعت اور مسائل نماز کا واقف کار ہو مگر اس کا روزانہ تلاوت کرنے کا معمول صرف دو پارہ ہے تو اقرأ والی حدیث کے پیش نظر پہلے شخص ہی کو نماز میں امامت کرنے کا زیادہ حق ہونا چاہئے نہ کہ اس دوسرے شخص کو اسلئے کہ اقرأ پہلا شخص ہے دوسرا نہیں اگر غیر مقلدین کا یہی مذہب ہے تو اس کا وہ برملا اظہار کریں۔

غیر مقلدین جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں یہ ساکین حدیث کا نام تو لیتے ہیں

مگر ان کو قرآن کی سمجھ ہوتی ہے اور نہ حدیث کے معانی و مفاہیم کا ادراک ہوتا ہے وہ الفاظ کے ظاہر کو دیکھ کر اپنا من مانا فیصلہ کر لیتے ہیں، انھوں نے مسلم شریف کی حدیث میں اقرأ کا لفظ دیکھ لیا بس لگے اچھلنے کودنے اور بدزبانی کی دوکان سجانے، حدیث میں اقرأ کا کیا مطلب ہے اس کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنئے' ابن تیمیہ مسلم شریف کی اقرأ والی حدیث نقل کر کے اقرأ کا مطلب جو بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے:

فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتقدیم الافضل بالعلم بالکتاب	یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ امر فرمایا کہ جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو
(فتاوی ص ۲۵۰ ج ۲۳)	اس کو امامت میں مقدم کیا جائے۔

آپ غور فرمائیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک اقرأ کا مطلب کیا ہے اور غیر مقلدین اقرأ کا مطلب کیا سمجھ رہے ہیں اور اپنی اس حدیث دانی کے بل بوتے پر فقہ حنفی ہی نہیں بلکہ جمہور ائمہ فقہ حدیث، اور امام بخاری و امام ابن تیمیہ کے مذہب کے خلاف یہ میدان میں آکودتے ہیں، واہ رے جراءت و ہمت۔

ان غیر مقلدوں کے حق میں فیصلہ خداوندی غالباً یہی ہے کہ وہ اکابر و اسلاف فقہاء و محدثین کے خلاف اپنی زبان کو بے لگام کریں اور اس طرح وہ خدائی غضب کے مستحق قرار پائیں۔

اللّٰھم انی اعوذ بك من غضبك وسخطك

ناظرین شاید آپ کو معلوم ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اقرأ کا لفظ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کیلئے وارد ہوا ہے، اور اعلم کا لفظ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنی جگہ جس کو امام مقرر فرمایا تھا وہ "اعلم" یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے "اقرأ" یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں تھے، گویا آپ نے عملاً اپنی زندگی

کے بالکل آخری ایام میں یہ فیصلہ فرمایا کہ امامت کا زیادہ مستحق اقرأ کے مقابلہ میں اعلم ہے، اس واضح حقیقت سے غیر مقلدین نے آنکھیں بند کرلی ہیں اور انھوں نے مذہب حنفی کے خلاف بدزبانی ہی کو دین کی اصل خدمت سمجھ رکھا ہے خدا ان کو ہدایت دے۔

ناظرین سے یہاں ایک بات اور عرض کرنی ہے، غیر مقلدین جس حدیث سے اس مسئلہ میں استدلال کرتے ہیں وہ مسلم شریف کی حدیث ہے، ہمیں ایک حدیث بخاری شریف میں بھی نظر آئی، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری آمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوئی، ہمارا قیام آپ کے پاس بیس روز رہا جب ہماری واپسی کا وقت آیا تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کی تاکید و ہدایت فرمائی، آپ نے ہم سے فرمایا:

واذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم۔	یعنی جب نماز کا وقت ہو تو تم میں کا کوئی ایک اذان کہے اور تم میں کا جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔
(بخاری مع فتح الباری ص۱۶۰ ج۲)	

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں صاف حکم فرما رہے ہیں کہ جو بڑا ہو وہ امامت کرے، یہ بخاری کی روایت ہے اور سب کو معلوم ہے کہ مسلم شریف کے مقابلہ میں بخاری شریف کا درجہ اونچا ہے، غیر مقلدین جو بخاری سے محبت کا دم بھرتے ہیں انھوں نے اس مسئلہ امامت میں جو بخاری کا مذہب ہے اس سے بھی اختلاف کیا ہے اور بخاری شریف میں جو روایت ہے اس سے بھی آنکھ پھیرلی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح کی اس مذکورہ روایت سے غیر مقلدین نے جو منہ پھیر لیا ہے اس کا ان کے پاس معقول عذر کیا ہے، کیا غیر مقلدین کرم فرما کر ہمیں اس سے آگاہ کریں گے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ فقہ حنفی کا مسئلہ فرمان رسول اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہے اور جو فقہ حنفی کا مسئلہ ہے وہی امام مالک، امام شافعی،

امام بخاری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہم اللہ کا بھی مذہب ہے ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر اس بات کے حق ہونے پر مہر بھی ثبت فرمادی ، غیر مقلدین کا اس بارے میں سارا شور و غوغا نہیق حمار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا ، اس لئے اس کی طرف ملتفت ہونے کی ہمیں قطعاً ضرورت نہیں ہے ۔

اب آئیے دوسری بات کی طرف

موصوف مضمون نگار نے ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا کا جو مطلب سمجھا ہے وہ ان کی فقہ دانی کی عجیب و غریب مثال ہے ، درمختار کی عبارت کا مطلب کیا ہے اور موصوف اس کا مطلب کیا سمجھ رہے ہیں(۱) ! موصوف نے درمختار کی عبارت میں لفظ عضو دیکھ کر اردو والا عضو مخصوص یعنی مخصوص شرم گاہ سمجھ لیا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر فحش کلامی کا وہ نمونہ پیش کیا ہے کہ شرافت انسانی سر پیٹ کر رہ جاتی ہے

---

(۱) اس کی شرح صاحب ردالمحتار نے یہ کی ہے لانہ یدل علی کبر العقل ۔ یعنی مع مناسبتہا الاعضاء لہ ، والا فلو فحش الراس کبرا والاعضاء صغرا کان دلالۃ علی اختلال ترکیب مزاجہ المستلزم لعدم اعتدال عقلہ ، یعنی سر کا بڑا ہونا عقل کی زیادتی کی علامت ہے ۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ بقیہ اعضاء سے تناسب برقرار ہو ۔ ورنہ اگر بقیہ اعضاء بہت چھوٹے ہوں اور سر ان کے مقابلہ میں بہت بڑا ہو تو یہ اس کے مزاج کی ناہمواری اور عقل کی بے اعتدالی کی علامت بن جائیگی ۔

اس سے معلوم ہوا کہ والاصغر عضوا میں عضو سے مراد سر کے علاوہ بقیہ اعضاء بدن ہیں نہ کہ عضو مخصوص اسلئے کہ الاکبر راسا والاصغر عضوا ملا کر ایک مال بنتا ہے — ظاہر ہے کہ سر کا بڑا ہونا اسی وقت محسوس ہوگا جب کہ بقیہ تمام اعضاء کے مقابلہ میں اسکی بڑائی بادی النظر میں محسوس ہو ۔ نہ کہ ایک خاص عضو سے تقابل مقصود ہوگا ۔ علامہ شامی نے اس احتمال کو یکسر مسترد کر دیا ہے اور اس معنی کو بھی مناسب نہیں قرار دیا ۔ مراد ہونا تو دور کی بات ہے ۔

ان کی بدگوئیوں، ٹھٹھا اور تمسخر کا جواب تو نہیں دیا جا سکتا کہ ہمارے پاس نہ موصوف سا مخصوص قلم ہے اور نہ ان کی مخصوص زبان البتہ ہم موصوف سے یہ ضرور پوچھنا چاہیں گے فقہ و حدیث میں عضو کا لفظ بول کر مخصوص شرم گاہ کا معنی کہاں مراد لیا گیا ہے کسی بھی فقہ کی کتاب یا کسی بھی حدیث کی کتاب سے اس کی صرف ایک مثال پیش کردیں کہ عضو بول کر اس کا معنی مخصوص شرم گاہ لیا گیا ہے۔

درمختار کی عبارت سمجھنے کا سلیقہ ہوتا تو خود اسی جگہ اس کی شرح میں نظر آجاتا کہ جس نے عضو سے مخصوص شرمگاہ سمجھا ہے اس نے غلط سمجھا ہے۔ عبارت کا مطلب ہرگز وہ نہیں ہے، جو مضمون نگار کے ذہن میں ان کی کج فکری اور خباثت نفس کی وجہ سے جم گیا ہے، اس عبارت کا حاصل صرف اتنا ہے کہ چونکہ حدیث میں موجود لوگوں میں بہتر افراد کو امام بنانے کا حکم موجود ہے، اور بہتر اوصاف میں سے ایک وصف آدمی کا عقل و فہم اور تناسب اعضاء میں ممتاز ہونا بھی ہے، اس وجہ سے اگر مختلف جہات سے لوگ برابر ہوں تو یہ بھی دیکھا جائے گا کہ عقل و فہم اور تناسب اعضاء کے لحاظ سے کون بڑھ کر ہے، اگر اس وصف میں کوئی ممتاز نکلا تو اس کو امامت میں مقدم کیا جائے گا، اور چونکہ عقل و فہم ایک باطنی چیز ہے اس کا ادراک علامتوں سے ہوگا، اور انہیں علامتوں میں سر کا بڑا ہونا اور اعضاء بدن کا متناسب ہونا بھی ہے اس وجہ سے فقہ کی کتابوں میں اس کا بیان ہے، اور یہ بیان بھی حدیث کی روشنی ہی میں ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

اجعلوا ائمتکم خیارکم (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۲۵۷)

یعنی جو تم میں کے بہتر ہوں ان کو امام بناؤ، ایک دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے۔

اذا ام الرجل القوم وفیہم من	اگر ایسا ہو کہ لوگوں کی امامت بہتر کی موجودگی
ھو خیر منہ لم یزالوا فی سفال	میں دوسرا کرے گا تو لوگ ہمیشہ پستی

(ایضاً) بنا دیں گے۔

ان حدیثوں کی روشنی میں فقہ حنفی کا مسئلہ بالکل واضح ہے، آدمی کے متناسب اعضا ہونا اور صاحب عقل و فہم ہونا ایسا وصف ہے جس کی بہتری و خوبی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اسلئے امامت کی ترتیب میں اس کی بھی رعایت ہوگی اور یہ بھی عین حدیث کے مطابق ہے، مگر غیر مقلدوں کا حال تو یہ ہے کہ ان کو عسل مصفیٰ بھی زہر ہلاہل ہی نظر آتا ہے، اور چونکہ مزاج فاسد ہے اس وجہ سے شراب طہور میں ان کو بادۂ تسنیم کی بدمزگی اور کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے، اور اسلاف کی شان میں بدگوئیاں ان کا مقدر بن گیا ہے اس وجہ سے ان کو اپنی زبان و قلم پر قابو نہیں رہ گیا ہے، اس لئے بہتر ہے کہ ان کی فحش گوئی کے جواب میں اعرض لایعنینا کہ کر آگے بڑھ جائے، اور غیر مقلدین کے لئے دعا بھی فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صراط مستقیم دکھائے وہ ضلالتوں سے نکلیں اور اسلام کی شاہراہ حق پر آجائیں۔ اس وقت خلوص کے ساتھ غیر مقلدین کیلئے دعا خیر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

بقیہ ص۲۲ کا

تو پھر زہد کی زنجیر نہ دیکھ، ناچ من کا مور بھی اور حیا بھی ناچے، ناچ
اتنا ناچ کہ انگنا تنگ ہو جائے دھرتی کا، ناچنا ہے تو دین دھرم
کو بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں بس گھنگھرو کافی ہے۔" ص۳۳۵

ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولانا غازی پوری کی کتابیں غیر مقلدوں کے حق میں کیسا بم کا گولہ ثابت ہوئی ہیں کہ یہ بیچارے عقل و ہوش گم کر چکے ہیں، پاگل اور دیوانے بن گئے ہیں، اس مسئلہ میں مولانا نے کیا لکھا ہے اصل کتاب میں دیکھا جائے۔

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

فریبی کون؟

محترم المقام مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب دام مجدہ

سلام مسنون و نیاز مقرون

خدا کرے مزاج سامی بخیر ہو، کرم فرمائی کا بہت بہت شکریہ، زمزم کے سارے شمارے مل گئے۔ جزاک اللہ و بارک اللہ۔

ترجمان اہلحدیث دہلی میں غالباً ۱۴ر شعبان کے شمارے میں غیر مقلد عالم رضاء اللہ صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، اس کا عنوان ہے، فریبی کون؟ زبان بڑی خراب ہے، یعنی وہی جو غیر مقلدیت اور شیعیت کا خاصہ ہے، اس لحاظ سے تو خیر وہ مضمون قابل توجہ نہیں ہے، مگر دفقہ کا وزن ہلکا کرنے کیلئے اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے اور یہ تاثر پیدا کیا گیا ہے کہ دفقہ میں سہسوانی کی عبارت میں قطع و برید کیا گیا ہے۔ سہسوانی کی کتاب کا فوٹو بھی دیا گیا ہے۔ مولانا نورالدین یا آپ کے قلم سے اس کی کچھ وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے، امید ہے کہ گذارش قابل توجہ ہوگی۔ (یٰسین مفتاحی دربھنگہ)

زمزم۔

ترجمان اہلحدیث میں جماعت احناف یا ہمارے خلاف جس زبان اور تحریر میں مضامین شائع ہورہے ہیں، ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اس قسم کے مضامین کا براہ راست کوئی نوٹس نہیں لیں گے، اور نہ ایسے لوگوں کو مخاطب بنائیں گے۔ اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدزبان اور ہرگو نہیں تھے مگر رفع یدین اور آمین بالجہر پر حدیثیں سنانے والے اخلاقیات کے بارے میں ساری حدیثیں پی گئے ہیں، خدا ان کو سمجھ اور عقل دے ترجمان اہلحدیث مرکزی جمعیت اہلحدیث کا پرچہ ہے اور اس میں اس سطح کے مضامین شائع ہوں، حد درجہ تعجب کی بات ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری کتابوں نے غیر مقلدیت کے مرکز تک کو ہلا دیا ہے۔ اب گالیاں دے کر اور بدزبانیاں کر کے ہمیں خاموش کرنا چاہتے ہیں، کسی کو پسپا کرنے کی یہ بھی ایک تکنیک ہے۔

ڈاکٹر رضا اللہ کا ہم نے مضمون پڑھ لیا ہے، اس میں سوائے لفاظی اور گالی کے ہمیں کچھ نظر نہیں آیا، سہسوانی صاحب کی کتاب صیانۃ الانسان کا جو نوٹو دیا گیا ہے وہ نسخہ بقول رضا اللہ مطبع نجد تجاریہ ریاض کا طبع شدہ ہے غیر مقلدین جو اپنے علماء کی کتابوں کی نئی اشاعت کرا رہے ہیں اس میں زبردست گھپلا کرتے ہیں خلاف مطلب عبارتوں کو حذف کر دینا، عبارتوں میں کاٹ چھانٹ کرنا، اصل عبارت کی جگہ دوسری عبارت لگا دینا غیر مقلدین یہ کام آج کل بڑی ہوشیاری اور بے حیائی سے کر رہے ہیں، کبھی چپکے سے اور کبھی علانیہ یہ حرکت کرتے ہیں، اس لیے ان کی کتابوں کے نئے نسخوں پر ہرگز اعتبار نہیں رہ گیا ہے، پرانے نسخوں سے ملا لینا ضروری ہے۔

التاج المکلل نواب صدیق حسن خان صاحب کی مشہور کتاب ہے۔ اس کا نیا ایڈیشن مکتبہ دارالسلام ریاض سے شائع ہوا ہے، اس میں یہی حرکت کی گئی ہے، دسیوں جگہ حذف واضافہ اور قطع وبرید کا عمل دہرایا گیا ہے۔ ناشر خود اعتراف کرتا ہے کہتا ہے۔

ثم اثناء العمل ربما اضطررنا الی بعض التصرف فیما دون العشر حددا، وذلك تمسكا بالتوحيد ودفاعا عن عقيدتنا عقيدة اهل السنة والجماعة، بدون اخلال بالمقصود ومن غير تحرج في الاعادة،

الثالثة حيث حذفنا واحيانا علقنا على بعض الاخبار التى تخالف السلفية خلافا بينا فليعلم هذا۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس کتاب کو شائع کرتے وقت دسیوں جگہ تصرف کرنے پر ہم مجبور ہوئے ہیں، ہمیں توحید اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی حفاظت کی خاطر ایسا کرنا پڑا جہاں ہم نے عبارتوں کو حذف کیا ہے مقصود میں خلل نہیں آنے دیا ہے۔ بعض واقعات پر جو صراحتاً سلفیت کے خلاف تھے ہمیشہ حاشیہ بھی لگانا پڑا ہے۔ (۱)

یعنی اب التاج المکلل کے نئے نسخوں اور پرانے نسخوں میں زبردست فرق ہو گیا ہے۔ اعتبار ان نئے نسخوں کا نہیں پرانے نسخوں کا ہوگا۔

اسی طرح نواب صاحب بھوپالی کی ایک دوسری مشہور کتاب الحطہ ہے، اس کا جو بیروت سے نیا نسخہ شائع ہوا ہے اس میں اور پرانے نسخہ میں زبردست فرق ہے، مثلاً ایک جگہ نواب صاحب محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں بڑی سخت بات لکھتے ہیں جس کا ایک حصہ یہ ہے۔

أشهر ما ينكر عليه خصلتان كبيرتان الاولى تكفير اهل الارض بمجرد تلفيقات لا دليل عليها والثانية على التجارى على سفك الدم المعصوم بلا حجة اقامة برهان (الحطہ قدیم ص۲۳)

یعنی ابن عبدالوہاب نجدی میں دو بڑی (بری) عادت تھی، ایک یہ کہ وہ محض جھوٹی

---

(۱) اس سے یقیناً نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی مجدد غیر مقلدیت کی سلفیت کی حقیقت واضح ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ موصوف کے اہلسنت والجماعت میں سے ہونے کی صحت خود غیر مقلدین اور عرب سلفیین کی نگاہ میں کیا تھی، افسوس کہ اپنے ان بزرگوں پر نگاہ نہیں پڑتی اور اکابر دیوبند کے عقائد سے بحث کا شوق غیر مقلدوں کو ... ابھی سے ... ہے۔

ہیں باتوں کی وجہ سے جس کی کوئی سند نہ ہوتی مسلمانان عالم کی تکفیر کیا کرتا تھا اور دوسرے کلمہ گو بے قصوروں کا خون بہانے پر بڑا جری تھا، بلا وجہ بلا دلیل و بجت خون بہاتا تھا۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں خان صاحب بھوپالی مرحوم کا یہ بڑا سخت ریمارک تھا جس سے عرب ممالک اور سعودیہ میں دنیائے غیر مقلدیت بدنام ہو رہی تھی تو یاروں نے جلدی سے اس کا نیا اڈیشن طبع کرایا اور خان صاحب کی اس قسم کی ساری باتوں کو جن سے شیوخ عرب کا مزاج نازک برہم ہوتا اس نئی طباعت میں حذف کر دیا۔

اس لئے ان کی نئی کتابوں سے اعتبار اٹھتا جا رہا ہے ہمیشہ قدیم نسخے تلاش کریں اور اس سے عبارتوں کو ملائیں۔

غیر مقلدین کی بد دیانتی کا عالم یہ ہے کہ یہ دوسروں کی کتابوں میں بھی تصرف کر دیتے ہیں اور عبارت کچھ ہوتی ہے اور بنا کچھ دیتے ہیں، غنیۃ الطالبین سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کی مشہور کتاب ہے، اس میں تراویح کے بیان میں صاف لکھا ہے، کہ تراویح بیس رکعت ہے، تین وتر ہے، کراچی میں اہلحدیث جماعت کے افراد نے جب اپنے انتظام میں اس کی نئی اشاعت کرائی تو بیس کی جگہ آٹھ رکعت تراویح بنا دیا۔

اس لئے دوسروں کی کتابیں اگر غیر مقلدوں کے زیر انتظام شائع ہوں تو اس پر ہرگز اعتبار نہ کریں جب تک کہ اصل اور قدیم نسخوں سے ملا نہ لیں۔

غیر مقلدوں کی اس قسم کی ناپاک حرکتیں بہت ہیں ہم چاہیں تو اس پر ایک کتاب لکھ سکتے ہیں۔ اب ان کی بددیانتی خیانت ہیرا پھیری حذف و اختصار کی بالکل تازہ مثال ملاحظہ فرمائیے۔

غیر مقلدین نے بڑی بڑی ترکیبوں سے (جس کی تفصیل بیان کرنا اس وقت

غیرضروری ہے) ایک غیر مقلد پاکستانی عالم کی لکھی ہوئی تفسیر اور مشہور غیر مقلد عالم
مولانا جوناگڈھی کا ترجمہ مدینہ منورہ سے شائع کرایا ہے ، چونکہ اصل تفسیر میں بہت
سی ایسی باتیں تھیں جو اہل سنت والجماعت اور سعودیوں کے عقائد سے ٹکراتی تھیں نیز
بہت سی باتیں وہ تھیں جو صراحتاً اسلام کے اصول کے معارض اور مخالف تھیں اور
بہت سی باتیں وہ تھیں جو غیر مقلدیت کا خاصہ اور علامت بنی ہوئی ہیں یعنی بزرگوں
اور ائمہ دین کی شان میں گستاخی کی باتیں ، چونکہ اصل تفسیر میں ان باتوں کی موجودگی
میں وہ تفسیر اور ترجمہ مدینہ سے شائع نہیں ہو سکتا تھا ۔ تو وہ غیر مقلد عالموں نے
بیٹھ کر اور مل کر اصل تفسیر میں پچاسوں جگہ کاٹ پیٹ کر دیا اور بہت سی جگہ عبارت
حذف کر دی بہت سی جگہ عبارت بڑھا دی ، بہت سی جگہ عبارت میں تبدیلی پیدا کر دی
یہ عمل بلا مبالغہ پچاسوں جگہ کیا گیا ہے ، نمونہ کے طور پر دو ایک جگہ ملاحظہ فرمائیں ۔

(۱) (سورہ نسا ، آیت ۲۴ صفحہ حاشیہ نمبر ۱)

نزول قرآن کے وقت غلام اور لونڈیوں کا سلسلہ عام تھا جسے قرآن نے بند
نہیں کیا اس دور میں قیدیوں کے لئے کوئی بین الاقوامی قانون تو تھا نہیں اس لئے
یہ اس دور کے اعتبار سے بہترین حل تھا ۔

چونکہ نشان زدہ عبارت اسلامی اصول و مبادی کے بالکل خلاف تھی اس لئے
مدینہ منورہ سے جو نسخہ شائع ہوا ہے اس میں نشان زدہ عبارت کو حذف کر دیا گیا ہے ۔

(۲) سورہ احزاب آیت ۳۴ صفحہ ۵۵۲ کے حاشیہ نمبر ۵ میں اصل تفسیر میں لکھا
گیا ہے ۔

حکمت سے مراد احادیث ہیں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علما
نے کہا ہے کہ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی متلو ہے
اس عبارت کو نئے اڈیشن میں اس طرح کر دیا گیا ہے ۔
حدیث بھی قرآن کی طرح ثواب کی نیت سے پڑھی جا سکتی ہے ۔

مختصر یہ کہ بات کیا تھی اور کیا بنا دی گئی، غیر مقلدین کو ڈر تھا کہ سعودی علماء یہ تسلیم کرنے والے نہیں ہیں کہ حدیث کا درجہ قرآن کے برابر ہے، پس یار لوگوں نے اس کو حذف کر کے بات کو بالکل الٹ دیا

(۳) سورۂ نحل آیت ۸ صفحہ ۳۲۹ حاشیہ میں یہ عبارت تھی

احناف اور بعض فقہاء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ گھوڑا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح گدھا و خچر۔

مگر چونکہ یہ بات احناف کے خلاف بھی الزام تراشی تھی اور جھوٹ کہی گئی تھی اس وجہ سے نئے اڈیشن میں احناف کا لفظ حذف کر دیا گیا ہے۔

یہ تین مثالیں محض نمونۃً ہیں ورنہ جیسا کہ عرض کیا گیا ہے سینکڑوں جگہ اصل تفسیر کے خلاف مدینہ والے اڈیشن میں زبردست ہیرا پھیری کی گئی ہے، اسلئے غیر مقلدین کی کسی بھی کتاب کے نئے اڈیشن پر آپ بھروسہ نہ کریں اگر اس کتاب کا اصل اور قدیم نسخہ ہو تو ضرور اس سے مقابلہ کر لیں۔

صیانۃ الانسان کا جو فوٹو شائع کیا گیا ہے وہ قدیم نسخہ سے نہیں بلکہ جدید اڈیشن کا ہے، مولانا رضا اللہ صاحب سے گذارش ہے کہ قدیم نسخہ کا فوٹو شائع کریں پھر ان کے حضور میں یا تو اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا جائے گا یا خادمانہ اور عاجزانہ کچھ گذارش پیش کی جائے گی، میں نے جس نسخہ سے عبارت نقل کی تھی وہ کتب خانہ دارالعلوم مئو میں ہے رمضان کے مہینے میں مدرسہ بند ہے اس لئے اس کی مراجعت نہیں جا سکتی اب یہ بھی ذہن میں نہیں ہے کہ وہ کس سنہ اور کس مطبع کا طبع ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ظفر شیرازی کا سلسلہ ابھی کچھ لکھنے ہی میں ممکن ہے کہ ان کی تحریر میں کچھ ایسی باتیں ہوں جن سے آپ کو اطمینان حاصل ہو جائے۔

اور جو سب سے اہم بات ہے وہ یہ کہ میری گفتگو تو ملک کے سامنے ہے [illegible]

محمد اجمل مفتاحی

طنز شیرازی

خمارِ سلفیت

قضیہ اصول الشاشی کا اور رضا اللہ پی ایچ ڈی کا

بیٹا ۔ ابا جی، اصول الشاسی کا قضیہ سلجھ گیا پی ایچ ڈی رضا اللہ کی فتح ہو گئی،
۱۰ اکتوبر کے ترجمان اہلحدیث میں اصول الشاشی کا فوٹو آ گیا ہے۔

باپ ۔ بیٹا جو فوٹو شایع ہوا ہے اس میں عربی عبارت کم ہے اردو ہی اردو نظر آتی ہے، کیا اصول الشاشی اردو میں ہے؟ پی ایچ ڈی رضا اللہ نے تو قضیہ الجھا دیا ہے، اردو شرح جو مولانا افتخار کی ہے، اس کا نام اصول الشاشی رکھ دیا ہے، ان کو اس کا پتہ نہیں تھا کہ کتاب اور کتاب کی شرح دو الگ الگ چیزیں ہوتی ہیں، شرح سے کسی چیز کو نقل کر کے اصل کتاب کا نام لینا اور صفحہ کا حوالہ بھی غلط دینا یہ احمقوں کا کام تو ہو سکتا ہے عقلمندوں کا نہیں۔

بیٹا ۔ خیر یہ تو عارضی بحث ہے واقعی رضا اللہ پی ایچ ڈی نے ایک نئی رسم پیدا کی ہے۔ شرح والے نسخہ کو اصل کتاب سمجھ کر حوالہ دیا جائے محققین ایسا نہیں کرتے جہاں سے جو چیز نقل کرتے ہیں حوالہ اسی کا دیتے ہیں اگر شرح سے نقل کیا تو شرح کا اور اصل کتاب سے نقل کیا ہے تو اصل کتاب کا حوالہ

دیا جاتا ہے، مگر جو اصل بحث ہے اس میں تو پی ایچ ڈی رضا اللہ نے بازی
مار لی اور اصول الشاشی کا جو مطلب انھوں نے سمجھا تھا مولانا افتخار
دیوبندی نے بھی اپنی شرح میں وہی مطلب بیان کیا ہے۔

باپ ۔ بیٹا ہمیں رضا اللہ پی ایچ ڈی سے اختلاف ہے۔ مولانا افتخار دیوبندی
اصول الشاشی کی عبارت کا ترجمہ جو بھی کریں اور اس کا مطلب جو بھی بیان
کریں ہم اہلحدیث لوگوں کی حق پسندی تو یہ ہے کہ کسی دیوبندی مولوی کا
سہارا لینے کے بجائے اپنی عقل اور اپنے علم کو کام میں لائیں۔ زمزم میں
طٰہٰ شیرازی نے اصول الشاشی کی عبارت کا جو مطلب بیان کیا ہے وہی
صحیح ہے پی ایچ ڈی رضا اللہ ہوں چاہے مولانا افتخار دیوبندی دونوں
نے عبارت کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ دیکھو متنازع فیہ عبارت یہ ہے۔

والقسم الثانی من الرواۃ هم المعروفون بالحفظ والعدالة
دون الاجتهاد والفتوی کابی هریرۃ وانس۔ اس کا ترجمہ
درست وہی ہے جو طٰہٰ شیرازی نے کیا ہے، رضا اللہ پی ایچ ڈی صرف
بات بنا رہے ہیں اور مولانا افتخار دیوبندی کی تقلید کر کے ان کا سہارا
لے کر تم جیسے سادہ لوح اہلحدیثوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں اور اپنی علمیت
کی دھاک جمانا چاہ رہے ہیں، اصول الشاشی کی عبارت میں حضرت انس
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی عدم فقاہت کا راگ نہیں الاپا گیا ہے
بس صرف اس کا تذکرہ ہے کہ یہ دونوں حضرات فقہ و اجتہاد میں معروف نہیں
تھے معروف نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ فقیہ و مجتہد نہیں تھے۔

بیٹا ۔ ابا جی مگر وہ عبارت بھی تو دیکھئے جس کو زمزم پرچہ میں چھپا لیا گیا تھا
اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصول الشاشی والے کے نزدیک حضرت انسؓ
اور حضرت ابو ہریرہؓ کے فتوی کا اعتبار نہیں ہوگا۔

وہ عبارت یہ ہے۔ واذا صحت روایۃ مثلہما عنک فان وافق الخبر القیاس فلاخفاء فی لزوم العمل بہ وان خالفہ کان العمل بالقیاس اولی۔

باپ۔ بیٹا اس عبارت کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ کے فتویٰ کا اعتبار ہوگا، پی ایچ ڈی رضا راشد مولانا افتخار دیوبندی کی تقلید میں اپنے علم کا کباڑہ کیوں کر رہے ہیں، وہ تو پی ایچ ڈی ہیں۔ پی ایچ ڈی ہو کر وہ تقلید کریں مولانا افتخار دیوبندی کی اور عدم تقلید کا جھنڈا بھی اٹھائے پھریں۔

بیٹا۔ اباجی آپ اپنی بات کی وضاحت کریں تاکہ ہماری سمجھ میں آپ کی بات پوری طرح آجائے۔

باپ۔ پہلے ذہن کو صاف کرو اور عبارت کے ترجمہ پر نگاہ جماؤ، عبارت کے پہلے حصہ کا ترجمہ یہ ہے، اگر حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے صحیح طور پر کوئی روایت پہنچے اور وہ قیاس کے موافق بھی ہو تب تو اس روایت پر عمل کرنا بلاشک وشبہ لازم ہے۔

اتنے حصہ پر غور کرنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت انسؓ کا کوئی فتویٰ صحیح سند سے پہونچے اور قیاس کے موافق بھی ہو تو اس فتویٰ پر عمل کرنا لازم ہوگا اس وجہ سے کہ اولاً تو ان حضرات کا قول وفتویٰ ہی حجت ہے دوسرے قیاس کے موافق ہونے کی وجہ سے اس میں قوت مزید پیدا ہو گئی ہے۔

اب دوسرے حصہ کا ترجمہ سنو۔

اور اگر ان حضرات کا قول وفتویٰ قیاس کے خلاف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔
یہاں دو حجت کا ٹکراؤ ہے، صحابی کا فتویٰ اور قیاس، یہ دونوں چیزیں

اصول الشاشی کے مصنف کے نزدیک حجت ہیں مگر جس وقت یہ دونوں دلیلیں ٹکرا جائیں، یعنی قیاس کا تقاضا کچھ اور ہے اور حضرت ابو ہریرہ و حضرت انس رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام کا فتویٰ کا تقاضا کچھ اور ہے، تو اگرچہ دونوں ہی حجت ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک پر عمل کرنا جائز ہے مگر اصول الشاشی کے مصنف کا نظریہ یہ ہے کہ اس ٹکراؤ کی شکل میں قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کے قول و فتویٰ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے غیر اولیٰ کا مطلب غیر جائز لینا۔ دماغی خلل کی پیداوار ہوگا، اس کو یوں سمجھو کہ اگر دو حدیث کے مضمون الگ الگ ہوں، اور دونوں حدیثیں صحیح ہیں مگر ایک حدیث کا مضمون قیاس کے موافق ہے تو اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہوگا جو قیاس کے موافق ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسری حدیث کا انکار کیا جا رہا ہے، یا اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا یا دوسری صحیح حدیث کی حجت ہونے سے انکار کیا جا رہا ہے۔ بات صرف اولیٰ اور غیر اولیٰ کی ہے، حجت ہونے اور نہ ہونے کی نہیں ہے۔

بیٹا ۔ اباجی، آپ کی بات بالکل سمجھ میں آ گئی یعنی جیسے دو حدیث صحیح ہو اور ایک کے مضمون کی تائید قرآن کے مضمون سے بھی ہو رہی ہے اور دوسری کی نہیں تو اگرچہ دوسری حدیث پر عمل کرنا بھی درست ہے مگر اہل علم کے نزدیک پہلی حدیث پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔ تعجب ہے کہ پی ایچ ڈی رضا راشد ایسی موٹی موٹی باتیں بھی نہیں سمجھتے اور دوسروں اور وہ بھی دیوبندی مولویوں کی تقلید میں بہک جاتے ہیں۔

باپ ۔ بیٹا بات یہ ہے کہ آج کل ڈوپلیکیٹ پی ایچ ڈی تیار ہو رہے ہیں جن کے پاس ڈگری ہوتی ہے علم نہیں

بیٹا ۔ تو کیا پی ایچ ڈی ... بھی ڈوپلیکیٹ ... ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

قضیہ کتاب تلویح کا اور رضاء اللہ پی ایچ ڈی کا

بیٹا ۔ اباجی ۔ ہمارے پی ایچ ڈی رضاء اللہ واقعی کمال کے آدمی ہیں انھوں نے مقلدین کے منہ پر زبردست چپت لگائی ہے، اور تلویح کی عبارت سے ثابت کردیا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بھی اہلحدیثوں کے مذہب کی طرح صحابی کا قول حجت نہیں ہے ۔

باپ ۔ میں نے ترجمان کا وہ شمارہ دیکھا ہے جس میں یہ عبارت ہے مگر انھوں نے تو حوالہ دیا ہے ضمیر کے بحران کا، اور ضمیر کے بحران والے نے حوالہ دیا ہے تلویح کا تو پی ایچ ڈی رضاء اللہ نے اصل کتاب تو دیکھی نہیں ہے معلوم نہیں ضمیر کے بحران والے نے حوالہ صحیح دیا ہے یا غلط وہ بڑے بحرانی آدمی ہیں۔ آنحضورؐ کی حدیث تک میں اپنی طرف سے اضافہ کردیتے ہیں ۔ تم نے مدیر الرشید سابق شیخ الحدیث کا محدث پرچہ میں وہ مضمون نہیں دیکھا تھا جس میں [illegible] ثابت کیا تھا کہ اس ضمیر کے بحران والے بحرانی نے لفظ "خلقی" کا حدیث رسول میں اپنی طرف سے اضافہ کردیا تھا، انسان کے بحرانی پنے کی مثال تو خود ضمیر کے بحران نامی ان کی کتاب میں ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی سلفی اور اہلحدیث تھے، ان کا ارشاد منقول فرماتے ہیں ۔

"انسانوں کے مورث اعلیٰ حضرت آدم بھی اور بعد از انبیاء کی طرح

اہل حدیث تھے" ص۱۳۵

اور اسی بحرانی کی کتاب تنویر الآفاق میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ فقہ کے نہیں تھے۔ فقہ کی پیدائش تو [illegible] ہوئی تھی اور نہ ان کی نشوونما [illegible] میں ہوئی تھی ۔

تو جو ایسا بحرانی اور عقل کا اندھا، شان ہو اس کی بات کا کیا اعتبار۔

بیٹا ۔ اگر حوالہ درست ہو تو پھر مقلدین کیا کہیں گے ؟

باپ ۔ ہمیں مقلدین کی بات کرنے سے پہلے یہی ذکر کرنا چاہیے کہ تحقیق کریں کہ حوالہ صحیح ہے یا غلط ۔ آگے پیچھے کی عبارت بھی دیکھیں اس بات کہ بحرانی صاحب کے زعم کا اعتبار ہے اور نہ عقل کا بحران ۔ جب نے جو عبارت نقل کی ہے وہ غلط ہے اسلئے ان کے حوالہ پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ۔ دیکھو عبارت یہ ہے لاتجعل قول الصحابی حجة الخ

یہاں لاتجعل جو مذکر حاضر یا مؤنث غائب کا صیغہ ہو سکتا ہے اس کا ترجمہ کچھ بنتا ہی نہیں ، ضمیر کے بحران والے نے بلا سمجھے بوجھے اس کا ترجمہ کیا ہے پی ایچ ڈی صاحب نے بھی اس پر غور نہیں کیا اور حوالہ غلط ہونے کا شبہ یوں بھی ہو رہا ہے کہ تلویح میں صراحت ہے ۔

وقول الصحابی ونحو ذلک فراجعة الی الاربعة

یعنی صحابی کا قول اور اس کے مثل امور ادلہ اربعہ کی طرف راجع ہیں ۔

(ص ۱۰۹ / ج ۱ مطبوعہ مصر)

اس عبارت کا صاف مطلب ہے کہ جس طرح ادلہ اربعہ یعنی کتاب و سنت اجماع اور قیاس حجت ہیں اسی طرح صحابی کا قول بھی حجت ہے ۔

اور اسی کتاب کے دوسرے مقام میں اس سے زیادہ صراحت ہے ۔

بخلاف قول الصحابی فانہ حجة لاحتمال السماع وزیادة الاصابة فی الرائ ببرکة صحبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(ص ۱۷۷ ج ۲)

یعنی تابعی کے برخلاف صحابی کا قول حجت ہے ، اس وجہ سے کہ صحابی کے قول میں اس کا احتمال ہے کہ وہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کوئی بات

ہیں گے، اور اس وجہ سے بھی کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت کی وجہ سے ان کی رائے زیادہ درست اور صائب ہوگی۔

اب بیٹا تم ہی غور کرو کہ جس تو ضیح میں صحابی کے قول کے حجت ہونے پر اتنی زبردست شہادت موجود ہو اس تو ضیح میں یہ کیسے لکھا ہوگا کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔

بیٹا۔ مگر اباجی انھوں نے تو تلویح کتاب کے صفحہ کا حوالہ بھی دیا ہے اور یہ بھی بتلایا ہے کہ وہ مصر کی طبع ہے۔

باپ۔ بیٹا ہمارے پاس جو مصر کا تلویح والا نسخہ ہے[1] اس میں تو اس صفحہ پر کھرانی صاحب کی پیش کردہ عبارت ملی نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی دوسرا نسخہ ہو۔

بیٹا۔ اباجی آپ کی تحقیق تو پی ایچ ڈی رضا اللہ کو بڑی پریشانی میں ڈالے گی اگر خدا نخواستہ حوالہ صحیح نہیں نکلا، یا عبارت کا مفہوم کچھ تھا اور کھرانی صاحب نے اسے کچھ کر دیا ہو تو پھر پی ایچ ڈی صاحب کی کیا رہ جائیگی۔

باپ۔ دیکھو ہماری ان تحقیقات سے ابھی کوئی حنفی دیوبندی واقف نہ ہوا اہلحدیث مذہب و جماعت کی عزت کا سوال ہے، پہلے پی ایچ ڈی رضاء اللہ سے درخواست کرو کہ وہ حوالہ کی صحت اور عدم صحت کی طرف سے خود بھی کتاب دیکھ کر اطمینان کرلیں، پھر مقلدوں سے سمجھا جائے گا۔[2]

بیٹا۔ اباجی اگر حوالہ صحیح نہ نکلا تو پھر کیا ہوگا۔ کیا ہماری ناک نہیں کٹے گی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

---

(1) المطبعۃ الخیریۃ لمالکہا و مدیرہا السید عمر حسین الخشاب بمصر ۱۳۰۶ھ

(2) ہم نے کھرانی صاحب کی چوری پکڑلی ہے، دلچسپ کہانی سننے والے شمارہ میں پڑھئے۔

فریبی کون؟

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی پی ایچ ڈی رضا اشرف کی سنئے وہ کیا کہتے ہیں ۔

باپ ۔ بیٹا، اب وہ فضیلۃ الشیخ سلفی جمیع سالف ہیں پی ایچ ڈی سے بڑی ڈگری والے ہیں ، ہاں تو سلفی جمیع سالف صاحب کا ارشاد سناؤ کیا فرماتے ہیں ۔

بیٹا ، اباجی وہ فرماتے ہیں ۔

"علامہ سہسوانی نہ تو قبوری ہیں اور نہ قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ سے طلب حاجات کو جائز سمجھتے ہیں یہ ان کے اوپر ایک نہایت غلط اور صد درجہ جھوٹی تہمت ہے ۔" (۲۷ رضیمہ ترجمان دہلی)

باپ ۔ بیٹا علامہ سہسوانی پر یہ جھوٹی تہمت کس نے لگائی ہے ؟

بیٹا ۔ وہی دفعۃ مع الاسذھبیۃ والا غازی پوری مولوی بڑا فریبی اور جھوٹا ہے کم بخت ۔

باپ ۔ بیٹا میں نے دفعہ کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے اس کی ایک ایک سطر پڑھی ہے مگر مولانا غازی پوری نے تو اپنی اس کتاب میں نہ علامہ سہسوانی کو بطور مناص قبوری کہا ہے اور نہ قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ سے طلب حاجات کو جائز سمجھنے والا قرار دیا ہے ۔ غازی پوری نے تو ان کی عبارت سے صرف یہ ثابت کیا ہے کہ وہ بھی غیر اللہ سے توسل کی بعض صورتوں کو جائز سمجھتے ہیں بات غیر اللہ سے توسل کی چل رہی ہے ۔ نہ کہ قبروں کے پاس طلب حاجات اور قبوری ہونے اور نہ ہونے کی ۔ الدکتور سلفی جمیع سالف نے عنوان پر غور نہیں کیا ۔

دیکھو رقیقہ کا عنوان یہ ہے ۔

التوسل بغیر اللّٰہ من النبیین والملائکۃ والصالحین ۔

وعقیدۃ غیر المقلدین ۔

یعنی اللہ کے سوا نبیوں ملائکہ اور صالحین سے توسل کا بیان اور غیر مقلدین کا اس بارہ میں عقیدہ ۔

بیٹا ۔ تو کیا ابا جان پی ایچ ڈی رضا اللہ دوسروں کو فریبی ثابت کرنے کے لئے خود فریب کر رہے ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا

شکاری اپنے دام میں

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ۲۰ نومبر ۱۹۹۰ء والا ترجمان حدیث میں پی ایچ ڈی رضا اللہ کا ایک زبردست مضمون شائع ہوا ہے ، اس کا عنوان ہے ۔ فریبی کون ؟ ، ابا جی بڑا دلچسپ مضمون ہے ، پی ایچ ڈی صاحب نے غازی پوری دیوبندی کا بخیہ ادھیڑ دیا ہے ، وہ بہ وانشاء اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار مضمون ہے ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقائق و معانی کا دریا بہ رہا ہے ذرا اس کا نمونہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں پی ایچ ڈی صاحب ۔

یہ شخص (غازی پوری) دوسروں کو چور کہہ کر اپنی ماہرانہ و پیشہ ورانہ چوری سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتا ہے ، ورنہ یہ خود زبردست چور واقع ہوا ہے چوری نہیں بلکہ ایک اچکا ہے جو لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کے مال و متاع پر ہاتھ صاف کرتا ہے :

باپ ۔ بیٹا یہ تو خاں صاحب بریلوی، حشمت علی پیلی بھیتی، مرزا احمد قادیانی
والی زبان ہے، جب دلائل ساتھ نہ دیں تو آدمی گالی دیتا ہے۔ نہ یہ
ادب ہے نہ انشاء، نہ کوئی زبان و بیان کا شاہکار، افسوس ہمارے
نوخیزوں نے ہماری جماعت کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے۔

بیٹا ۔ اباجی مرزا نقو، مرزا جمن اور فضیلۃ الشیخ کو جیسے علماء کرام اللہ محققین
تو اس مضمون کو شاہکار قرار دے رہے ہیں اور آپ اس کی شاہکاریت
کے انکاری ہیں۔

باپ ۔ بیٹا میں نے اس مضمون کو پڑھا ہے، میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے احباب
غصہ میں قلم چلانے کے عادی ہو گئے ہیں، اور انجام سے بے خبر ہو کر قلم
چلاتے ہیں، اس مضمون نے اہلحدیث کے معتقدات کی بنیاد ہلا کر رکھ دی ہے
مشہور غیر مقلد عالم علامہ بشیر سہسوانی نے اپنی کتاب صیانۃ الانسان میں
توسل کی بحث میں بقول پی ایچ ڈی رضا اللہ توسل مشروع و توسل
غیر مشروع کی زائد از دس قسمیں گنائی ہیں۔

توسل کی تیسری قسم یہ ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو رسالت کی تصدیق
کے ذریعہ وسیلہ بنایا جائے۔ (صث ترجمان)

بیٹا ہم اہلحدیثوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اپنی قبر میں مردہ ہیں اور ہمارا یہ بھی
عقیدہ ہے کہ آپ غیر اشر ہیں، علامہ سہسوانی اور پی ایچ ڈی رضا اللہ کے
عقیدہ میں یہ تیسری قسم والا توسل مشروع ہے۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو بعد وفات وسیلہ بنایا جا سکتا ہے، یہی عقیدہ تو مقلدین اور بریلویوں کا
ہے پھر ہمارے عقیدہ اور بریلویوں کے عقیدہ میں فرق کیا رہ گیا ہے۔

بیٹا ۔ اباجی آپ نے تو بڑی زبردست بات پکڑی اگر کسی بریلوی کی نظر اس پرچہ
پر پڑگئی تو کیا ہوگا؟

باپ ۔ بیٹا اس وقت ہمارے محققین کی بریلویوں سے دوستی ہے، لڑائی دیوبندیوں سے ہے، بریلوی بھی مطلقاً توسل کے قائل ہیں یعنی زندوں سے بھی اور مردوں سے بھی اللہ سے بھی مدد غیر اللہ سے بھی اور یہی عقیدہ ہمارے بڑوں کا بھی ہے تم نے ابھی اوپر سہسوانی کے کلام میں یہ بات دیکھی، دیکھو ہمارے نواب وحید الزماں صاحب تو اور آگے کی بات کہہ رہے ہیں، وہ فرماتے ہیں ۔

اختلفوا فی جواز التوسل الی اللہ بانبیاثہ والصالحین من عبادہ منہم[1] من لم یجوزہ مطلقاً، ومنہم[2] من جوزہ بالاحیاء دون الاموات ومنہم[3] من جوزہ مطلقاً ۔

یعنی لوگوں کا انبیاء اور صالحین سے توسل کرنے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے، اور بعض کے نزدیک زندوں سے جائز ہے اور مردوں سے ناجائز ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے ۔ یعنی زندوں اور مردوں سب سے توسل کرنا جائز ہے، اور پھر علامہ نواب وحید الزماں غیر مقلدوں کے علماء کے بارے میں فرماتے ہیں ۔

واختار السبکی والشوکانی والسید من اصحابنا القول الثالث ۔

یعنی سبکی اور شوکانی اور ہمارے بڑوں میں سے سید نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے تیسرا قول (یعنی مطلقاً زندوں اور مردوں سے توسل کے جواز کا) پسند کیا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی پی ایچ ڈی رضاء اللہ نے ہمارے انہیں عقیدوں سے توجہ ہٹانے کیلئے قاضی بدری کو چوراچکا بنایا ہے کیا ؟

باپ ۔ بیٹا یہ تو فضیلۃ الشیخ سلفی جیسا سالت جانیں گے بیاں تو صیاد خود زیر دام آ گیا ۔

بیٹا ۔ اباجی جب ہمارے بڑوں کے یہی عقیدے ہیں تو ہم سلفی لوگ اپنے گریباں میں جھانکنے کے بجائے دوسروں کے عقیدہ وایمان کے چکر میں کیوں رہتے ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

---

mdajmalansari52@gmail.com

مکتوبِ مدینہ منورہ

مدینہ منورہ میں ہمارے ایک پاکستانی ذی علم و صاحب قلم دوست ہیں، اور حکومت کے ایک اہم ادارہ میں ملازم ہیں، بعض مصالح کے پیش نظر ہم نہ ان کا نام ظاہر کر سکتے ہیں اور نہ اس ادارہ کا نام لے سکتے ہیں جہاں وہ ملازم ہیں۔ ان کا ہمیں یہ مکتوب بہت تاخیر سے ملا، اس مکتوب میں جو باتیں نہایت اجمال سے درج ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ کسی شمارہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

اس مکتوب گرامی سے اس حقیقت کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سعودیہ میں غیر مقلدین کی بڑی چلتی ہے اور ان کی بڑی مانی جاتی ہے وہ صریح غلط فہمی میں ہیں، کچھ متشدد قسم کے سلفی شیوخ ہیں اور ان میں سے چند وہ ہیں جن کا ان کی دینی وجاہت کی وجہ سے عوام پر خاصا اثر ہے، غیر مقلدین کی ان کے یہاں کچھ پوچھ ہے، ورنہ عمومی طور پر سعودیہ میں بھی غیر مقلدین کا حال یہی ہے کہ:

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

ماہنامہ زمزم کا دوسرا شمارہ بھی موصول ہوا، پسند آیا، تقبل اللہ
مساعیکم، کسی کے لئے کسی کے ہاتھ اپنی کتب بھیجیں تو ایک ایک نسخہ بھیجیں اور
اس سے کہہ دیں کہ انھیں سامان میں مختلف جگہوں پر ایک ایک نسخہ علیحدہ رکھے
بنڈل نہ بنائے کہ یہ ملفت للنظر ہے۔

حضرت مولانا رضوان صاحب کو بھی جواب لکھ دیا ہے۔

صفی الرحمن کو چند ماہ قبل نکال دیا گیا ہے، ابھی تک وہ یہیں ہے،
اس کے امیر جمعیت اہل حدیث بننے کا تذکرہ اردو نیوز میں بھی آیا ہے، اس میں
جدہ سے اس کا اپنا بیان بھی ہے، جو دو تین روز قبل کا واقعہ ہے۔

ربیع[1] مدخلی کو جامعہ سے نکال دیا ہے وہ مکہ مکرمہ چلا گیا ہے، ان کا
اردو ترجمہ یہاں مسلسل چھپ رہا ہے، تفسیر عثمانی کا جو ذخیرہ رابطہ عالم اسلامی
کے پاس تھا اس کی تقسیم حج سے شروع ہو چکی ہے۔ آپ کا اردو عربی خط
پاکستان اور دوسرے ملکوں سے بھیجا جا رہا ہے۔

اہل خانہ کی طرف سے اہل خانہ کو سلام

سنا ہے کہ مختار سلفی نے اپنے اردو ماہنامہ میں لکھا تھا کہ حرمین شریفین میں
آٹھ رکعت تراویح ہوتی ہے، جس پر علماء نے نکیر کی تو اس نے اس کی توجیہات
شائع کیں کہ ایک امام اتنی رکعت پڑھاتا ہے اور دوسرا اتنی وغیرہ اس جھوٹے
رسالے کے متعلقہ صفحہ کی فوٹو کاپی کسی وقت بھجوا دیں، شکریہ۔

الحمد للہ سب خیریت ہے۔ دعاؤں کی درخواست۔ دو رسالوں کا اشتراک
ارسال خدمت ہے

والسلام

---

(۱) یہ صاحب کسی زمانہ میں جامعہ سلفیہ بنارس میں مبعوث بنا کر بھیجے گئے تھے، میرا ان سے اس
زمانہ سے تعارف و تعلق تھا، مدینہ منورہ میں میرا قیام انھیں کے یہاں رہتا تھا، یہ بھی مجھ سے

محبت کرتے تھے، بنارس سے جانے کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں یہ حدیث کے استاذ مقرر ہوئے، چونکہ مزاج میں تشدد اور غلو ہے شیخ ابن باز کے قریبی ہو گئے، تقلید تصوف اور اشاعرہ کے خلاف زبان تیز ہو گئی، حضرت امام ابوحنیفہ اور فقہ حنفی اور ہندوستان میں جماعت دیوبند و مشائخ دیوبند سے ان کو بطور خاص عداوت ہے، صفی الرحمن مبارکپوری اور شیخ ربیع نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں علمائے دیوبند کے خلاف ایک خاص ماحول بنا رکھا تھا۔

اب جیسا کہ اس خط سے معلوم ہوا، ان دونوں کو ان کی ذمہ داریوں سے ہٹا دیا گیا۔ اللہ والوں سے عداوت و دشمنی کا انجام کیا ہوتا ہے، صفی الرحمن اور شیخ ربیع کا انجام دیکھ کر عبرت ہوتی ہے۔

صفحہ کا باقی [illegible]

اور [illegible] صاحب اس کو دوسرا رنگ دے کر [illegible]
خواہ مخواہ کا اعتراض کر رہے ہیں [illegible] سے زیادہ تو [illegible]
[illegible]
[illegible]